عبرت انگیز واقعات

Haidery Kutub Khana
14/15 Mirza Ali St.,
Imam Bada Road
Mumbai-9 Tel:56572934

701-

نام کتاب	عبرت انگیز واقعات
تالیف	آیت اللہ سید محمد حسین تہرانی
مترجم	سجاد حسین کامرانی
کمپوزنگ	عبید اللہ
تصحیح	فیضیاب رضوی
مطبع	اے۔بی۔سی آفسٹ پرنٹرس دہلی
ناشر	عباس بک ایجنسی
تعداد	۱۰۰۰
سنہ طباعت	جون ۲۰۰۵ء
ہدیہ	-/۷۰

ملنے کا پتہ

عباس بک ایجنسی

درگاہ حضرت عباس، رستم نگر لکھنؤ۔۳

فون:0522-2647590 موبائل 9415102990

فیکس نمبر:0522-2647910

فہرست

مضامین	صفحہ
مقدمہ	۷
لالچی بوڑھا اور ہارون الرشید	۱۱
حضرت سلیمانؑ اور عزرائیلؑ سے خوف زدہ شخص	۱۳
حضرت ابراہیمؑ کی قبض روح	۱۴
علیؑ زندگی کے آخری لمحات میں	۱۶
آرام کی موت	۱۶
اختیاری موت	۲۰
بغیر خوف کے موت	۲۳
موت سے خوف کی وجہ	۲۵
موت— بہشت یا دوزخ کا پل ہے	۲۶
موت بہترین حالات میں	۲۷
جنازے سے نالہ وفریاد کی آواز	۲۸
آیت اللہ گلپایگانی قبرستان میں	۲۹
سرکش لوگوں کی ارواح کے ساتھ کلام	۳۳
موت کی تعریف	۳۳

مضامین	صفحہ
موت ہی بہترین دوا ہے	۳۵
عالم ارواح کے ساتھ تعلق پیدا کرنا	۳۸
مرحومین کے لئے خیرات کرنے کا فائدہ	۴۱
حضرت علیؑ کا موت کے بارے میں خط	۴۳
اس کے حکم سے سانپ مرگیا	۴۴
شیر کی تصویر کا زندہ ہونا	۴۶
ہارون الرشید کی سازش	۴۷
ملک الموت کی ہیبتناک صورت	۴۸
شدت سکرات و درد چشم علیؑ	۴۹
سکرات موت	۵۰
سکرات میں چشم باطن کے مشاہدات	۵۱
حالت موت کے مشاہدات	۵۳
قارون اور تکبر	۵۵
فرعون اور دریائے نیل	۵۶
ملاقات خدا کا مشتاق ہونا	۵۷

مضامین	صفحہ
زخمیوں کی از سر نو جنگ کی تیاری	۵۹
حضرت علیؑ کی قنبر سے ملاقات	۶۲
امام رضاؑ اور غلام	۶۳
کربلا میں سیاہ فام غلام کا مقام	۶۳
علیؑ کا قیامت میں مقام	۶۵
علیؑ اپنے پیروکاروں کے مددگار ہیں	۶۶
پیغمبر اکرمؐ اور نصف شب کی مناجات	۶۹
کافروں کے عذاب سے حیوانات کا وحشت زدہ ہونا	۷۱
صورت مثالی اور برزخی مشاہدہ	۷۲
ڈاکٹر احسان اور صورت برزخی	۷۲
مومن کی قبض روح	۷۴
شہادت سے عشق	۷۶
مُردوں کا سماعت کرنا	۷۷
مقتولین جمل سے حضرت علیؑ کی گفتگو	۷۷
سعد بن معاذ کی موت	۷۹
مرحوم نراقی کا روح کے ساتھ کلام	۸۱
فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے بہشتی کھانا	۸۶
فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں	۸۷
ارواح خبیثہ کے ساتھ مکالمہ	۸۸
قبرستان میں زیادہ بیٹھنے کا ثمر	۸۹
روح کے بارے میں امام سجادؑ کی گفتگو	۹۱

مضامین	صفحہ
فاطمہ بنت اسد کی رحلت	۹۳
برزخی صورتوں کا مشاہدہ	۹۵
روحانی صورت	۹۶
معراج میں رسول اکرمؐ کے مشاہدات	۹۷
بہشتی گھر	۹۹
معاویہ کا برزخی چہرہ	۱۰۰
حضرت موسیٰؑ کے وصی کا برزخی چہرہ	۱۰۱
حضرت عیسیٰؑ کے وصی کی صورت برزخی	۱۰۱
عذاب والدہ اور بیٹی کے سر کا سفید ہونا	۱۰۳
حضرت علیؑ سب کے مددگار	۱۰۵
پیغمبر اکرمؐ اور کربلا کی خون آلود مٹی	۱۱۰
بدن کے بعض حصوں کا قبر میں سالم ہونا	۱۱۱
جناب حرؑ کے جنازے کا سالم ہونا	۱۱۳
عالم ارواح کا اس جہان سے واسطہ	۱۱۴
حضرت علیؑ کربلا میں	۱۱۶
مرنے والوں کے لئے عمل خیر	۱۱۸
اہل قبور کی زیارت کے فوائد	۱۱۸
وادی السلام میں مومنین کی ارواح کا اجتماع	۱۲۰
حضرت علیؑ کا ارواح سے کلام	۱۲۰
مومنین کی ارواح کا وادی السلام میں جمع ہونا	۱۲۲
حضرت علیؑ کا اپنی شہادت کی خبر دینا	۱۲۳
وادیٔ برہوت	۱۲۴

مضامین	صفحہ
میں نے حوض کوثر کو دیکھا	۱۲۴
اشعث کی حضرت علیؑ کے ساتھ دشمنی	۱۲۷
اشعث سے حضرت علیؑ کی ملاقات	۱۲۹
علیؑ وصفین	۱۳۰
مظلومیت علیؑ	۱۳۲
امام صادقؑ کی منصور کے مقابلے میں عظمت	۱۳۳
ذوالقرنین یا کوروش	۱۳۷
شہادت امیرالمومنینؑ پر پتھروں کا خون رونا	۱۴۰
شہادت امام علیؑ اور امام حسینؑ کی لوگوں کو اطلاع	۱۴۱
ابراہیمؑ اور ارمیاؑ اور مُردوں کا زندہ ہونا	۱۴۲
ولیٔ خدا کے ہاتھ سے کبوتر کا زندہ ہونا	۱۴۹
حضرت علیؑ کے جنازے پر شہداء کا نماز پڑھنا	۱۵۳
حضرت علیؑ کی مصیبت میں ملائکہ اور جنات کا رونا	۱۵۴
امام حسینؑ کے حرم میں ملائکہ	۱۵۵
پناہ حاصل کرنے والے کو حضرت علیؑ کا پناہ دینا	۱۵۶
مُردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت	۱۶۰
آئینے میں اپنی ہی تصویر دکھائی دیتی ہے	۱۶۱
عطر فروش اور اسکے بھینگے شاگرد کا واقعہ	۱۶۲
خدا کا مضبوط قلعہ	۱۶۴
قرآن میں ولید کا قصہ	۱۶۶

مضامین	صفحہ
انیس ملائکہ جہنم کے محافظ ہیں	۱۷۰
اصحاب کہف کا عجیب قصہ	۱۷۱
فرزند ابوبکرؓ کا معاد سے انکار کرنا	۱۹۲
چھوٹے گناہ	۱۹۴
حضرت علیؑ کا علم	۱۹۴
آخوند خراسانی کی شہادت	۱۹۵
خاندان رسالت کا احترام	۱۹۶
پیغمبر خداؐ کے رازوں کو ظاہر کرنا	۱۹۶
حاج عبدالزہرا کا واقعہ	۱۹۷
حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا خلاصہ	۲۰۱
نمازِ شب	۲۰۴
شب و روز کے فرشتے	۲۰۵
آیت اللہ اراکیؒ کی بیٹی کی امام زمانہؑ سے ملاقات	۲۰۶
خدا پر بھروسا نہ کرنے کا انجام	۲۰۸
مشہد کے راستے میں رجال الغیب کا امداد کرنا	۲۰۸
حضرت موسیٰؑ کو کس لئے پیدا کیا گیا؟	۲۱۲
حضرت علیؑ کی دعا	۲۱۳
زمین کو اپنا راز بتانا	۲۱۵
حجر اسود فرشتہ تھا	۲۱۶
حجر اسود کا گواہی دینا	۲۱۷
حجر اسود گواہی دے گا	۲۱۹
اہلسنت کی مساجد میں نماز پڑھنا	۲۲۰

مضامین	صفحہ
ملائکہ کا نماز میں مومن کے ساتھ اقتدا کرنا	۲۲۰
قرآن اور اس پر عمل کرنا	۲۲۱
مومن کی پہچان	۲۲۳
حضرت علیؑ کا کباب شدہ جگر کی خواہش کرنا	۲۲۷
خداوند عالم کی عیادت	۲۲۸
برے کام کی اسی دنیا میں سزا	۲۲۸
نیکی کی اسی دنیا میں جلدی جزا	۲۲۹
خداوند کریم کا عفو و درگزر	۲۳۱
زمین کی مسافت کا طے کرنا	۲۳۲
زمانے کا طے کرنا	۲۳۳
برزخ میں زمانے کا گزرنا	۲۳۳
اعضائے بدن سے سوال ہوگا	۲۳۴
قیامت کے دن حضرت نوحؑ کا حساب	۲۳۵
قیامت کے دن پیغمبروں سے سوال	۲۳۷
قیامت کے دن عمومی سوال و حساب	۲۳۸
نعمتوں کے بارے میں سوال	۲۴۳
نعمت ولایت	۲۴۴
اصحاب فیل	۲۴۵
حضرت سلیمانؑ اور ہدہد	۲۴۶
حضرت امام سجادؑ کی سواری	۲۴۸
حضرت امام رضاؑ کی قبر پر اونٹ کا پناہ حاصل کرنا	۲۴۸

مضامین	صفحہ
حیوانوں کی محبت اور دوستی	۲۴۹
کتے کی محبت	۲۵۰
کتے کی وفا	۲۵۱
ائمۂ طاہرینؑ کی دنیا میں شفاعت	۲۵۳
ائمۂ کی برکت سے حالت معنوی	۲۵۴
قیامت کے دن شفاعت	۲۵۸
حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت	۲۶۴
ایک عجیب حقیقت کا انکشاف	۲۶۷
پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت	۲۷۲
امام حسینؑ کی قبر پر جابرؓ کا آنا	۲۷۲
آل محمدؐ کے دوست	۲۷۴
بہشت کی کھجور سے فاطمہؑ کا نطفہ	۲۷۴
بہشت میں راضیہ مرضیہ	۲۷۵
بہشت میں درخت	۲۷۶
بہشت میں ہمسر	۲۷۶
درخت طوبیٰ حضرت زہراؑ کا مہر ہے	۲۷۷
حضرت فاطمہؑ میں بہشت کی خوشبو	۲۷۸
بہشت کے عجائب	۲۷۹
بہشت میں حور فروشوں کا بازار	۲۷۹
بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے	۲۸۰
نیک کافروں کا عذاب	۲۸۲
رسول اکرمؐ کا عورتوں کے عذاب سے غمگین ہونا	۲۸۳

مقدّمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ○

''ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔'' (سورۂ وَالتِّیۡنِ: آیت۴)

خداوند متعال نے سورۂ وَالتِّیۡنِ میں چار قسمیں کھانے کے بعد انسان کی خلقت کا تذکرہ کیا اور ظاہری و باطنی لحاظ سے انسان کے رتبہ و مقام کو بیان کیا ہے۔ یہ نکتہ انسان کے دیگر تمام موجودات پر برتری اور فضیلت کی طرف اشارہ ہے اور انسان کی فضیلت مسلّم ہے جس میں انکار اور شک کی بھی گنجائش نہیں اور اسی مطلب پر قرآن مجید کی آیات بھی دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں انسان کی فضیلت کی بعض وجوہ کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ خداوند عالم نے ملائکہ کو حضرت آدمؑ کے سجدے کا حکم دیا۔ کبھی ایک وجودِ

کامل وجودِ ناقص کو سجدہ نہیں کرسکتا یعنی وجودِ ناقص وجودِ کامل کا مسجود نہیں بن سکتا۔ اگرچہ سجدے کا سبب وہ راز رہا ہو جس کو خدا نے آدمؑ میں رکھا بہرحال جو بھی صورت ہو ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔

۲۔ سورۂ بقرہ میں خداوند متعال نے فرمایا:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلآئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً○ اور خدا کی طرف سے خلافت ہر موجود کے لئے اکمل ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۳۰)

۳۔ خداوند عالم نے سورۂ ص میں فرمایا:

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلآئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ○ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ○ (سورۂ ص: آیت ۷۱و۷۲)

اس آیت میں تصریح ہوئی ہے کہ سجدے کی علت، نفخ روح ہے اور یہ دلیل ہے انسان کی فضیلت اور عظمت کی۔ نیز خداوند عالم نے فرمایا: میں نے آدمؑ کو اپنے دو ہاتھوں سے پیدا کیا کہ جس سے مراد تجلیات ہیں جو صفات جمالیہ اور جلالیہ کی جامع ہیں۔

۴۔ خداوند تعالٰی نے انسان کی خلقت کے بارے میں فرمایا:

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ○ (سورۂ مؤمنون: آیت ۱۴)

روایات اسلامی میں بھی اس مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن میں سے ہم ایک حدیث کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ملائکہ افضل ہیں یا انسان؟ حضرت نے فرمایا: علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ کو عقل کے ساتھ بغیر شہوت کے اور حیوانات کو شہوت کے ساتھ بغیر عقل کے اور

انسان کو شہوت کے ساتھ عقل دے کر خلق فرمایا۔ پس وہ شخص جس کی عقل اس کی شہوت پر غالب آجائے وہ ملائکہ سے افضل اور برتر ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آجائے وہ چوپایوں سے بھی پست ہے۔

معاد

سب سے اہم مسئلہ جس کی طرف شارع مقدس نے توجہ دی اور سیکڑوں آیات جس کے بارے میں بیان ہوئی ہیں وہ معاد و روز قیامت اور اس سے مربوط مسائل ہیں کہ جن کو ذکر کرنے اور مطالعہ سے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور بسا اوقات اسی ذریعے سے کجی اور ٹیڑھاپن دور ہوتا ہے اور کجی اور ٹیڑھے پن کو اسی وسیلے سے ہدایت سے تبدیل کیا جاتا ہے۔

وہ انسان جو تمام موجودات سے افضل و برتر ہے جب خدا کی راہ میں قدم رکھنا چاہے تو اسے معاد اور روز قیامت کے بارے میں سوچنا اور فکر کرنا چاہئے کہ قبر و روز قیامت کے لئے سامان و توشہ تیار کرلے، مادیات کی دوڑ میں دنیا سے دھوکا نہ کھائے، کمال و سعادت حاصل کرنے کے لئے نورِ ہدایت کے راستے پر چلے، جو فضیلت خدا نے اسے دی ہے اسے ضائع نہ کرے اور چوپایوں کی طرح قدم نہ اٹھائے۔

معاد اور اس سے متعلق مسائل کے موضوع پر مثلاً سکرات، موت، برزخ، نکیرین کے سوالات، قیامت، حشر ونشر، سوال و میزان، صراط، شفاعت، اعراف، کوثر، بہشت و دوزخ وغیرہ جو معاد سے تعلق رکھتے ہیں ان مطالب پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ ان کتب کا مطالعہ کرنا سب پر ضروری و لازمی ہے۔

جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان میں حضرت آیۃ اللہ سید محمد حسین تہرانی کی معاد شناسی بھی شامل ہے جو کہ دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں آیات و روایات اور فلسفیانہ مسائل کے علاوہ لوگوں کی توجہ کے لئے دلچسپ واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔[1]

کتاب حاضر جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے معاد شناسی سے لئے گئے دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ عبرت انگیز واقعات انسان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے گہرا اثر رکھتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین خدا کے لطف و کرم سے اس کتاب کے مضامین سے بہرہ مند ہوں گے۔

اس کتاب کی جمع آوری میں میری یہی کوشش رہی ہے کہ صرف اصل عبارت نقل کروں اور کتاب معاد شناسی کی دس جلدوں سے واقعات کو ترتیب دوں۔ امید ہے کہ آپ سب لوگ میری اس ناچیز پیشکش کو قبول فرمائیں گے۔

وهو ولی التوفیق

والسلام علیکم

سید مہدی شمس الدین

۱۔ علل الشرائع، باب۶، اردو ترجمہ، ص۵۔

لالچی بوڑھا اور ہارون الرشید

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اپنے وزراء اور ساتھ بیٹھنے والوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسے شخص سے ملاقات کروں جو صحبت رسولؐ سے مشرف ہوا ہو اور رسول اللہؐ سے کوئی حدیث سنی ہو تا کہ بلاواسطہ وہ رسول اللہؐ کی حدیث نقل کرے۔ (چونکہ ہارون الرشید کی خلافت ایک سو ستر ہجری میں قائم ہوئی اور اس طولانی عرصے میں زمانہ پیغمبر سے کوئی باقی نہ تھا اگر باقی تھا بھی تو نامعلوم تھا) ہارون کے نوکروں نے اطراف و اکناف میں ایسے شخص کی تلاش شروع کردی لیکن انہیں کوئی شخص نہ مل سکا سوائے ایک بوڑھے کے جس کے تمام حواس کمزور ہو چکے تھے اور سوائے جسم اور ایک مشت ہڈیوں کے کچھ باقی نہ بچا تھا۔ اسے ایک ٹوکری میں رکھ کر نہایت حفاظت اور احتیاط کے ساتھ ہارون کے سامنے دربار میں لایا گیا۔ ہارون بہت خوش ہوا کہ اس کا مقصد پورا ہوا کہ ایسے شخص کو دیکھ لیا جس نے رسول اللہؐ کی زیارت کی اور ان کی گفتگو سنی ہے۔

ہارون نے کہا: اے ضعیف! کیا تو نے خود پیغمبر اکرمؐ کو دیکھا ہے؟

عرض کیا: جی ہاں۔

ہارون نے کہا: تو نے کب رسول اللہؐ کو دیکھا تھا؟

عرض کیا: میرا بچپن تھا کہ ایک دن میرے باپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور

خدمت رسول اللہؐ میں لے گئے اور اس کے بعد میں خدمت رسول اللہؐ میں نہ گیا یہاں تک کہ پیغمبر اسلامؐ رحلت فرما گئے۔

ہارون نے کہا: بیان کرو اگر اس دن رسول اللہؐ سے تم نے کوئی حدیث سنی تھی۔

عرض کیا: ہاں اس دن رسول اکرمؐ سے میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا:

یشیب ابن آدم و تشب معه خصلتان: الحرص و طول الامل.

یعنی انسان بوڑھا ہوتا ہے اور جتنا بزرگی کے نزدیک پہنچتا ہے دو صفتیں اس میں جوان ہوتی ہیں ایک حرص اور دوسری لمبی آرزوئیں۔

ہارون بہت خوش ہوا کہ اس نے حدیث رسول فقط ایک واسطے کے ذریعے سنی۔ اس نے حکم دیا کہ ایک تھیلی دینار کی اسے انعام کے طور پر دی جائے اور حکم دیا کہ اسے واپس گھر پہنچایا جائے۔

جب نوکروں نے چاہا کہ اسے باہر لے جائیں، تو اس بوڑھے نے اپنی کمزور آواز کو بلند کیا کہ مجھے واپس دربار میں ہارون کے پاس لے چلو مجھے ہارون سے ایک بات پوچھنی ہے پھر اس کے بعد مجھے باہر لے جانا۔

زنبیل کو اٹھانے والے دوبارہ اس بوڑھے کو ہارون کے پاس لے آئے۔

ہارون نے پوچھا: کیا بات ہے؟

بوڑھے نے عرض کیا: اے بادشاہ! یہ فرمایئے کہ یہ انعام صرف اس سال کے لئے ہے یا ہر سال عنایت فرمائیں گے؟

ہارون الرشید بہت ہنسا اور از روئے تعجب کہا:

صدق رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یشیب ابن آدم و تشب معه خصلتان: الحرص و طول الامل. یعنی رسول خداؐ نے سچ فرمایا ہے

کہ انسان جتنا بڑھاپے کے نزدیک جاتا ہے دو چیزیں اس میں جوان ہوتی ہیں: حرص اور لمبی امیدیں۔

اس ضعیف میں جان نہیں اور میں گمان بھی نہیں رکھتا کہ آئندہ سال یہ زندہ رہے گا لیکن پھر بھی کہتا ہے کہ یہ عطا اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر سال ہوتی رہے گی۔

زیادتی مال کی حرص اور لمبی امیدوں نے اسے یہاں تک پہنچا دیا ہے لیکن پھر بھی اپنی عمر کی پیش بینی کرتا ہے اور دوسروں کے عطیات کی تلاش میں ہے۔ (۲۱/۱)

حضرت سلیمانؑ اور عزرائیلؑ سے خوف زدہ شخص

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک وحشت زدہ شخص حضرت سلیمان علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت سلیمانؑ نے دیکھا کہ خوف کی وجہ سے اس کا چہرہ زرد اور لب کانپ رہے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ نے سوال کیا کہ اے شخص! تیرے خوف کی کیا وجہ ہے؟

اس شخص نے جواب دیا کہ ملک الموت نے میری طرف غصے اور کینہ کی نگاہ کی ہے اسی لئے آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں دہشت میں مبتلا ہوں۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہوا آپ کے تابع فرمان ہے۔ ہوا کو حکم فرمایئے کہ مجھے یہاں سے اٹھا کر ہندوستان لے جائے تا کہ عزرائیل کے چنگل سے بچ سکوں۔

حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم فرمایا کہ اس شخص کو جلدی سے سرزمین ہندوستان لے جائے۔

دوسرے دن حضرت سلیمانؑ مجلس ملاقات میں تشریف فرما تھے کہ فرشتہ عزرائیلؑ ملاقات کے لئے آیا۔ حضرت نے فرمایا: اے عزرائیلؑ کس وجہ سے آپ نے اس بندۂ مسکین کی طرف غصے کی نگاہ کی کہ وہ اپنے گھر کو چھوڑ کر دیارِ غربت فرار کرگیا؟

عزرائیلؑ نے عرض کیا: میں نے اس کی طرف غصے کی نگاہ نہیں کی بلکہ اس نے میرے بارے میں غلط گمان کیا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ رب ذوالجلال نے مجھے حکم فرمایا کہ فلاں وقت اس کی روح ہندوستان میں قبض کروں لیکن اس وقت کے نزدیک اسے میں نے یہاں دیکھا تو مجھے تعجب و حیرانی لاحق ہوئی کہ اتنے قلیل وقت میں وہ ہندوستان کیسے پہنچے گا۔ اس وجہ سے وہ وحشت زدہ تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ میں نے اس کی طرف کوئی غصہ کی نظر کی۔ حالانکہ اس طرح نہ تھا اور اضطراب و پریشانی خود میری تھی کہ کیسے حکم خدا کو انجام دوں؟

لیکن میں نے اپنے آپ کو کہا کہ جو میرا کام ہے اس کو انجام دوں اور میرے عہدے پر کوئی دوسری چیز نہیں۔ تو میں امر خدا کو بجالانے کے لئے ہندوستان گیا تو میں نے اس وقت اسے وہاں پایا چنانچہ میں نے اس کی روح قبض کرلی۔

حضرت ابراہیمؑ کی قبض روح

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کرے تو ملک الموت کو ان

کی طرف بھیجا۔ جب ملک الموت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو عرض کیا: **السلام علیک یاابراھیمُ**. اے ابراہیمؑ تم پر سلام ہو۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: **وعلیک السلام یا ملک الموت، اداعٍ ام ناعٍ؟** یعنی اے فرشتۂ موت تم پر بھی سلام ہو، میرے پاس حکم پروردگار لے کر آئے ہو کہ اختیار کے ساتھ قبول کروں یا میرے پاس موت کی خبر لائے ہو کہ اضطراراً جام موت پیوں؟

عزرائیل نے عرض کی: اے ابراہیمؑ! میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہیں اختیار کے ساتھ خدا کے حضور لے جاؤں۔ پس قبول کرو اور دعوت خدا کو تسلیم کرو کہ خود خداوند تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

ابراہیمؑ نے فرمایا: **فهل رأيت خليلاً يميت خليله.** یعنی کیا آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کی موت پسند کرتا ہے؟

عزرائیلؑ بارگاہ خداوندی کی طرف چلے گئے اور خداوند عالم کے حضور عرض کیا کہ آپ نے سن لیا جو کچھ آپ کے دوست و خلیل ابراہیمؑ نے کہا۔

خداوند جل جلالہ نے ملک الموت کو خطاب فرمایا کہ دوسری بار ابراہیمؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: **هل رأيت خليلاً يكره لقاء حبيبه.** یعنی کیا آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہو؟

ان الحبيب يحب لقاء حبيبه حقا. یعنی بہ تحقیق دوست اپنے دوست کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ (۱/۶۵ بحوالہ بحارالانوار، ج ۴، ص ۱۲۷)

علیؑ زندگی کے آخری لمحات میں

اصبغ بن نباتہ کہتا ہے کہ ضربت امیرالمؤمنین علیہ السلام کے بعد میں حضرت کی خدمت میں مشرف ہوا اور میں نے اپنے آپ کو حضرت کے قدموں پر گرا دیا اور رونا شروع کیا۔

حضرت نے فرمایا: اے اصبغ کھڑے ہوجاؤ! کس لئے تو روتا ہے؟ میں اپنے سامنے بہشت کی راہ دیکھ رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا: میں جانتا ہوں کہ آپ ملاقات خدا کے عاشق ہیں اور آپ کے سامنے بہشت کی راہ ہے۔ میں جناب کی جدائی پر روتا ہوں اور اپنے آپ پر رو رہا ہوں۔ (۱/۱۷ بحوالہ بحارالانوار، ج ۴۲، ص ۲۰۴)

آرام کی موت

شیراز کا رہنے والا میرا ایک دوست تھا جس کا نام حاجی مومن تھا وہ کہتا ہے کہ شیراز کے ائمہ جماعت میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ آیئے علی بن موسیٰ الرضا کی زیارت کے لئے چلیں۔ ہم نے ایک گاڑی اسپیشل کرائے پر حاصل کی۔ کچھ تاجر بھی ہمراہ تھے۔ ہم چلے یہاں تک کہ قم المقدسہ پہنچے اور وہاں زیارت معصومہ علیہا السلام کے لئے ایک دو دن قیام کیا۔ وہاں میرے لئے عجیب وغریب حالات پیدا ہوئے اور بہت سے حقائق کا ادراک کیا۔ پھر ہم نے تہران کا سفر کیا اور اس کے بعد مشہد مقدس کے لئے روانہ ہوگئے۔ جب نیشاپور سے ہم گزرے تو ہم نے دیکھا

کہ ایک عام شخص سڑک کے کنارے مشہد کی طرف جا رہا ہے اور صرف ایک گٹھڑی اس کے کندھے پر ہے۔

گاڑی والوں نے گاڑی روکی کہ اس کو سوار کرلیں کیونکہ ثواب کا کام ہے اور گاڑی میں جگہ بھی ہے۔ چند افراد نیچے اترے ان میں سے میں بھی تھا۔ اس کو سوار ہونے کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ جب ہمارا اصرار بڑھا تو اس نے قبول کرلیا لیکن اس شرط پر کہ میرے پہلو میں بیٹھے اور جو وہ کہے میں انکار نہ کروں۔

وہ سوار ہوا اور میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔ وہ تمام راستے میرے ساتھ گفتگو کرتا رہا اور بہت سے حالات کے بارے میں مجھے خبر دی اور یکا یک مجھے زندگی کے آخر تک حالات سے آگاہ کردیا اور میں اندرونی طور پر بہت محظوظ ہو رہا تھا اور اس ملاقات میں میں نے یہ جانا کہ یہ عطیۂ پروردگار اور حضرت رضا علیہ السلام کا مہمان ہے اور یہاں تک کہ ہم قدمگاہ کے نزدیک پہنچے۔

ہم سب نیچے اترے، کھانے کا وقت تھا اور میں نے چاہا کہ جا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھاؤں لیکن اس نے کہا: آج میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ میں بھی چاہتا کہ اس کی رفاقت ترک کروں۔ چونکہ میرے لئے ضروری تھا کہ اس کی کسی بات سے پس و پیش نہ کروں لہٰذا میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ چلا اور کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔

اس نے جیب سے ایک رومال نکالا اور روٹی گویا کہ تازہ تھی اور سبز کشمش نکالی اور ہم کھانے میں مشغول ہوئے اور سیر ہوگئے۔ کھانا انتہائی لذیذ اور مزیدار تھا۔ اس وقت اس نے کہا کہ اگر تو اپنے رفقاء کے پاس جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے۔

میں اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکلا اور میں نے دیکھا کہ جس برتن سے ہم مل کر کھانا کھایا کرتے تھے اس میں خون اور کثافت ہے اور وہ لقمے توڑ رہے ہیں اور کھا رہے ہیں اور ان کے ہاتھ اور منہ بھی آلودہ ہو چکے ہیں لیکن انہیں خود معلوم نہیں کہ کیا کر رہے ہیں اور لذت کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ میں نے کچھ نہ کہا چونکہ مجھ پر ہر حال میں سکوت ضروری تھا۔

میں اس مرد کے پاس واپس لوٹا۔ اس نے مجھ سے کہا: تو نے دیکھا کہ تیرے ساتھی کیا کھا رہے ہیں؟ تیری غذا بھی شیراز سے یہاں تک یہی تھی اور تجھے معلوم نہیں تھا۔ غذائے حرام اور مشتبہ اسی طرح ہوتی ہے۔ قہوہ خانوں اور بازار کی غذا سے پرہیز کر۔

میں نے کہا: انشاء اللہ اس کے بعد ایسے ہی کروں گا۔

اس کے بعد کہا: حاجی مومن! میری موت کا وقت آ پہنچا ہے۔ میں یہاں سے اوپر والی منزل کی طرف جا رہا ہوں اور وہاں میں مرجاؤں گا۔ اس رومال کو لو اور جتنے پیسے اس میں ہیں میرے غسل و کفن پر خرچ کرنا اور جہاں جناب سید ہاشم مناسب سمجھیں دفن کرنا۔ (سید ہاشم شیراز کا امام جماعت تھے جن کے ہمراہ ہم سب مشہد آئے تھے)۔

میں نے کہا: کیا تم مرنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: خاموش رہو۔ میں مرجاؤں گا اور اس واقعے کو کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔

اس کے بعد حضرت کے مرقد مطہر کے سامنے کھڑا ہوا اور سلام عرض کیا اور

بہت زیادہ گریہ کیا اور کہا: یہاں قدم بوسی کے لئے آیا ہوں لیکن اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ حضرت کے مرقد مطہر کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔

وہ تہہ خانہ سے اوپر گیا اور میں حیرانگی اور پریشانی میں مبتلا تھا۔ گویا فکر و اختیار کی زنجیر میرے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔

کچھ لمحوں کے بعد میں بھی بالائی منزل پر گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ چت لیٹا ہوا ہے، پاؤں قبلے کی طرف دراز ہیں اور تبسم کے ساتھ جان دے چکا ہے گویا ہزار سال کا مردہ ہو۔ میں بالائی منزل سے نیچے آیا اور جناب سید ہاشم اور باقی رفقاء کو تلاش کیا اور ان کو واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے بہت افسوس کیا اور مجھ سے مواخذہ کیا کہ تم نے ہم کو کیوں نہیں بتایا اور واقعے کے بارے میں ہمیں مطلع کیوں نہیں کیا؟

میں نے کہا: خود اس نے حکم دیا تھا۔ اگر میں جانتا کہ وہ مرنے کے بعد بھی راضی نہیں تو اب بھی نہ بتاتا۔

سب ساتھیوں نے اظہار افسوس کیا اور سب بالائی منزل پر گئے اور جنازے کو نیچے لے آئے اور گاڑی میں رکھ کر مشہد کی طرف روانہ ہوئے۔

ہم مشہد پہنچے۔ حضرت جناب سید ہاشم وہاں کے علماء میں سے ایک کے پاس گئے اور ان کو اس واقعے سے مطلع کیا۔ وہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ وہاں آئے اور میت کو غسل و کفن دیا، نماز جنازہ ادا کی اور صحن مطہر کے ایک کونے میں دفن کیا۔ غسل و کفن کے اخراجات میں نے رومال میں سے دیئے۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو رومال کے پیسے بھی پورے ہوگئے۔ نہ ایک ریال کم نہ زیادہ۔ اس رومال میں کل بارہ تومان تھے۔ (۹۵/۱)

اختیاری موت

مرحوم شیخ محمد حکیم ہیدجی جو کہ تہران کے علماء میں سے تھے اور آخر عمر تک مدرسہ منیریہ کے ایک کمرے میں درس دیتے رہے جو کہ امام زادہ سید ناصرالدین کی قبر سے متصل ہے اور اب وہ مدرسہ خیابان کی توسیع کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔

مرحوم ایک مرد حکیم، عارف اور اہل غرور کے رویے سے پاک، صاف ضمیر، روشن دل اور بلند فکر کے مالک تھے۔ وہ آخر عمر تک تدریس میں مشغول رہے اور طلاب علوم دینیہ میں سے جو بھی جو درس چاہتا وہ پڑھاتے۔ شرح منظومہ سبزواری، اسفار ملا صدرا، شفا، اشارات اور یہاں تک کہ دروس مقدمات مثلاً جامع المقدمات بھی پڑھاتے اور کسی قسم کا دریغ نہ کرتے۔

کہتے ہیں کہ مرحوم ہیدجی اختیاری موت کے منکر تھے۔ اور اس درجہ اور کمال کو لوگوں کے لئے منع شدہ خیال کرتے تھے اور شاگردوں کے ساتھ بحث میں بھی اس کا انکار اور رد پیش کرتے۔

ایک رات اپنے حجرے میں فریضۂ نماز عشاء پڑھنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر تعقیبات میں مشغول تھے کہ اچانک ایک دیہاتی شخص داخل ہوا۔ سلام کیا، اپنے عصا کو کونے میں رکھا اور کہا: جناب اخوند! اس کام کے ساتھ تمہارا کیا مطلب ہے؟

ہیدجی نے پوچھا: کون سا کام؟

اس بوڑھے نے کہا: موت اختیاری اور اس کا انکار، ان باتوں سے، تمہارا کیا واسطہ؟

ہیدجی نے کہا: یہ ہمارا وظیفہ ہے، بحث وتنقید اور تحلیل ہمارا کام ہے، درس

دیتے ہیں، ہمارا مطالعہ ہے اس کام کی وجہ سے ہم نے زحمت اٹھائی ہے، اپنی طرف سے نہیں کہتے۔

بوڑھے نے کہا: تم موت اختیاری کو قبول نہیں کرتے؟

ہیدجی نے کہا: نہیں۔

بوڑھے آدمی نے دیکھنے والوں کے سامنے اپنے پاؤں کو قبلے کی طرف دراز کیا اور پشت کے بل لیٹ گیا اور کہا: **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.** اور دنیا سے رحلت کر گیا، گویا ہزار سال سے مردہ ہو۔

حکیم ہیدجی بہت پریشان ہوئے کہ یہ کون سی مصیبت تھی جو ہم پر نازل ہوئی۔ حکومت ہمارے ساتھ کیا کرے گی؟ کہیں گے کہ ایک مرد مسافر کو حجرے میں لے گئے اور اسے قتل کیا اور زہر دیدیا یا گلا گھونٹ دیا۔

جلدی سے دوڑے اور طلباء کو مطلع کیا۔ وہ حجرے میں آئے اور سب حیران اور اس حادثے کی وجہ سے فکرمند ہوئے۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ خادم مدرسہ ایک تابوت لے آئے اور رات کی تاریکی میں مدرسے سے لے جائیں اور اکیلے اس کی تجہیز وتکفین کریں کہ اچانک وہ بوڑھا اپنی جگہ سے اٹھا اور بیٹھ کر **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھی اور اس کے بعد ہیدجی کی طرف منہ کر کے زیر لب مسکرایا اور کہا: اب آپ نے یقین کیا؟

ہیدجی نے کہا: ہاں میں نے یقین کیا، تو نے تو میری جان لے لی تھی۔

بوڑھے نے کہا: جناب! صرف درس پڑھنا کافی نہیں، آدھی رات کی عبادت بھی ضروری ہے۔

اسی رات سے حکیم ہیدجی نے اپنے رویے کو تبدیل کیا۔ آدھا وقت

مطالعے، لکھنے اور تدریس کے لئے اور آدھا فکر و ذکر و عبادت خدا کے لئے قرار دیا۔ رات کو اپنے بستر سے اٹھتے اور وہاں جاتے جہاں پہنچنا چاہئے۔ دل نور خدا کی وجہ سے منور اور غیر سے پاک اور ہر حال میں انس ومحبت سے لبریز ہوگیا۔

فارسی و ترکی کے اشعار کے دیوان سے ان کے حالات دریافت ہو سکتے ہیں۔ شرح منظومہ سبزواری پر ان کا حاشیہ ہے جو کہ بہت مفید ہے۔ اپنے دیوان کے آخر میں ایک وصیت نامہ لکھا جو بہت شیریں اور دلکش ہے۔ حمد خدا اور شہادت و اثاثوں اور کتب کی تقسیم کے بعد کہتے ہیں:

"میں دوستوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ جب تک لوگ میرے تابوت پر کپڑا نہ ڈالیں، آہ وفریاد ضروری نہیں اور مجلس ختم کی آواز کوئی نہ سنے، کیونکہ میری عمر ختم ہوچکی ہے اور میرا کام ختم ہوگیا۔ میرے دوست خوش ہوں کہ میں نے زندان دنیا سے چھٹکارا حاصل کیا اور اپنی منزل کی طرف جارہا ہوں اور وہاں عمر جاودانی سے بہرہ یاب ہوں گا۔ اگر میرے دوست میری جدائی کی وجہ سے بے چین ہیں تو انشاء اللہ وہ بھی آئیں گے اور ہم ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔"

انہوں نے کچھ رقم دوستوں کو دی کہ میری شب رحلت میں میرے لئے محفل جشن برپا کریں کیونکہ وہ رات، میری شب وصال ہے۔ مرحوم رفیق شفیق جناب سید مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ساتھ مہمانی و ضیافت کا وعدہ کیا ہے۔ انشاء اللہ وہ اپنے وعدے کو پورا کریں گے۔

مدرسہ منیریہ کے تمام طلباء کہتے ہیں کہ اس رات مرحوم ہیدجی نے سب طلباء کو جمع کیا اور نصیحت کرتے رہے اور اخلاق کی دعوت دی اور بہت زیادہ مزاح کیا اور ہنستے رہے۔ ہمیں بہت تعجب اور حیرت ہوئی کہ یہ استاد رات عبادت میں بسر

کرتے ہیں لیکن آج کی رات کیوں اس قدر مزاح کر رہے ہیں۔

ہیدجی نے نماز صبح اول فجر صادق میں ادا کی اور اس کے بعد حجرے میں آرام کے لئے چلے گئے۔ کچھ لمحوں کے بعد جب حجرے کے در کو کھولا گیا تو دیکھا کہ وہ رو بہ قبلہ سوئے ہوئے ہیں اور رحلت فرما چکے ہیں۔ (۱/۹۵)

بغیر خوف کے موت

میرے ایک دوست جو کہ صاحب ضمیر، روشن دل، متقی و پرہیزگار اور انتہائی سمجھدار تھے جن کا نام حاجی ہادی خانصمی ابہری تھا جنہوں نے بیاسی سال عمر پائی تھی۔ وہ نقل کرتے ہیں:

ایک سفر میں ہم مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے، چند دن ہم نے نجف اشرف میں زیارت کے لئے گزارے لیکن کسی ایسے شخص کو ہم نے نہیں پایا جس کے ساتھ بیٹھیں اور درد دل بیان کریں تاکہ پریشان دل کو قدرے تسکین ہو۔

ایک دن حرم مطہر کی زیارت کے لئے گئے اور کچھ دیر حرم میں بھی بیٹھے مگر کوئی شخص نہ ملا۔ میں نے امیرالمؤمنینؑ کی خدمت میں عرض کیا: "اے ہمارے آقا ومولا! ہم آپ کے مہمان ہیں، ہمیں نجف میں قیام کئے ہوئے چند دن ہوچکے ہیں لیکن کوئی شخص نہ ملا۔ یہ آپ کے کرم سے تو بعید ہے۔"

دعا کے بعد حرم سے باہر نکلے اور بغیر اختیار کے بازار خویش میں داخل ہوئے اور چلتے ہوئے مرحوم سید محمد کاظم یزدی کے مدرسے میں آئے۔ صحن مدرسہ میں چبوترے کے سامنے ایک کمرے میں بیٹھے۔ نماز ظہر کا وقت ہوا تو ہم نے دیکھا

کہ بالائی منزل سے ایک بزرگ جو کہ بہت خوبصورت اور زندہ دل نظر آتے تھے باہر نکلے، وہ مدرسے کی چھت پر گئے، اذان کہی اور پھر واپس لوٹ آئے۔ جب وہ کمرے میں داخل ہورہے تھے تو ہماری نظریں ان کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ہم نے دیکھا کہ اثرِ اذان کی وجہ سے ان کے دونوں رخسارے مثل موتیوں کے درخشاں ہیں۔ پھر وہ حجرے میں گئے اور دروازہ بند کرلیا۔

میں نے رونا شروع کیا اور عرض کیا: ''یاامیرالمؤمنینؑ چند روز کے بعد ایک شخص کو دیکھا مگر اس نے بھی مجھ سے بے اعتنائی کی۔''

فوراً ان بزرگ نے دروازہ کھولا اور میری طرف منہ کر کے اشارہ کیا کہ اوپر آجاؤ۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بالائی منزل پر گیا اور کمرے میں داخل ہوا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور کچھ دیر تک روتے رہے پھر ہم دونوں خاموش ہوگئے۔ کچھ دیر تو ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

یہ روشن ضمیر بزرگ شیخ مرتضٰی طالقانی اعلی اللہ مقامہ الشریف تھے جو اچھی عادات و صفات کے مالک تھے۔ انہوں نے زندگی مدرسے میں گزاری تھی اور حکیم ہیدجی کی مثل تدریس میں مشغول رہے اور طالب علموں میں سے ہر طالب علم جو درس چاہتا وہ اسے پڑھاتے۔

سید صاحب کے طلباء کہتے ہیں کہ مرحوم شیخ مرتضٰی نے اپنی رحلت کی رات سب کو حجرے میں جمع کیا اور شب سے لے کر صبح تک خوش و خرم تھے۔ سب کے ساتھ مزاح کرتے اور ہنستے۔ طلباء میں سے جو اپنے حجرے میں جانا چاہتا کہتے کہ ''ایک رات ہے غنیمت ہے'' اور کوئی بھی ان کی موت کی خبر سے مطلع نہ تھا۔

جب طلوع فجر ہوئی تو شیخ مدرسے کی چھت پر گئے اور اذان کہی۔ نیچے آئے اور ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ دیکھا کہ شیخ اپنے حجرے میں رو بہ قبلہ سوئے ہوئے ہیں اور ایک کپڑا اپنے اوپر ڈالے ہوئے ہیں اور جان جانِ آفریں کے حوالے کردی ہے۔

خادم مدرسہ کہتا ہے کہ اس دن کے عصر کے وقت کہ جس کے دوسرے دن صبح کو شیخ نے رحلت فرمائی، شیخ نے میرے ساتھ گزرتے ہوئے ملاقات کی اور مجھ سے کہا: آج رات تو سوئے گا اور صبح کو نیند سے بیدار ہوگا اور حوض کے کنارے تو جائے گا تاکہ وضو کرے، تو لوگ کہیں گے کہ شیخ مرتضٰی رحلت کرچکے ہیں۔ خادم کہتا ہے کہ میں بالکل ان کے مطلب کو نہ سمجھا اور ان باتوں کو سادہ اور مزاح سے تعبیر کیا۔ صبح کو میں نیند سے بیدار ہوا اور حوض کے کنارے چلا کہ وضو کروں۔ میں نے دیکھا کہ مدرسہ کے طلباء کہہ رہے ہیں کہ شیخ مرتضٰی رحلت فرما چکے ہیں۔ (۱۰۳/۱)

موت سے خوف کی وجہ

کتاب معانی الاخبار میں شیخ صدوق امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کا ایک دوست تھا جو کہ بہت مذاق کرنے والا تھا۔ کچھ مدت تک امام کی خدمت میں نہ آیا۔ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے دریافت فرمایا: کیا حال ہے؟

اس نے کہا: اے فرزند رسول! زندگی گزار رہا ہوں اس کے خلاف جو میں چاہتا ہوں اور اس کے خلاف جو خدا چاہتا ہے اور اس کے خلاف جو شیطان چاہتا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام ہنسے اور فرمایا: وہ کس طرح؟

اس نے عرض کیا: وہ اس طرح کہ خداوند عزوجل پسند فرماتا ہے کہ اس کی اطاعت کروں اور کبھی بھی اس کی نافرمانی نہ کروں اور میں اس طرح نہیں ہوں۔ اپنے لئے پسند کرتا ہوں کہ ہرگز نہ مروں مگر اس طرح بھی نہیں ہے۔

ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسول! **مالنا نکرہ الموت ولا نحبہ؟** ہم موت کو ناپسند کیوں کرتے ہیں اور اس کو دوست کیوں نہیں رکھتے؟

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: **انکم اخربتم آخرتکم و عمرتم دنیاکم، فانتم تکرھون النقلة من العمرانِ الی الخراب.** سبب یہ ہے کہ تم نے آخرت کو تباہ کیا اور دنیا کو آباد کیا۔ اس لئے تم ناپسند کرتے ہو کہ آباد جگہ سے منتقل ہو کر خراب جگہ کی طرف جاؤ۔ (ا/۱۰۶۔ بحوالہ معانی الاخبار ص۲۸۹)

موت ـــــ بہشت یا دوزخ کا پل ہے

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: روز عاشور امام حسین علیہ السلام پر سخت مشکل دن تھا، جو لوگ حضرتؑ کے ہمراہ تھے، جب حضرتؑ نے ان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ان کی حالت یہ تھی کہ جیسے جیسے حالات سنگین ہوتے ان کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوتا اور ان کا جوڑ جوڑ کانپتا اور ان کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

لیکن حضرت امام حسینؑ اور ان کے بعض خاص اصحاب کی حالت اس طرح تھی کہ ان کے چہرے روشن تھے اور اعضاء سکون میں تھے اور دل آرام میں تھا۔

یہاں بعض نے ایک دوسرے سے کہا: دیکھا تم نے! گویا یہ شخص موت سے بالکل خائف نہیں۔

حضرت سیدالشہداء نے ان سے فرمایا: اے فرزندان عزیز اور میرے بزرگان! تھوڑا سا آرام کرلو، صبر و تحمل کو سامنے رکھو، کیونکہ موت ایک پُل کی مثل ہے جو تم کو تکالیف سے گزار کر بہشت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی نعمات کی طرف لے جائے گی۔ تم میں سے کون ہے جو زندان سے روشن محل کی طرف منتقل ہونے کو ناپسند کرتا ہو؟ ہاں تمہارے دشمنوں کے لئے موت محل سے نکل کر زندان اور عذاب کی طرف منتقل ہونے کی مثل ہے۔

بے شک میرے باپ نے میرے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ''یقیناً دنیا مومن کے لئے زندان اور کافر کے لئے بہشت ہے اور موت ایک پُل ہے جو مومنین کو بہشت کی طرف اور ہمارے دشمنوں کو جہنم کی طرف کھینچ لاتی ہے۔'' میں جھوٹ نہیں کہتا اور مجھ سے بھی جھوٹ نہیں کہا گیا۔

(ا/۱۰۷ بحوالہ معانی الاخبار ص۲۸۸)

موت بہترین حالات میں

صوفیوں میں سے مدینے کا رہنے والا ایک شخص کا نام محمد بن منکدر تھا۔ ایک دن اس نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت گرم ہوا میں دو غلاموں کے کندھوں کا سہارا لئے ہوئے فربہ بدن کے ساتھ نخلستان کی طرف جارہے ہیں۔

یہ دیکھ کر محمد بن منکدر نے اپنے آپ کو کہا کہ آیا زہد اسی کو کہتے ہیں؟ ابھی میں جاتا ہوں اور ان کو نصیحت کرتا ہوں۔ وہ ان کے سامنے آیا اور کہا: اس گرم ہوا میں حصول دنیا کے لئے اس کیفیت کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ اگر اس حالت میں موت آجائے تو پروردگار کے سامنے کیا جواب دیں گے؟

حضرت نے توقف فرمایا اور اس کی طرف منہ کر کے فرمایا: اگر میری موت اس حال میں آجائے تو بہترین موت ہے کہ میں اپنے وظیفے کو انجام دینے اور اپنے اور اپنے عیال کے لئے کسب حلال اور حفظ آبرو و زندگی کی قوت لایموت کے لئے جارہا ہوں اور الحمدللہ میں خدا کے حضور ماجور و مثاب ہوں گا اور میں اس موت سے ڈرتا ہوں جو ایسے حال میں آئے کہ میں معصیت کا مرتکب ہو کر جاؤں۔

محمد بن منکدر نے کہا: تعجب ہے میں نے چاہا کہ تمہیں نصیحت کروں مگر تم نے تو مجھے پند و نصیحت کردی۔ (۱/۱۴۴ بحوالہ ارشاد مفید)

جنازے سے نالہ وفریاد کی آواز

مرحوم محدث قمی نفع بخش کتابوں مثل سفینۃ البحار والکنی والالقاب وغیرہ کے مؤلف جن کا تقویٰ و پرہیزگاری اور سچائی تمام اہل علم کے درمیان مشہور تھی، قابل وثوق افراد بغیر کسی واسطے کے خود ان ہی سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

ایک دن میں وادی السلام نجف اشرف میں اہل قبور اور ارواح مومنین کی زیارت کے لئے گیا۔ اچانک میں نے دور سے اونٹ کے چیخنے کی آواز سنی جیسے اسے داغا جارہا ہو۔ اس کی آواز سے تمام وادی السلام کی زمین متزلزل تھی اور کانپ

رہی تھی۔ میں جلدی سے اس جانب روانہ ہوا تاکہ اونٹ کو نجات دلاؤں۔ جب میں نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اونٹ نہیں بلکہ جنازہ ہے لوگ جسے دفن کرنے کے لئے لائے ہیں اور یہ آواز جنازے سے بلند ہو رہی تھی۔ وہاں موجود افراد اسے دفن کرنے کے درپے تھے اور بالکل ان کو کوئی علم نہ تھا اور وہ انتہائی سنجیدگی اور آرام کے ساتھ اپنے کام میں مشغول تھے۔

یقیناً یہ کسی مرد ظالم کا جنازہ تھا کہ کوچ کے اولین وقت میں عذاب سے دوچار ہوا تھا یعنی دفن اور عذاب قبر سے پہلے۔ اس نے برزخی چہروں اور صورتوں کو دیکھا جس کی وجہ سے وہ وحشتناک ہوا اور فریاد کر رہا تھا۔ (۱/۱۳۷)

آیت اللہ گلپایگانی قبرستان میں

مرحوم آیت اللہ جناب سید جمال الدین گلپایگانی رضوان اللہ علیہ نجف اشرف کے علماء اور مراجع عالی قدر میں سے تھے۔ مرحوم آیت اللہ نائینی جو علم و عمل میں مشہور ہیں ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ وہ عظمت قدر و کرامت مقام و نفس پاک کے لحاظ سے مورد تصدیق ہیں کہ اس میں کسی کے لئے شک و تردید کی گنجائش نہیں۔ حفاظت نفس اور خواہشات نفسانیہ سے اجتناب میں وہ مقام اول پر فائز تھے۔

ان کی مناجات کی صداؤں اور گریہ کی آوازوں کے بارے میں ہمسائے بیان کرتے ہیں۔ ہمیشہ صحیفۂ سجادیہ ان کے کمرۂ خلوت میں موجود ہوتا۔ جیسے ہی مطالعے سے فارغ ہوتے صحیفۂ سجادیہ کے پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ دلسوز آہ و زاری، بہنے والے آنسو، موثر گفتگو اور سنجیدہ دل کے مالک تھے۔

نوے سال سے زیادہ عمر گزار کر دنیا سے رحلت فرمائی۔ ایام جوانی میں اصفہان میں علم حاصل کیا اور مرحوم آیت اللہ حسین بروجردی کے ساتھ درس و مباحثہ کرتے تھے اور آیت اللہ بروجردی جتنا وقت بروجرد میں رہے اور جتنا وقت قم میں گزارا، ان سے مسلسل خط و کتابت رکھی اور بعض پوشیدہ مسائل اور رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں ان سے مدد حاصل کرتے تھے۔

بندۂ حقیر سات سال تک نجف میں تحصیل علم کیلئے اقامت کے دوران ان کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ ہفتے میں ایک دو بار ان کے مکان پر جاتا اور ایک ساعت ان کے ہاں بیٹھتا کہ وہ بہت متقی و پرہیزگار تھے۔ اس حال میں جتنی عمر ان کی اصفہان یا نجف اشرف میں گزری اور جو جو واقعات ان پر گزرے میرے لئے نقل فرماتے اور بعض مطالب مخفی اور پوشیدہ کے بارے میں مجھے آگاہ کرتے تھے۔

ان کا مکان محلّہ حویش میں تھا۔ بالاخانے میں ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتے اور میں بلاقیدِ وقت ان کی خدمت سے مشرف ہوتا اور وہ مکاشفات و واقعات اور حالات و حکایات مجھ سے بیان کرتے لیکن جب باہر سے پاؤں کی آہٹ سنتے اگرچہ آنے والا شخص خاص الخاص ان کا ہوتا بات کو روک دیتے اور بحث علمی و فقہی میں مشغول ہو جاتے تا کہ آنے والا شخص یہ محسوس کرے کہ ہم مذاکرہ و بحث علمی میں مشغول ہیں۔

وہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

میں دوران جوانی اصفہان میں تھا۔ دو استادوں مرحوم آخوند کاشی اور جہانگیر خان سے درس اخلاق و تاریخ اور سلوک میں نے سیکھا۔ وہ دونوں میرے مربی تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ شب جمعرات اور شب جمعہ اصفہان سے باہر

جایا کروں، قبرستانِ تخت فولاد میں عالم موت اور ارواح کے بارے میں فکر کیا کروں اور عبادت کیا کروں اور صبح کو واپس لوٹا کروں۔

میری عادت یہی تھی کہ میں شب جمعرات اور شب جمعہ کو قبرستان جاتا اور ایک دو گھنٹے قبروں کے درمیان اور مقبروں میں چلتا، غور و فکر کرتا اور کچھ دیر بعد آرام کرتا۔ اس کے بعد نماز شب اور مناجات کے لئے اٹھتا اور نماز صبح پڑھتا اور اس کے بعد اصفہان چلا آتا۔

مزید فرمایا: سردیوں کی راتوں میں سے ایک رات جب سخت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور برفباری بھی ہو رہی تھی، میں ارواح اور ساکنان وادی السلام کے بارے میں تفکر کرنے کے لئے اصفہان سے چلا اور تخت فولاد کی طرف آیا۔ ایک حجرے میں گیا اور میں نے چاہا کہ اپنے رومال کو کھولوں تا کہ چند لقمے غذا کے کھالوں اور اس کے بعد آرام کروں تا کہ نصف شب کو بیدار ہو کر اپنے کام اور عبادت میں مشغول ہو جاؤں۔

اسی اثناء میں مقبرے کے در پر دستک ہوئی۔ ایک جنازہ جو کہ صاحب مقبرہ کے لواحقین اور رشتہ داروں میں سے تھا اسے اصفہان سے لائے تھے، وہ لوگ چاہتے تھے کہ جنازہ اس مقبرے میں رکھیں اور قاری قرآن جو اس مقبرے میں کام کرتا تھا اور نگران تھا، اس پر تلاوت قرآن کرے اور وہ صبح کو آ کر جنازے کو دفن کریں۔

میں نے جیسے ہی رومال کو کھولا اور چاہا کہ کھانا کھاؤں تو دیکھا کہ ملائکہ عذاب آئے ہیں اور جنازے کو عذاب دینے میں مشغول ہوگئے ہیں۔ (یہ خود اس مرحوم کی عین عبارت ہے) چنانچہ آتشیں گرز اس کے سر پر مار رہے ہیں اور آگ

آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور اس مُردے کی چیخ و پکار اور فریاد کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں گویا اس نے تمام قبرستان کو متزلزل کر دیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے کون سا گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مستحق عذاب ہوا۔ قاری کو تو بالکل علم ہی نہیں تھا۔ وہ بڑے آرام و سکون سے تلاوت قرآن میں مشغول تھا۔ اس منظر کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے میری حالت متغیر ہوگئی۔ بدن کانپنے لگا، رنگ اڑ گیا، جتنا بھی میں صاحب مقبرہ کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کرتا تاکہ یہاں سے نکل جاؤں، لیکن وہ میرے اشاروں کو نہیں سمجھ رہا تھا اور جتنا بھی میں بولنا چاہتا میرے لب حرکت نہیں کر رہے تھے گویا میری زبان مقفل ہو چکی تھی۔

آخر میں میں نے اسے سمجھایا کہ جلدی سے دروازے کی زنجیر کھول میں جانا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: جناب ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے، برف نے زمین پر اپنی سفید چادر تان لی ہے، راستے میں بھیڑیوں کا خطرہ بھی ہے وہ آپ کو گزند پہنچائیں گے۔

جتنا بھی میں نے چاہا کہ اسے سمجھاؤں کہ مجھے یہاں بیٹھنے کی طاقت نہیں، اس نے نہ سمجھا۔ ناچار و مجبور میں نے کمرے کے دروازے کو کھولا اور باہر نکلا اور اصفہان جو کہ زیادہ مسافت پر واقع نہیں تھا بڑی مشکل سے پہنچا راستے میں کئی بار زمین پر گرا آخر خدا خدا کر کے اپنے حجرے میں پہنچا۔ ایک ہفتہ بیمار رہا۔ اس دوران مرحوم آخوند کاشی اور جہانگیر خان میرے حجرے میں آتے اور میری دلجوئی فرماتے۔ مجھے دوائی دیتے۔ جہانگیر میرے لئے کباب بنا کر لاتے اور زبردستی میرے منہ میں دیتے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ میری طاقت وقوت بحال ہوئی۔ (۱/۱۳۸)

سرکش لوگوں کی ارواح کے ساتھ کلام

آیت اللہ گلپایگانی نے فرمایا:

ایک دن میں وادی السلام میں اہل قبور کی زیارت کے لئے گیا چونکہ ہوا بہت گرم تھی میں اس چھت کے نیچے بیٹھ گیا جو ایک قبر کی دیوار پر بنائی گئی تھی۔ میں نے عمامہ سر سے اتارا اور عبا کو ایک طرف رکھا تاکہ کچھ دیر کے لئے آرام کرلوں اور پھر واپس پلٹ جاؤں۔ اسی حال میں میں نے دیکھا کہ ایک مُردوں کی جماعت جن کے لباس پارہ پارہ اور فرسودہ اور وضع انتہائی کثیف تھی میری طرف آرہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے طلب شفاعت کی اور کہا: ہماری حالت بہت خراب ہے خدا سے دعا کریں کہ ہمیں معاف فرمائے۔

میں نے ان کو سختی سے جواب دیا اور کہا: دنیا میں تمہیں اچھے کاموں کی کتنی ترغیب دی گئی لیکن تم نے کسی کی بات نہ سنی اب تم اپنے گزشتہ کاموں سے طلب عفو کرتے ہو۔ دفع ہو جاؤ اے سرکشو۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہ عرب کے وہ افراد تھے جو دنیا میں متکبرانہ زندگی گزارتے تھے اور ان کی قبریں اس قبر کے اطراف میں تھیں جس پر میں بیٹھا تھا۔

موت کی تعریف

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: میرے والد امام علی بن محمد نقیؑ اپنے ایک صحابی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو بستر مرگ پر پڑا تھا۔ امام نے دیکھا کہ

وہ شخص رو رہا تھا اور موت کے خوف کی وجہ سے چلا رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا: اے بندۂ خدا! تو موت سے اس لئے وحشت و خوف محسوس کرتا ہے کہ تجھے موت سے آشنائی نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا: میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہو سکے تو جواب دے۔ فرض کر جب تیرے بدن پر میل کچیل ہو اور وہ میل کچیل تیرے لئے اذیت کا باعث ہو اور ایسے میں تیرے بدن پر دانے ظاہر ہوں اور مرض پیدا ہو جائے اور تو جانتا ہے کہ اگر تو حمام چلا جائے اور ان کو دھو ڈالے تو یہ تمام مرض اور میل کچیل ختم ہو جائے گی اور تیرا بدن پاک و پاکیزہ ہو جائے گا، کیا تو پسند کرے گا کہ حمام جا کر اس تمام میل کچیل اور آفات کو خود سے دور کرے یا حمام جانا پسند نہیں کرے گا؟

مریض نے عرض کیا: اے فرزند رسول! میں چاہوں گا کہ حمام جاؤں اور اس میل کچیل کو خود سے ختم کروں۔

حضرت نے فرمایا: موت بھی اسی حمام کے حکم میں ہے جو انسان کو ان گناہوں سے پاک کرتی ہے جو اس نے انجام دیئے۔

اس کے بعد حضرت نے سوال کیا: اے بندۂ خدا! چھوٹا بچہ اور دیوانہ دوائی سے دور کیوں بھاگتے ہیں جبکہ وہ ان کی صحت اور سلامتی بدن کے لئے مفید ہوتی ہے اور اس دوائی کے استعمال سے کیوں اجتناب کرتے ہیں جو ان کے لئے تسکین کا باعث ہے؟

عرض کیا: چونکہ مریض دیوانہ اور بچہ اپنے فائدے کو نہیں سمجھتے۔

حضرت نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاج نبوت پہنایا، جو اپنے آپ کو موت کے لئے ہمیشہ آمادہ رکھے اس کے لئے اس

موت میں اس دوائی کے کھانے سے کہیں زیادہ فائدہ ہے۔ اگر لوگوں کو علم ہوتا کہ موت نعمات الٰہی کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہے تو وہ یقیناً موت کو دوست رکھتے۔

بیمار نے امام علیہ السلام کی پرمغز گفتگو سے نشاط و سرور حاصل کیا اس کو قدرے سکون ہوا اور اس کے چہرے پر موت کی آرزو کی خواہش ظاہر ہوئی۔ تب اس نے آنکھیں بند کرلیں اور اس دارفانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چل پڑا۔

(۱/۱۵۹از معانی الاخبار ص۲۹۰)

موت ہی بہترین دوا ہے

نیز اسی سند کے ساتھ کتاب معانی الاخبار میں مرحوم صدوق علیہ الرحمہ حضرت امام علی نقیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا: میرے والد بزرگوار امام محمد جواد علیہ السلام سے سوال ہوا کہ یہ مسلمان موت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: کیونکہ یہ موت کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اس وجہ سے موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ اگر وہ موت کی حقیقت سے شناسائی رکھتے ،اور اولیائے خدا میں سے ہوتے تو موت سے زیادہ محبت کرتے چونکہ وہ جانتے کہ آخرت ان کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

ہمارے معنوی اور روحانی دوستوں میں سے ایک دوست تقریباً بیس سال پہلے امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے آستانہ مبارک کی زیارت کے لئے مشہد مقدس روانہ ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ دو تین دن قیام کے بعد واپس لوٹیں گے۔ واپسی کے وقت انہوں نے وہاں ایک عجیب خواب دیکھا جسے یوں بیان کیا:

حرم میں داخل ہونے کے وقت مؤدبانہ حرم کی ایک طرف کھڑے ہو کر میں نے سلام عرض کیا اور اپنے آپ کو کہا کہ میں امام اور ان کے حق کی حقیقی معرفت نہیں رکھتا مجھے نہیں چاہئے کہ میں حرم میں داخل ہوں، جب تک کہ امام میری حاجت پوری نہ کریں اور مجھے اپنی اور اپنے خدا کی معرفت عطا نہ کریں۔

جمعہ کی رات تھی، ہوا بہت ٹھنڈی تھی، آدھی رات کے وقت میں پچھلے چبوتروں میں سے ایک چبوترے میں جوتے رکھنے کی جگہ کے نزدیک سویا ہوا تھا کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور میرے سر پر چند مرتبہ انگلی ماری اور فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، کھڑے ہو جاؤ اور کام کرو، بغیر کام کے درست نہیں ہوگا۔ میں نے اپنے آپ کو حضرت کے قدموں پر ڈالا کہ بوسہ دوں، حضرت مثل اس شخص کے جو شرمندہ ہو جھکے اور مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور نہیں چاہتے تھے کہ میں بوسہ لوں اور فرمایا: یہ کیا کر رہے ہو؟

میں کھڑا ہوا اور مسجد گوہرشاد کے صحن میں جاکر وضو کیا۔ مسجد کے ایک دالان میں اپنی عبا کو لپیٹ کر رکھا اور دعائے کمیل پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔

اثنائے دعا میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سوگیا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک سرخ داڑھی والا شخص میرے نزدیک آیا اور انتہائی مہربانی کے ساتھ کہا: کیا تو چاہتا ہے کہ اکٹھے چکر لگائیں؟ میں نے کہا: بہت اچھا۔ ہم اکٹھے روانہ ہوئے، مجھے کرۂ ارض کی دور تک سیر کرائی اور بصورت پرواز ہر شہر کے اوپر سے گزرے۔ ان شہروں کے تمام افراد کو دیکھا اور ان کے اچھوں اور بروں کو پہچانا اور دریاؤں اور سمندروں سے گزرتے ہوئے قبر رسولؐ اور صدیقہ کبریٰؑ اور بقیع میں مدفون ائمہؑ کی زیارت کی اور اس کے بعد نجف اشرف، کربلا معلٰی اور ائمہؑ کاظمین و

سامرا علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

وہ شخص ہر جگہ میرے لئے زیارت پڑھتا اور عجیب و غریب مطالب میرے لئے نقل کرتا اور تمام راستے میں میرے ساتھ مشغول گفتگو رہا۔

میں نے بہت سے بزرگان اور لواحقین کے حالات کے بارے میں اور ان کے انجام کی بابت سوال کیا اور اس نے جواب دیا۔ میں نے آباؤاجداد جو کہ رحلت کر چکے ہیں کے بارے میں سوال کیا، اس نے سب کا ایک ایک کر کے جواب دیا۔

اس کے بعد مجھے آسمان کی طرف لے گئے اور وہاں ہم ملائکہ اور ارواح انبیاءؑ و اولیاء کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ بہشت کی سیر کی اور بہشت کی نعمتوں کو ملاحظہ کیا جو کہ قابل توصیف نہیں اور جہنم کے ساتھ پلک جھپکنے میں گزرے اور اس کی کیفیت عذاب کو دیکھا جو کہ قابل بیان نہیں۔

اس سیر کے بعد مجھے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ واپس لوٹیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ ہم واپس چلے، جیسے ہی ہم مسجد گوہرشاد میں داخل ہوئے تو اس نے جانا چاہا اور کہا: اس تمام سیر وتفریح میں پانچ منٹ صرف ہوئے ہیں۔

میں نے کہا: پانچ منٹ۔ اس نے کہا: ہاں پانچ منٹ، جیسا کہ میں نے کہا، اس لئے کہ تو وحشتناک نہ ہو وگرنہ پانچ منٹ بھی صرف نہ ہوتے کیونکہ وہاں زمان و ساعت نہیں ہے۔

پس انتہائی لطف و مہربانی کے ساتھ خداحافظ کہہ کر جانے کے لئے تیار ہوا۔ میں نے کہا: کہاں جاتے ہو مجھے تمہارے ساتھ کام ہے۔ اس نے کہا: میں جانا چاہتا ہوں، انشاء اللہ جب بھی ضرورت ہوگی تمہارے پاس آؤں گا۔

میں نے کہا: بہت سے عجائب وغرائب کے بارے میں آپ نے تھوڑے سے

وقت میں آگاہ کیا اور زمین و آسمان کے بہت سے مقامات کی طرف مجھے لے گئے۔

اس نے کہا: کوئی تعجب کی بات نہیں اور خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔

میں خواب سے بیدار ہوا اور گھڑی کی طرف نگاہ کی۔ میں نے دیکھا کہ پانچ منٹ ہیں، میں نے دعائے کمیل کے بقیہ حصے کو پڑھنا شروع کیا۔

یہ خواب اتنا عجیب اور جس کے مطالب دلکش اور طولانی تھے کہ انہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جناب تین روز تک اپنے خواب کو بیان کرتے رہے۔ اس طریقے سے کہ صبح کو آتے ظہر تک بیان کرتے۔ پھر ہم مسجد چلے جاتے اور ظہر کے بعد پھر آتے اور بقیہ حصے کو بیان کرتے یہاں تک کہ سورج غروب ہوجاتا اور پھر مسجد کیلئے روانہ ہوجاتے۔ اسی طریق پر خواب کا تین دن تک سلسلہ جاری رہا۔

یہ خواب اتنا عجیب تھا کہ انہی دنوں میں بندۂ حقیر ہمدان میں حضرت آیت اللہ جناب شیخ محمد جواد انصاری ہمدانی کی زیارت سے شرفیاب ہوا اور اس خواب کو ان کے سامنے نقل کیا۔ انہوں نے بھی تعجب کیا اور فرمایا: یہ ایسا خواب ہے جس کی نظیر اس زمانے میں نہیں ملتی۔ (۱/۱۷۶)

عالم ارواح کے ساتھ تعلق پیدا کرنا

حضرت آیت اللہ علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرے بھائی سید محمد حسن الٰہی طباطبائی کا تبریز میں ایک شاگرد تھا کہ وہ ان کے پاس درس فلسفہ پڑھتا تھا اور روحوں کو حاضر کرتا تھا۔ میرے بھائی نے اس شاگرد کے توسط سے بہت سی ارواح سے تعلق پیدا کیا۔

اس کا اجمال یہ ہے کہ اس شاگرد کا اس سے پہلے میرے بھائی کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اس کو فلسفہ پڑھنے کا شوق تھا اسی مطلب کی خاطر اس نے ارسطو کی روح کو حاضر کیا اور اس سے درس کا تقاضا کیا۔

ارسطو نے اس کے جواب میں کہا: ملا صدرا کی کتاب اسفار خرید کرو اور جناب سید محمد حسن الٰہی کے پاس جاؤ۔

اس شاگرد نے کتاب اسفار خریدی اور ان کے پاس آ گیا اور ارسطو کا پیغام پہنچایا (جو کہ تین ہزار سال پہلے زندگی گزار چکا تھا)۔

انہوں نے جواب میں فرمایا: میں حاضر ہوں، کوئی حرج نہیں۔

روزانہ وہ شاگرد ان کے پاس آتا اور درس پڑھتا۔ وہ مرحوم فرماتے ہیں کہ میں نے اس شاگرد کے توسط سے بہت سی ارواح کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور ان سے سوالات کئے اور بعض مشکل سوالات خود مؤلفین سے کئے۔ مثلاً حکیم افلاطون کی عبارات میں جو مشکلات تھیں خود انہی سے پوچھیں، اسفار کی مشکلات کے بارے میں خود ملا صدرا سے سوال کئے۔

ایک بار جب میں نے افلاطون سے رابطہ کیا تو افلاطون نے کہا: تم اپنی قدر و قیمت کو جانو، تم روئے زمین پر لا الہ الا اللہ کہہ سکتے ہو، ہم جس زمانے میں تھے اس وقت بت پرستی کا غلبہ تھا۔ ایک بار بھی لا الہ الا اللہ اپنی زبان سے جاری نہیں کرسکتے تھے۔

فرماتے ہیں: ہم نے بہت سے علماء کی روح کو حاضر کیا اور ان سے سوالات کئے لیکن دو علماء کی روح کو حاضر نہ کرسکے۔ ایک مرحوم سید بن طاؤس کی روح اور دوسرے مرحوم سید مہدی بحرالعلوم رضوان اللہ علیہما کی روح۔ یہ دو شخص کہتے

تھے کہ ہم حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت کے لئے وقف ہیں اور ہم قطعاً نیچے آنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حضرت علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ نے فرمایا: سب سے عجیب چیز یہ تھی کہ جب ایک خط تبریز سے ہمارے بھائی کی طرف قم پہنچا تو اس خط میں ہمارے بھائی نے لکھا کہ اس شاگرد نے ہمارے والد کی روح کو حاضر کیا، ہم نے ان سے سوالات کئے اور انہوں نے جوابات دیئے، اس ضمن میں وہ گویا آپ سے گلہ رکھتے ہیں کہ جو تفسیر آپ نے لکھی اس کے ثواب میں ان کو شریک نہیں کیا۔

وہ فرماتے ہیں: اس شاگرد کو مجھ سے بالکل شناسائی نہیں تھی اور نہ میری تفسیر کے بارے میں اسے کوئی اطلاع تھی اور ہمارے بھائی نے کبھی میرا نام اس کے سامنے لیا اور نہ اس چیز کا علم تھا کہ میں نے تفسیر میں اپنے باپ کو شریک نہیں کیا، سوائے میرے اور خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ ہمارے بھائی کو بھی اطلاع نہیں تھی، چونکہ ان امور کا تعلق میرے دل اور نیت سے تھا۔ میں نے اس کے ثواب میں باپ کو اس وجہ سے شریک نہیں کیا کہ میں چاہتا تھا کہ بخل کروں بلکہ میں سمجھتا تھا کہ میرے کام کی کیا قیمت ہے کہ اپنے باپ کو اس میں شریک کروں، میں نے اس خدمت میں کوئی قابلیت نہیں دیکھی تھی۔

جیسے ہی خط پہنچا میں بہت شرمندہ ہوا۔ میں نے کہا: اے میرے خدا! اگر یہ میری تفسیر تیرے نزدیک مورد قبولیت ہے اور ثواب رکھتی ہے تو میں نے اس کے ثواب کو اپنے باپ اور ماں کی روح کے لئے ہدیہ کیا ہے۔ ابھی میں نے یہ جواب نامہ اپنے بھائی کی طرف تبریز نہیں بھیجا تھا کہ چند دن کے بعد میرے بھائی کی طرف سے خط موصول ہوا کہ اس بار میں نے والد کے ساتھ گفتگو کی، وہ بہت خوش

تھے اور کہا کہ خدا اس کو عمر دے اور خدا کی تائید و توفیق اس کے شامل حال ہو کہ سید محمد حسن نے ہمارے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ (۱/۱۸۲)

مرحومین کے لئے خیرات کرنے کا فائدہ

جب میں بندۂ حقیر نجف اشرف میں علوم محمدؐ و آل محمدؑ حاصل کرنے میں مشغول تھا، جمعرات کے دن عصر کے وقت قبور کی زیارت کے لئے وادی السلام نجف اشرف میں گیا۔ میں قبروں کے درمیان چکر لگا رہا تھا کہ میری ملاقات مرحوم حاج شیخ بزرگ سے ہوئی جو کہ عظیم علماء میں سے تھے اور انتہائی زاہد و عبادت گزار اور فن حدیث و رجال کے ماہر تھے، ان دو فنون میں وہ حقیر کے استاد ہیں، کتاب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ اور کتاب اعلام الشیعہ عصر حاضر کی ان کی عمدہ تصانیف میں سے ہیں۔ اس مرحوم نے سو سال سے زیادہ زندگی بسر کی تھی اور انہیں وفات پائے ابھی چند ہی برس ہوئے ہیں۔

میں وادی السلام میں ان کی خدمت میں پہنچا اور سلام عرض کیا۔ ایک دوسرے کے ساتھ فاتحہ پڑھا اور پھر ہم چلے۔ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سطح زمین پر چاروں طرف اینٹوں سے دیوار بنائی گئی تھی اور قبور پر علامتی طور پر پتھر نصب تھے۔

فرمایا: ادھر آؤ یہاں فاتحہ پڑھیں۔ یہاں میرے باپ اور ماں اور بعض دوسرے رشتہ دار ہیں۔

ہم بیٹھے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد ایک روایت نقل فرمائی جس کا ماحصل یہ تھا کہ "جو شخص وقت عصر جمعرات کو والد اور والدہ

کی قبر پر جائے اور طلب مغفرت کرے، خدا ان کو نور کا طبق عطا فرماتا ہے جس سے وہ راضی اور خوشنود ہوتے ہیں اور خدا اس شخص کی حاجات کو پورا کرتا ہے۔" انسان کے رشتہ دار جمعرات کے دن عصر کے وقت ہدیہ کے منتظر ہوتے ہیں لہٰذا میں اثنائے ہفتہ میں عصر جمعرات کی انتظار کرتا رہتا ہوں تا کہ یہاں آ کر فاتحہ پڑھوں۔

اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھے اور روانہ ہوئے راستے میں فرمایا: میرا بچپن تھا اور ہمارا مکان تہران کے پامنار محلے میں تھا۔ چند روز ہوئے تھے میری دادی کو فوت ہوئے۔ ایک دن میری والدہ نے البالو کا پلاؤ پکایا۔ ظہر کے وقت ایک سائل نے گلی میں سوال کیا اس وقت میری والدہ باورچی خانے میں تھیں، اپنی ساس کے ایصال ثواب کے لئے چاہا کہ کچھ غذا سائل کو دیں لیکن کوئی صاف برتن موجود نہیں تھا۔ اس خیال سے کہ سائل واپس نہ چلا جائے جلدی سے کچھ البالو کا پلاؤ حمام کے ٹب میں سائل کو دے دیا۔ اس واقعے کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

آدھی رات کو میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنی والدہ کو بیدار کیا اور کہا: آج آپ نے کون سا کام کیا ہے؟ والدہ نے کہا: مجھے علم نہیں۔

میرے والد نے بھی کہا: ابھی میں نے والدہ کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ مجھے اپنی بہو سے گلہ ہے، آج اس نے مُردوں کے سامنے میری عزت کو تباہ کیا، میرے لئے غذا حمام کے ٹب میں بھیجی، تو تم نے کونسا کام کیا ہے؟

میری والدہ نے بہت سوچا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اچانک انہیں یاد آیا کہ انہوں نے فقیر کو البالو کا پلاؤ ٹب میں دیا تھا جو عالم برزخ میں مرحومہ و مغفورہ کے لئے غذا بنا اسی وجہ سے شکایت کر رہی ہیں۔

(انسان جو بھی احسان انجام دے تو اس کو پورے احترام و اکرام سے انجام دینا چاہئے اور سائل اور فقیر کی عزت کرنی چاہئے۔)

حضرت علیؑ کا موت کے بارے میں خط

محمد بن ادریس حلی نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا: اصحاب امیرالمؤمنین علیہ السلام میں سے ایک صحابی کی موت کی خبر ان تک پہنچی اور اس کے بعد دوسری خبر پہنچی کہ فوت نہیں ہوئے۔

حضرت نے اس مرد کی طرف ایک خط لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد! ایک خبر تیری طرف سے ہم تک پہنچی کہ موجب تشویش اور تیرے برادران کی جزع وفزع کا باعث بنی اور اس کے بعد دوسری خبر موصول ہوئی جسنے پہلی خبر کی تکذیب کی اور یہ خبر موجب سرور اور روشنی چشم اور ہمارے لئے خوشی کی باعث بنی۔ لیکن یہ خوشی و مسرت جلد ختم ہونے والی ہے اور جلد ایسی خبر آئے گی جو پہلی خبر کی تصدیق کرے گی اور یہ سرور وخوشی ختم ہو جائے گی۔

پس کیا تو اس بارے میں اور موقع میں مثل اس کے ہے جس نے موت کا ذائقہ چکھا ہو اور پھر زندہ ہوا ہو؟ یا مثل اس کے ہے کہ جس نے خدا سے دنیا میں رجوع کا تقاضا کیا ہو اور خدا نے اس کی خواہش کو پورا کیا اور دنیا میں لوٹایا ہو، اس دوران اس نے اپنے آپ کو آمادہ و تیار کیا کہ اپنے اموال سے جو اس کی خوشی کے باعث ہیں ان سے کنارہ کش ہوا اور خود کو ہمیشگی اور منزل جاودانی کی منزل پر پہنچایا کہ اپنے لئے اس کے سوا کوئی بادشاہت اور ثروت مناسب نہ سمجھتا ہو؟

جان لو کہ شب و روز گزر رہے ہیں اور نہایت سعی و کوشش میں ہیں کہ عمر کو کم کریں اور اموال کو فنا و خراب کریں اور موت طاری کر کے آخری نقطہ تک پہنچائیں۔ (۱/۱۹۰)

اس کے حکم سے سانپ مرگیا

میرے نجف کے چند دوستوں نے نجف اشرف کے ایک مدرس عالم سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

میں مرحوم استاد العلماء جناب حاج مرزا علی آقا قاضی طباطبائی رضوان اللہ علیہ کے ان مطالب کے بارے میں جو کبھی کبھار ان سے نقل ہوتے اور وہ حالات جو میرے کانوں تک پہنچتے شک میں تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ کرامات اور کمالات جو وہ رکھتے ہیں آیا درست ہیں یا نہیں؟ یہ شاگرد جن کی وہ تربیت کر رہے ہیں کہتے ہیں کہ وہ ایسے حالات و عادات اور کمالات کے مالک ہیں آیا وہ درست ہیں یا محض خیال پر مبنی ہیں؟

کافی عرصے تک ان باتوں میں اپنے آپ کو الجھائے رکھا اور کسی کو میری نیت کے بارے میں علم نہیں تھا یہاں تک کہ ایک دن نماز و عبادت اور بعض دوسرے اعمال بجالانے کے لئے مسجد کوفہ گیا۔

مرحوم قاضی رضوان اللہ علیہ بھی مسجد کوفہ زیارت کے لئے جاتے اور عبادت کے لئے ان کا وہاں مخصوص حجرہ تھا۔ اس مسجد اور مسجد سہلہ کے ساتھ ان کا دلی لگاؤ تھا اور اکثر عبادت اور شب بیداری کے لئے یہاں آتے۔

وہ کہتے ہیں: مسجد کے باہر میری مرحوم قاضیؒ سے ملاقات ہوئی، ایک دوسرے کو سلام کیا اور احوال پرسی کی اور کچھ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کی یہاں تک کہ مسجد سے باہر اونچی دیوار کی بنیاد کے ساتھ قبلہ کی طرف ہم دونوں زمین پر بیٹھے تا کہ کچھ تھکاوٹ دور ہو جائے اور اس کے بعد مسجد میں جائیں۔

ایک دوسرے کے ساتھ بہت گفتگو ہوئی۔ مرحوم قاضی رحمۃ اللہ علیہ اسرار الٰہی اور آیات الٰہی سے واقعات بیان فرماتے رہے اور مقام پروردگار اور عظمت توحید اور اس راستے میں قدم رکھنے کے بارے میں اور خلقت انسان کے مقصد اور غرض کے بارے میں مطالب بیان فرماتے رہے اور شواہد بھی قائم کئے۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ واقعاً ہم شک و شبہ میں مبتلا ہیں اور ہمیں علم نہیں کہ حقیقت کیا ہے؟ اگر عمر اسی طریقے پر گزرے تو ہم پر افسوس ہے، اگر ہم اس حقیقت سے محروم رہے تو بھی ہماری زندگی پر افسوس ہوگا۔ ایک لحاظ سے ہم نہیں جانتے کہ حقیقت میں کیا درست ہے تا کہ اس کا پیچھا کریں۔

اسی حال میں ایک بڑا سانپ سوراخ سے باہر آیا اور ہمارے سامنے مسجد کی دیوار کے ساتھ حرکت کی۔ اس علاقے میں سانپ بہت ہیں اور لوگ انہیں دیکھتے ہیں لیکن آج تک نہیں سنا کہ انہوں نے کسی کو ڈسا ہو۔

جیسے ہی سانپ ہمارے سامنے پہنچا میں ڈرا اور وحشت محسوس کی۔ مرحوم قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے سانپ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: مُت باذن اللہ. خدا کے اذن سے مرجا۔ سانپ فوراً اپنی جگہ پر خشک ہوگیا۔

مرحوم قاضی رضوان اللہ علیہ نے کسی پرواہ کے بغیر گفتگو جاری رکھی۔ اس کے بعد ہم کھڑے ہوئے اور مسجد کی طرف چل دیئے۔ مرحوم قاضی نے پہلے دو رکعت نماز تحیت المسجد میں ادا کی اور اس کے بعد اپنے حجرے کی طرف چل پڑے اور میں نے کچھ اعمال مسجد ادا کئے اور میرا ارادہ تھا کہ اعمال بجالانے کے بعد واپس نجف اشرف جاؤں گا۔

اثنائے اعمال میں میرے دل میں یہ بات گزری کہ یہ کام جو انہوں نے

کیا حقیقت تھی یا چشم بندی تھی جس طرح جادوگر جادو کے ذریعے کرتے ہیں؟ بہتر یہی ہے کہ دیکھوں کہ سانپ مر چکا ہے یا زندہ ہے یا بھاگ گیا ہے۔

اسی وجہ سے میں سخت دباؤ میں تھا۔ جو اعمال مجھے کرنے تھے ان کو مکمل کیا اور فوراً مسجد سے باہر اس جگہ پر آیا جہاں مرحوم قاضی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سانپ خشک ہو چکا ہے اور زمین پر دراز ہے۔ میں نے اپنا پاؤں مارا مگر اس نے بالکل حرکت نہ کی۔

میں بہت ہی شرمندہ ہوا اور مسجد کی طرف واپس پلٹا تاکہ چند رکعت نماز اور پڑھ لوں لیکن میری طاقت نہیں تھی کہ پڑھوں۔ یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر یہ مسائل حق ہیں، تو کیوں ہم نے جاننے کے لئے ان کی طرف توجہ نہ کی۔

مرحوم قاضی رحمۃ اللہ علیہ کچھ وقت حجرے میں مشغول عبادت رہے اس کے بعد باہر آئے اور مسجد سے باہر نکلے تو میں بھی مسجد سے باہر نکلا۔ مسجد کوفہ کے دروازے پر پھر ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو وہ ہنسے اور فرمایا:

خوب آقا جان! آپ نے ہمارا امتحان کر لیا؟

شیر کی تصویر کا زندہ ہونا

مامون الرشید کا چوکیدار جو دربار میں حضرت امام رضاؑ کی تحقیر کرنے پر مامور تھا، نے حضرت سے کہا: لوگ آپ کے لئے معجزات کا اثبات کرتے ہیں کہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں کرتے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح شدہ پرندوں کو دوبارہ زندہ کیا تھا پس اگر درست کہے ہیں تو آپ بھی قالین پر بنے

ہوئے دو شیروں کو زندہ کر دیں اور ہم پر مسلط کر دیں۔

حضرت غصے میں آئے اور ان دونوں شیروں کو آواز دی اور کہا کہ اس فاجر کو پکڑو اور کھا جاؤ یہاں تک کہ اس کی کوئی چیز باقی نہ رہے۔

ان دونوں شیروں نے حرکت کی اور اس مرد فاجر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں بھی کھا گئے اور خون بھی چاٹ لیا۔ لوگ تماشا دیکھتے رہے اور سب حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اس کے بعد دونوں شیر حضرت کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی:

اے حجت خدا! کیا آپ حکم دیتے ہیں کہ مامون کو بھی اپنے انجام تک پہنچائیں؟

مامون اس گفتگو کو سننے سے بیہوش ہو گیا۔ حضرت نے شیروں کو حکم دیا اور وہ اپنی پہلی حالت پر پلٹ گئے۔ (۱/۲۲۹ بحوالہ عیون اخبار الرضا ص۲۴۵)

ہارون الرشید کی سازش

ہارون الرشید نے ایک جادوگر کو طلب کیا کہ حضرتؑ کی تحقیر کرے۔ جیسے ہی دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر روٹی رکھی گئی تو جس وقت حضرت روٹی کا لقمہ توڑنے کا ارادہ کرتے وہ روٹی ہاتھ سے چلی جاتی۔ ہارون الرشید اس منظر کو دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔

اس حالت میں حضرت کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے اور حضرت نے پردے پر شیر کی بنی ہوئی تصویر کی طرف سر کو بلند کیا اور فرمایا: اے شیر خدا! دشمن خدا کو کیفر کردار تک پہنچا دے۔

اچانک وہ تصویر ایک اصلی شیر کی صورت میں متحرک ہوئی اور اس جادوگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کھا گیا۔ ہارون اور اس کے درباری بے ہوش ہو کر زمین پر گرے اور خوف کی وجہ سے ان کی عقل خبط ہوگئی۔ جب کچھ لمحوں کے بعد ہوش میں آئے تو ہارون نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا: آپ کو اس حق کا واسطہ جو میرا آپ پر ہے! میں آپ سے خواہش کرتا ہوں کہ اس شیر کو حکم دیں کہ وہ اس مرد کو اُگل دے۔

حضرت نے فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے جادوگروں کی رسیوں کو اُگل دیا ہوتا تو یہ بھی اس مرد کو اُگل دیتا۔

(۱/۲۳۰ بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ۲/۳۶۴)

ملک الموت کی ہیبتناک صورت

روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا: مجھے اس چہرے کی جھلکی دکھا جس چہرے کے ساتھ تو فاجر شخص کی روح قبض کرتا ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا: آپ کے پاس وہ طاقت کہاں ہے کہ آپ اس چہرے کی تاب لاسکیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں برداشت کروں گا۔

ملک الموت نے عرض کیا: اپنا رخ دوسری جانب کریں اور پھر مجھے دیکھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رخ کو دوسری جانب کر کے دوبارہ اس کی طرف نگاہ کی تو ایک کالے رنگ کے آدمی کو دیکھا کہ جس کے سیاہ بدن پر بال

کھڑے ہوئے تھے اور اس کے سیاہ لباس اور منہ اور ناک کے دونوں نتھنوں سے بو آرہی تھی اور اس کی زبان سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ بے ہوش ہوگئے اور جب ہوش میں آئے تو فرمایا: اے موت کے فرشتے! اگر کوئی گناہگار انسان اپنے گناہوں کی پاداش میں اور کوئی سزا نہ بھی پائے تو اس کے لئے تیرا اس طرح آنا ہی کافی ہے۔

(۱/۲۳۹ بحوالہ بحارالانوار ۶/۱۴۳)

شدت سکرات و درد چشم علیؑ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی آنکھ میں درد شروع ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ دیکھا کہ امیرالمؤمنینؑ شدت درد کی وجہ سے فریاد کر رہے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! یہ بے قراری و فریاد اس وجہ سے ہے کہ شدت درد نے یہ صورت پیدا کر دی ہے؟

امیرالمومنینؑ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! تمام عمر میں اس جیسا سخت درد کبھی لاحق نہیں ہوا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ! جب ملک الموت کافر کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو اس کے ساتھ ایک لوہے کی سیخ ہوتی ہے (جس سے گوشت کے کباب بنائے جاتے ہیں) اس سیخ کے ذریعے کافر کی روح قبض کرتا ہے کہ جہنم کی سختی سے اس کے لئے یہ چیز دشوار ہے۔

امیرالمومنینؑ اٹھ کر بیٹھے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے لئے اس حدیث کی تکرار کریں۔ یہ گفتگو موجب بنی کہ اپنا درد بھول جاؤں۔

پھر عرض کیا کہ قبض روح کی یہ قسم صرف کافر کے ساتھ مخصوص ہے یا آپ کی امت میں سے کسی اور کی بھی اس طرح روح قبض کی جاسکتی ہے؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: ہاں! تین قسم کے لوگ ہیں جن کی اس طرح سے روح قبض ہوگی۔ (۱) وہ حاکم جو رعیت پر ظلم وستم کرے (۲) وہ شخص جو یتیم کا مال ظلم سے کھائے۔ (۳) وہ شخص جو جھوٹی گواہی دے۔

(۱/۲۸۳ بحوالہ فروع کافی۔ کتاب الخبائز ص۲۵۳)

سکرات موت

روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو سکرات موت میں ڈوبا ہوا تھا اور کسی کی بھی بات کا جواب نہیں دے پارہا تھا۔

ساتھ بیٹھنے والوں نے آنحضرتؑ سے عرض کیا: اے فرزند رسول! ہم چاہتے ہیں کہ کیفیت موت اور اس محتضر کے حالات کی کیفیت کو جانیں جو کہ ہمارا ساتھی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: موت مثل مال پاک کرنے کے ہے۔ موت مومنین کو ان گناہوں سے پاک کرتی ہے جو انہوں نے کئے ہیں۔ وہ تکلیف جو وہ برداشت کرتے ہیں ان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ کافروں کو ان نیکیوں سے پاک کرتی ہے جو انہوں

نے انجام دیں۔ یہ صلہ ہے ان نیک کاموں کا جو انہوں نے انجام دیئے تھے۔

تمہارے دوست کا حال جو سکرات میں ہے یہ ہے کہ جس طرح آٹے کو چھلنی میں چھانا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اس طرح یہ بھی گناہوں سے پاک ہوچکا ہے۔ مثل میلے لباس کے جسے میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اب اس نے صلاحیت پیدا کرلی ہے کہ بہشت جاودانی میں ہم اہلبیتؑ کا ہمنشین ہو۔

(۱/۲۸۴ بحوالہ معانی الاخبار ص۲۸۹)

سکرات میں چشم باطن کے مشاہدات

سامرا کے اہل علم حضرات میں سے ایک شخص نے جو کہ پہلے سامرا میں رہتا تھا پھر کاظمین منتقل ہوا اور اب تہران میں سکونت پذیر ہے مجھے بتایا کہ جب میں سامرا میں تھا مجھے خسرہ کی بیماری لاحق ہوئی وہاں جتنا بھی علاج کرایا سودمند ثابت نہ ہوا۔

میری والدہ میرے بھائیوں کے ہمراہ مجھے کاظمین لے آئیں تا کہ یہاں علاج کرائیں۔ کاظمین میں صحن مطہر کے نزدیک مسافرخانے میں ایک کمرہ کرائے کا لیا اور وہاں میرا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور میں حالت بے ہوشی میں رہا۔

کاظمین کے ڈاکٹر علاج سے مایوس ہوگئے۔ ایک روز بغداد گئے اور ایک سنی ڈاکٹر کو میرے علاج کے لئے کاظمین لے آئے۔ جیسے ہی میرے بستر کے نزدیک آیا اور معائنہ کرنا چاہا تو میں نے کمرے میں سنگینی محسوس کی اور بے اختیار اس کے منہ پر تھوکا۔

اس نے کہا: کیا کر رہا ہے میں ڈاکٹر ہوں۔

میں نے اپنے رخ کو دیوار کی جانب کیا اور وہ معائنے میں مشغول ہوگیا، طریقۂ کار وضع کیا، نسخہ تجویز کیا اور چلا گیا۔

نسخے کے مطابق دوائی لے کر آئے اور اس کے دستور کے مطابق عمل کیا بالکل اثر نہ ہو۔ میں گویا زندگی کے آخری لمحات گزار رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ عزرائیل جو کہ سفید لباس پہنے ہوا تھا بہت پیاری شکل کے ساتھ داخل ہوا۔ اس کے بعد پنجتن پاک حضرت رسول اکرمؐ، حضرت امیرالمؤمنینؑ، حضرت فاطمۃ الزہراؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ترتیب سے داخل ہوئے۔ سب بیٹھ گئے اور مجھے تسلی دی۔ میں ان کے ساتھ مشغول گفتگو ہوگیا اور وہ میرے ساتھ باتیں کرنے لگے۔

اس حال میں ظاہری طور پر میں بے ہوش تھا۔ میں نے دیکھا کہ میری والدہ پریشان حالت میں مسافرخانے کی بالائی منزل پر گئیں اور چھت پر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے گنبد مطہر کی طرف منہ کر کے عرض کیا:

اے موسیٰ بن جعفرؑ میں آپ کی خاطر اپنا بچہ لے کر یہاں آئی، کیا آپ اس چیز پر راضی ہیں کہ میں اپنے بچے کو یہاں دفن کروں اور خود تنہا واپس لوٹ جاؤں۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا (البتہ تمام مناظر کو وہ مریض دل کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا نہ کہ ظاہری آنکھوں سے کیونکہ اس کی ظاہری آنکھیں بندھی ہوئی اور بدن دراز اور عازم کوچ تھا)۔

جیسے ہی میرے والدہ نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے کلام کیا میں نے دیکھا کہ امام موسیٰ کاظمؑ میرے کمرے میں تشریف لائے اور حضرت رسول اللہؐ کی

خدمت میں عرض کیا: میں خواہش کرتا ہوں کہ اس سید کی والدہ کی التجا کو قبول کیجئے۔

حضرت رسول اکرمؐ نے عزرائیل کی طرف منہ کیا اور فرمایا: خدا کی طرف سے وقت معین تک آپ چلے جائیں۔ خداوند تعالیٰ نے اس کی والدہ کے توسل کی وجہ سے اس کی عمر بڑھا دی ہے۔ ہم بھی جا رہے ہیں انشاء اللہ دوسرے موقع پر آئیں گے۔

میری والدہ بالائی منزل سے نیچے آئیں اور میں اٹھ بیٹھا اور میں اپنی والدہ پر اتنا ناراض ہوا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ نے یہ کام کیوں کیا کہ میں پنجتن پاک کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ میرے راستے میں حائل ہوگئیں اور مجھے جانے نہیں دیا۔ (۲۸۶/۱)

حالت موت کے مشاہدات

نجف اشرف کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے نجف اشرف میں شادی کی اور پھر موسم گرما میں ہم زیارت اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے ایران روانہ ہوئے۔ حضرت ثامن الائمہ علیہ السلام کی زیارت کے بعد ہم اپنے وطن جو مشہد مقدس کے نزدیک ایک شہر ہے کو واپس لوٹے۔

وہاں کی آب و ہوا میری بیوی کو راس نہ آئی وہ مریض ہوگئی اور روز بروز اس کا مرض بڑھتا گیا۔ جتنا بھی علاج کیا سودمند ثابت نہ ہوا۔ میری بیوی زندگی کے آخری لمحات گزار رہی تھی اور میں اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ میں بہت پریشان ہوا اور میں نے دیکھا کہ اس کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ اگر میں تنہا نجف

لوٹا تو ساس اور سسر کے سامنے شرمندہ ہوں گا اور وہ کہیں گے کہ ہماری نوعروس بیٹی کو لے گیا اور وہاں دفن کر دیا اور خود واپس آ گیا۔

اس پریشانی اور خوف نے مجھ میں عجیب کیفیت پیدا کر دی۔ فوراً میں مجاور کے کمرے میں آیا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات کا وسیلہ قائم کیا اور عرض کیا: اے حجت خدا! میری بیوی کو شفا دیجئے۔ یہ چیز آپ کے دست مبارک سے ہوسکتی ہے۔

نہایت عاجزی کے ساتھ میں نے التجا کی۔ اس کے بعد میں اپنی بیوی کے کمرے میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ بیٹھی ہے اور رو رہی ہے یہاں تک کہ میری طرف دیکھا اور کہا: کیوں رکاوٹ بنا، کیوں جانے نہیں دیا؟

میں نہ سمجھا کہ کیا کہہ رہی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اس کی حالت خراب ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کو تھوڑا سا پانی دیا اور اس کے منہ میں غذا دی۔ جب اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس نے تمام واقعہ بیان کیا کہ عزرائیل بہترین سفید لباس کے ساتھ آیا جو کہ بہت خوبصورت اور خوشرو تھا۔ مجھے دیکھ کر ہنسا اور کہا: چلنے کے لئے تیار ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ تشریف لائے اور انتہائی لطف و مہربانی سے پیش آئے اور مجھے فرمایا کہ ہم نجف جانا چاہتے ہیں کیا تم ہمارے ساتھ نجف جانا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں! میں بہت پسند کرتی ہوں کہ آپ کے ساتھ نجف جاؤں۔

میں اٹھی لباس پہنا اور امامؑ کے ساتھ نجف جانے کی تیاری کی۔ جیسے ہی میں نے چاہا کہ امامؑ کے ساتھ کمرے سے باہر نکلوں تو میں نے دیکھا کہ امام زمانہؑ تشریف لائے ہیں اور تم نے امام زمانہؑ کے دامن کو پکڑا ہوا ہے۔ حضرت امام زمانہؑ

نے خدمت امیرالمومنینؑ میں عرض کیا: یہ بندہ ہماری ذات سے متوسل ہوا ہے اس کی حاجت کو پورا کیجئے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے سر کو نیچے کیا اور عزرائیل کو فرمایا: اس مرد مومن کے تقاضے کی بنا پر جو کہ ہمارے فرزند سے متوسل ہوا ہے ایک وقت معین تک چلے جاؤ۔ اور امیرالمومنینؑ مجھ سے خداحافظ کہہ کر چلے گئے تو آپ نے کیوں مجھے جانے نہیں دیا؟ (۲۸۸/۱)

قارون اور تکبر

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا اور خداوند عالم نے اس کو اتنا مال اور دولت عطا کی تھی کہ جس کے خزانے کی چابیاں ایک طاقتور جماعت نہیں اٹھا سکتی تھی۔ لیکن یہ شخص اپنی قوم پر ظلم کرتا تھا۔ قوم کے لوگ جتنا بھی اس کو نصیحت کرتے کہ غرور اور خودپسندی سے باز آ جا اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آ، زمین پر فساد نہ پھیلا اور یتیموں اور کمزوروں اور حاجت مندوں سے احسن طریقے سے پیش آ، تو وہ جواب میں کہتا: انما او تیته علی علم عندی..... یہ مال و دولت تو مجھے اپنے علم کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ کیا قارون نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اللہ اس سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے قوت اور جمعیت میں کہیں بڑھ چڑھ کے تھے؟ انہوں نے خدا کے حکم کے سامنے غرور و تکبر کیا اور خدا نے سب کو نیست و نابود کر دیا۔ (سورۂ قصص: آیت ۷۸)

ایک دن قارون اپنی قوم کے سامنے بڑی آرائش اور ٹھاٹھ کے ساتھ نکلا تو

جو لوگ دنیا کی (چند روزہ) زندگی کے طالب تھے (اس شان سے دیکھ کر) کہنے لگے کہ جو مال و دولت قارون کو عطا ہوئی ہے کاش ہمارے لئے بھی ہوتی۔ (سورۂ قصص: آیت ۷۹)

(اچانک عذاب خدا نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا) ارشاد ہوتا ہے اور ہم نے قارون اور اس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا پھر تو خدا کے سوا کوئی جماعت ایسا نہ تھی کہ اس کی مدد کرتی اور نہ خود اپنی مدد کرسکا۔ (سورۂ قصص: آیت ۸۱)

ہلاکت اور بدبختی نے اس طرح اسے اپنی گرفت میں لیا کہ جو لوگ کل اس پر حسد کرتے تھے آج کہتے ہیں: الحمدللہ! کہ ہم قارون کی جگہ پر نہیں تھے ورنہ ہم بھی نابود ہو جاتے۔ (۲۹/۲)

فرعون اور دریائے نیل

جب فرعون اور اس کا لشکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے پیچھے چلا تاکہ ان کو گرفتار کرکے تلواروں سے قتل کردیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر دریائے نیل کے کنارے پر پہنچے، فرار کا راستہ بھی نہیں تھا کیونکہ اطراف سے فرعون کے لشکر نے گھیر لیا تھا، فقط سامنے راستہ تھا وہ بھی دریا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار پانی میں کود پڑے۔ پانی شگافتہ ہوگیا۔ کچھ پانی اس طرف اور کچھ دوسری طرف اور سامنے سے دریا کی تہہ خشک ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار دریائے نیل میں داخل ہوگئے۔ فرعون اور اس کے لشکر نے دیکھا کہ موسیٰ اور ان کے ماننے والے دریائے نیل کو عبور کررہے ہیں تو کہا: عجب نہیں کہ ہم بھی عبور کرلیں۔

وہ جیسے ہی دریا میں داخل ہوئے پانی آپس میں مل گیا۔

قرآن فرماتا ہے: جب وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں میں بھی ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔ (سورۂ یونس: آیت ۹۰)

جبرئیلؑ نے کچھ پانی لے کر اس کے منہ پر مارا اور کہا: **آلئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین.** یعنی اب مرنے کے وقت ایمان لاتا ہے حالانکہ تو اس سے پہلے نافرمانی کرچکا ہے اور تو تو فسادیوں میں سے تھا۔ (سورۂ یونس: آیت ۹۱)

تو آج ہم تیری روح کو تو نہیں (مگر) تیرے بدن کو (تہہ نشین ہونے سے) بچائیں گے تاکہ اپنے بعد والوں کے لئے عبرت (کاباعث) ہو (سورۂ یونس: آیت ۹۲) اور لوگ دیکھ لیں کہ کس طرح اس کا نجس اور بدبودار بدن ذلت اور پستی سے دوچار ہے اور لوگ نہ کہیں کہ فرعون رجال الغیب میں سے یا آسمان کی طرف چلا گیا ہے۔

ملاقات خدا کا مشتاق ہونا

عابس بن شبیب شاکری جو کہ سیدالشہداءؑ کے اصحاب میں سے تھے اور دنیا کے نامور بہادر تھے، وہ امام حسینؑ کی خدمت میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

روئے زمین پر میرے اقرباء اور غیر اقرباء اور شناسائی رکھنے والوں میں سے کوئی بھی میرے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز تر اور باعزت نہ تھا۔ اگر میری طاقت ہوتی کہ اس قوم نے جو ظلم آپ پر روا رکھا ہوا ہے، ایسی چیز سے دور کرسکتا جو خود میری جان سے عزیز تر ہے، تو ضرور دوز کرتا۔

میرا سلام ہو آپ پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ اور آپ کے باپ کی طرف سے راہ ہدایت پر ہوں۔ پھر برہنہ تلوار لے کر لشکر کی طرف چلے حالانکہ پیشانی پر تلوار کا زخم لگ چکا تھا۔ میدان میں آکر آواز دی الا رجل یعنی آیا کوئی مرد ہے کہ میرے سامنے آئے؟ سب نے راہ فرار اختیار کی چونکہ ان کی شجاعت کو آزما چکے تھے اور جانتے تھے کہ لوگوں میں سب سے بڑا بہادر ہے۔

عمر بن سعد نے حکم دیا: اس کو پتھر ماریں۔ لشکر نے تمام اطراف سے سنگباری کا نشانہ بنایا۔

عابس نے جب یہ دیکھا تو زرہ بدن اتاردی اور خود کو پھینک دیا اور ننگی تلوار لے کر لوگوں پر حملہ کیا۔ دوسو سے زیادہ لوگ جنہوں نے یکجا ہو کر حملہ کیا سب نے راہ فرار اختیار کی اور کچھ زخمی ہوگئے۔ اس حال میں سب لشکر نے چاروں اطراف سے انہیں گھیر لیا اور اتنی سنگباری کی کہ انہوں نے اپنی جان خدا کے سپرد کردی۔

شہید ہونے کے بعد ایک بڑی جماعت سر کاٹنے کے لئے آئی اور آپس میں نزاع کیا۔ عمر بن سعد نے کہا: اس مرد کو کسی ایک شخص نے قتل نہیں کیا بلکہ تمام لشکر اس کے خون میں شریک تھا۔ اس گفتگو کے ذریعے ان کے درمیان نزاع کو ختم کیا۔ (۵۸/۲)

زخمیوں کی ازسرنو جنگ کی تیاری

جب جنگ احد ختم ہوئی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ واپس مدینے لوٹے اور زخمی افراد اپنے گھروں کو چلے تاکہ آرام کرلیں اور زخموں کا علاج کریں تو پیغمبر اکرمؐ مشرکین کو خوف دلانے اور عظمت مسلمین کے لئے کہ مبادا کفار گمان کریں کہ مسلمان کمزور اور شکست کھا چکے ہیں اور موقع سمجھ کر رسول اکرمؐ کو شہید کرنے اور مسلمانوں کو اسیر کرنے کے لئے مدینے پر حملہ کردیں، حکم فرمایا کہ جتنے بھی افراد غزوۂ احد میں رسول اکرمؐ کے ہمراہ تھے، جنگ کے لئے تیار ہوجائیں اور سب مشرکین کا تعاقب کریں۔

امیرالمومنینؑ جن کو جنگ احد میں اسی زخم آئے تھے اور بہت سے زخم گہرے تھے اور علاج کی ضرورت تھی اور سر سے پاؤں تک زخمی تھے، گھر میں گئے تاکہ زخموں کا علاج کریں کہ اچانک رسول اکرمؐ کے منادی نے مدینے میں اعلان کیا کہ کفار کا پیچھا کرنے کے لئے تیار ہوجائیں۔

مسلمان جنگ سے نہایت تھکے ہوئے تھے لیکن بغیر کسی تردد کے رسول اکرمؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور کفار کے تعاقب کے لئے تیار ہوگئے۔

رسول اکرمؐ نے امیرالمومنینؑ کے ہاتھ میں علم دیا اور خود امیرالمومنینؑ اور باقی مجاہدین کو حمراء الاسد تک جو کہ مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے، وداع کرنے کے لئے آئے۔

مشرکین قریش روحاء کے مقام پر جو کہ تیس یا چالیس میل مدینہ سے آگے ہے پہنچ گئے تھے اور اظہار افسوس کر رہے تھے کہ اس جنگ میں پیغمبر اکرمؐ کو

قتل کیوں نہیں کیا اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے نہ محمدؐ کو قتل کیا اور نہ ان کی عورتوں کو قید کیا۔ وہ خود کو اس بات پر تیار کر رہے تھے کہ دوبارہ مدینے پر حملہ کر دیں اور اسی گفتگو اور بحث میں تھے۔

حمراء الاسد پر معبد خزاعی نے رسول اکرمؐ سے ملاقات کی حالانکہ وہ مشرک تھا لیکن مسلمان اور کافر قبیلہ خزاعہ سب رسول اکرمؐ کے ہم پیمان تھے۔ مکے میں ان کا رسول اکرمؐ سے معاہدہ ہوا کہ وہ کسی چیز کو رسول اکرمؐ سے نہیں چھپائیں گے۔

معبد خزاعی نے کہا: اے محمدؐ! قسم بخدا جو کچھ تم پر اور تمہارے اصحاب پر جنگ میں گزری، ہم پر بہت گراں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ خداوند اس مصیبت کو تم سے دور رکھے۔

معبد وہاں سے چلا۔ ابوسفیان اور اس کے لشکریوں سے روحاء میں ملاقات کی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں کہ گو ہم نے اصحاب محمدؐ میں سے حمزہؓ جیسے صحابی کو قتل کیا لیکن بنیاد کو ختم کئے بغیر واپس لوٹ آئے۔

جیسے ہی ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو اس سے کہا: تو مدینے سے آیا ہے وہاں کی کیا خبر تھی؟

معبد نے کہا: محمدؐ اپنے اصحاب باوفا کے ساتھ مدینے سے نکل چکے ہیں۔ ان کے ساتھ اتنا کثیر لشکر ہے کہ ایسی کثرت میں نے نہیں دیکھی جو کہ آپ کے پیچھے آرہے ہیں اور ان کے ساتھی اتنے غضبناک لوگ ہیں گویا آگ کا ایک شعلہ۔

ابوسفیان نے کہا: افسوس ہے تجھ پر کیا کہہ رہا ہے؟

معبد نے کہا: قسم بخدا! ابھی تو یہاں سے کوچ نہیں کرپائے گا کہ مقدمۃ الجیش یعنی آگے آنے والے لشکر اسلام کو دیکھے گا۔

ابوسفیان نے کہا: قسم بخدا! ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ محمدؐ اور اس کے لشکر پر حملہ کریں گے اور ان کو جڑ سے ختم کردیں گے۔

معبد نے کہا: قسم بخدا! میں اس میں کوئی صلاح نہیں دیکھتا۔

یہ سن کر ابوسفیان مکہ کی طرف روانہ ہوا اور حملے پر فرار کو ترجیح دی۔

نعیم بن مسعود اشجعی جو کہ مدینے جانے والا تھا، اسے بہت سے مال کا لالچ دیا کہ محمدؐ اور اس کے لشکر کے نزدیک بڑھا چڑھا کر ہماری شان و شوکت بیان کرنا اور ان کو ہماری شوکت سے خوفزدہ کرنا اور کہنا کہ ابوسفیان اور اس کا لشکر کافی جنگی سازوسامان کے ساتھ مدینے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے۔ وہ محمدؐ اور ان کے یارو انصار کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں کو قید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کہنا کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو یک سر ختم کردیں۔

نعیم بن مسعود مدینے کے منافقین میں سے تھا۔ اسلام کی ظاہری صورت اختیار کر کے اصحاب رسول کی طرف روانہ ہوا اور ان کو بہت خوف دلایا اور چاہا کہ ڈراؤنے کلمات کے ذریعے ان کے دل کو پریشان کرے اور مشرکین کے دبدبے سے ان کو خوف و ہراس میں ڈالے تاکہ کفار پر حملے کے ارادے سے باز آجائیں۔ لیکن اس کی ان باتوں کا مسلمانوں پر بالکل اثر نہ ہوا۔

رسول اکرمؐ، امیرالمومنینؑ اور زخمی اصحاب نے کہا: کچھ بھی ہوجائے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے جو کچھ ہے خدا کی طرف سے ہے اور وہی ہمارا بہترین کفیل و وکیل ہے۔

اس واقعے کے اثر میں اور جو فداکاری انہوں نے کی اور دشمن سے دہشت زدہ ہونے کی بجائے اپنے ارادے اور اختیار سے باہر آئے اور خود کو خدا کے حوالے کیا، خدا نے ان کی حکمت عملی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ان کے ایمان میں زیادتی کی

اور پروردگار نے نعمت جو کہ مقام ولایت ہے ان کو عنایت کی۔ (آل عمران: آیت ۱۷۳ و ۱۷۴)

اور انہوں نے اس خطرے کے مقام پر اپنے نفس اور آسائش کی پیروی نہ کی بلکہ خوشنودی خدا کی پیروی کی اور خداوند صاحب فضل اور بزرگ ہے۔ اس حال میں خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کی نصرت فرمائی اور کامیاب و کامران واپس مدینے لوٹے۔ (بحوالہ تفسیر المیزان ۶۴/۴)

حضرت علیؑ کی قنبر سے ملاقات

حضرت علیؑ اپنے غلام قنبر کے ساتھ کپڑے کی دکان پر آئے اور دو لباس خریدے۔ ایک تین درہم قیمت کا اور دوسرا دو درہم قیمت کا۔ تین درہم والا اپنے غلام قنبر کو دیا اور دو درہم والا خود پہنا۔

قنبر نے عرض کیا: آپ تین درہم والے کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ منبر پر جاتے ہیں اور خطبہ دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے قنبر تو جوان ہے، تجھے یہی لباس پہننا چاہئے، میں خدا سے شرم اور حیا محسوس کرتا ہوں کہ خود کو لباس کے معاملے میں تجھ پر فضیلت دوں، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ **البسوھم مما تلبسون واطعموھم مما تاکلون**. یعنی غلاموں کو وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔

(۱۷/۲ بحوالہ مکارم الاخلاق ص۵۳، چاپ سنگی)

امام رضاؑ اور غلام

احمد بن محمد برقی بلخ کے رہنے والے ایک شخص عبداللہ بن صلت سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا جب آنحضرت خراسان کی طرف سفر کر رہے تھے۔

ایک دن حضرت نے کھانا طلب کیا اور سیاہ اور غیرسیاہ سب غلاموں کو کھانے پر دعوت دی۔

میں نے عرض کیا: قربان ہو جاؤں بہتر تھا کہ غلاموں کے لئے علیحدہ دسترخوان کا حکم فرماتے۔

حضرت نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ! سب کا خدا ایک ہے، باپ ایک ہے اور ماں ایک ہے اور جزا کا تعلق اعمال سے ہے۔ (۱۱۸/۲ بحوالہ کافی)

کربلا میں سیاہ فام غلام کا مقام

سیدالشہداء علیہ السلام کے سب اصحاب آپ کے ساتھ تھے اور سیدالشہداء کے ساتھ جون نامی ایک سیاہ فام غلام بھی تھا اور یہ پہلے حضرت ابوذر غفاریؓ کی ملکیت تھا انہوں نے حضرت کو بخشا تھا۔ یہ ہتھیار سازی کے فن میں مہارت رکھتا تھا۔

شب عاشورا حضرت اپنے خیمے میں آہستہ سے ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنے میں مشغول تھے:

يا دهر اف لک من خليل — كم لک بالاشراق والاصيل

من صاحب و طالب قتيل — والدهر لا يقنع بالبديل

و انما الامر الى الجليل — و كل حي سالک سبيلی

(''ارشاد'' مفید، ص۲۵۱۔ ''لهوف'' ص۷۱۔ مقتل سید الشہداءؑ سید عبدالرزاق مقرّم، ص۲۳۹ اور لهوف میں اس آدھے شعر کا اضافہ ہے: مااقرب الوعد من الرحیل)

یہ سیاہ فام غلام اسلحہ کو تیار کرنے میں مشغول تھا۔ حضرت نے اپنے تمام اصحاب کو بشارت دی کہ وہ آخرت کے دن آنجنابؑ ساتھ ہوں گے لیکن سیاہ فام کو اعتبار نہیں آ رہا تھا کہ خدا اسے قیامت کے دن امام حسینؑ کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ کیونکہ غلام سر سے پاؤں تک سیاہ تھا، زبان درست نہیں تھی، غیر ملک کا رہنے والا، نہ مناسب قدو قامت، لب موٹے اور سخت اور بال گھنگریالے۔

لیکن یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ اس حقیقی دنیا میں تمام روحیں اکٹھی ہوں گی۔ جسم کی سیاہی ختم ہو جائے گی، سیاہی سفیدی میں تبدیل ہوگی، بدن مثل چاندی کے چمکتا ہوگا اور سفید خوبصورت لباس زیب تن ہوگا۔

گیارہ محرم کی نصف شب کو جب یزید کے لشکری باقی سروں کو جدا کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ نعشوں کی ایک طرف ایک بدن پڑا ہوا تھا جو مثل چاندی کے چمک رہا تھا اور اس سے عطر کی خوشبو بلند ہو رہی تھی۔ ایسی خوشبو کہ آج تک ان کے مشام تک نہ پہنچی تھی۔ یہ بدن اسی سیاہ فام غلام کا تھا کہ جس کا سیاہ بدن اب سفید ہو چکا تھا اور خوشبو سے مہک رہا تھا اور وہ اپنے آقا و سردار سیدالشہداءؑ کے ساتھ ملحق ہو چکا تھا۔ (۱۲۴/۲ بحوالہ عوالم ص۸۸)

علیؑ کا قیامت میں مقام

حضرت علی علیہ السلام نے حارث ہمدانی کو فرمایا: اے حارث! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم موت کے وقت میری زیارت کروگے اور پہچانوگے۔ اور اسی طرح جب تم پل صراط کو عبور کروگے اور پھر جب حوض کوثر پر پہنچوگے اور مقاسمہ کے وقت بھی تم مجھے پہچانوگے۔

حارث عرض کرتا ہے کہ مولا! مقاسمہ سے کیا مراد ہے؟

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بہشتیوں کو بہشت کی طرف اور دوزخیوں کو دوزخ کی جانب صحیح تقسیم کروں گا تو اس وقت میں کہوں گا: اے آتش! یہ میرے دوست اور محبّ ہیں، ان کو چھوڑ دے اور یہ میرے دشمن ہیں انہیں مت چھوڑنا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے حارث کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے حارث! جیسے کہ میں نے تمہارا ہاتھ پکڑا ہے اسی طرح پیغمبر اکرمؐ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔ جب اس وقت قریش اور منافقین کے دلوں میں حسد کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔

میں نے آنحضرتؐ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: جب روز قیامت ہوگا تو میں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور دامن عصمت کو پکڑوں گا اور اے علیؑ! تم میرے دامن کو پکڑ لوگے۔ تمہاری ذریت اور اولاد تمہارے دامن کو پکڑے گی۔ تمہارے شیعہ تمہارے دامنوں کو پکڑلیں گے۔

کہو: اس حال میں خدا پیغمبرؐ سے کیا معاملہ کرنا چاہے گا اور پیغمبرؐ اپنے وصی سے کیا معاملہ کرنا چاہے گا؟

اے حارث جو کچھ میں نے کہا ہے اسے یاد رکھنا یہ بہت سے میں تھوڑا سا ہے۔ پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا: جس کسی کو تو دوست رکھتا ہے (حقیقتاً) تو اس کا دوست ہے۔

حارث خوشی سے پھول گیا اور خوشی کے عالم میں لباس کو صحیح کرنا بھی بھول گیا۔ اس کی چادر زمین پر خط کھینچ رہی تھی اور اپنے آپ کو کہہ رہا تھا: مجھے وحشت ناکی کا کوئی خوف نہیں ہے، اب تو مجھے پروہ نہیں رہی کہ موت مجھ پر آن پڑے یا میں موت پر جا گروں۔ (۱۶۳/۲)

علیؑ اپنے پیروکاروں کے مددگار ہیں

حسین بن عون سے مروی ہے کہ کہا: میں سید بن محمد حمیری کی عیادت کے لئے گیا اور اسی مرض میں وہ دنیا سے رحلت کر گئے۔ میں نے دیکھا کہ حالت جانکنی میں ہیں اور کچھ لوگ ان کے ہمسایوں میں سے جو کہ سنی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، ان کے اردگرد جمع ہیں۔

سید حمیری بہت ہی حسین و جمیل اور کشادہ پیشانی والے تھے۔ ایسے حال میں ان کے چہرے پر سیاہ نقطہ پیدا ہوا اور اس کی سیاہی میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ پورا چہرہ سیاہ ہوگیا۔

وہ افراد جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے نہایت غمگین اور پریشان ہوئے لیکن ناصبی اور سنی مذہب سے تعلق رکھنے والے بہت خوش ہوئے اور شیعوں پر سب وشتم اور سرزنش شروع کردی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد جس جگہ سیاہ نقطہ پیدا ہوا تھا وہاں ایک سفید اور نورانی نقطہ ظاہر ہوا اور رفتہ رفتہ اس کی سفیدی اور نورانیت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ مکمل چہرہ سفید اور درخشاں ہوگیا۔

سید حمیری نے اپنے خوبصورت ہونٹوں کو کھولا اور خوشی و شادمانی کی حالت میں ہنستے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

كذب الزاعمون ان عليا	لن ينجي محبه من هنات
قد وربّي دخلت جنة عدن	و عفالي الاله عن سيّاتي
فابشروا اليوم اولياء علي	و تولوا علي حتي الممات
ثم من بعده تولوا بنيه	واحدًا بعد واحدٍ بالصفات

یعنی جھوٹ کہتے ہیں وہ لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالبؑ اپنے دوستوں کو مصائب اور شدائد سے نجات نہیں دے سکتے۔

بہ تحقیق قسم بخدا کہ میں بہشت عدن میں داخل ہو چکا ہوں اور پروردگار نے میرے تمام گناہوں سے درگزر فرمایا۔

پس علیؑ بن ابی طالبؑ کے موالیوں اور محبّین کو بشارت دے دو کہ مرنے تک اور زندگی کی آخری سانس تک علیؑ کی ولایت پر قائم رہیں۔

علی علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹوں کی باری باری امامت و ولایت پر یقین محکم رکھو۔

ان اشعار کو پڑھنے کے فوراً بعد کہا: **اشهد ان لا اله الا الله حقا حقا. اشهد ان محمدا رسول الله حقا حقا. واشهد ان عليا اميرالمؤمنين حقا حقا. اشهد ان لا اله الا الله.** قسم بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی

معبود نہیں، اور قسم بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، قسم بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ مومنوں کے امیر ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اور اس کے بعد اپنی آنکھوں کو بند کیا اور ان کی روح اس آسانی سے جسم سے باہر نکلی جیسے روشنی کی بتی خاموش ہوجائے یا ریت کا دانہ ہاتھ سے گر جائے۔ (کشف الغمہ ص۱۲۴)

عباد بن صہیب کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ سید حمیری کی موت کی خبر پہنچی۔ حضرت نے ان کے لئے دعا کی اور خدا سے طلب رحمت کی۔

وہاں ایک شخص موجود تھا اس نے عرض کیا: اے فرزند رسول! سید حمیری شراب پیتا تھا اور رجعت کا قائل تھا۔ (یعنی محمد بن حنفیہ کی رجعت کا قائل تھا۔ ورنہ ائمہ معصومین کی رجعت کا عقیدہ رکھنا شیعہ کے مسلّمہ اصول میں سے ہے)۔

حضرت نے فرمایا: میرے والد نے مجھے بتایا اور انہوں نے میرے جداقدس سے نقل کیا کہ آل محمدؐ کا دوست اس وقت تک نہیں مرتا جب تک توبہ نہ کرلے۔ سید حمیری نے توبہ کی ہے۔ پھر اپنی جائے سجدہ کے نیچے سے ایک خط نکالا اور فرمایا: یہ خط ہے جو سید حمیری نے مجھے لکھا اور اس میں توبہ کا ذکر ہے اور مجھ سے مغفرت اور دعا طلب کی ہے۔ (بحارالانوار، طبع کمپانی، جلد۱۱، ص۲۰۱)

جب سید فوت ہوئے تو تمام شیعیان جو بغداد میں رہتے تھے اور جن کی اصل کوفہ میں تھی جمع ہوئے اور تشیع جنازہ کی۔ (۲/۱۷۰ بحوالہ بحارالانوار۶/۱۹۳)

پیغمبر اکرمؐ اور نصف شب کی مناجات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پندرہ شعبان کی شب کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہؓ کے پاس تھے۔ جب نصف شب ہوئی تو رسول اکرمؐ اپنے بستر سے اٹھے۔ جب عائشہؓ بیدار ہوئیں تو انہوں نے رسول اکرمؐ کو بستر پر نہ پایا۔ ان کے دل میں بعض زنانہ خیالات پیدا ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید رسول اکرمؐ اپنی بیویوں میں سے کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔

اس توہم کی بناپر اپنے بستر سے اٹھیں، چادر اوڑھی اور رسول اکرمؐ کی جستجو میں ازواج رسول میں سے ایک ایک کے حجرے میں گئیں۔ اس دوران ان کی نگاہ رسول اکرمؐ پر پڑی کہ مثل کپڑے کے زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ آہستہ سے رسول اکرمؐ کے نزدیک گئیں اور کان لگائے تو سنا کہ وہ حالت سجدہ میں کہہ رہے ہیں:

سَجَدَ لَکَ سَوَادِی وَ خَیَالِی وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِی، هٰذِهِ یَدَایَ وَمَا جَنَیتُهُ عَلٰی نَفسِی یَا عَظِیمًا تُرجَی لِکُلِّ عَظِیم، اِغفِرلِی ذَنبِی العَظِیمَ فَاِنَّهُ لاَ یَغفِرُ الذَّنبَ العَظِیم اِلَّا الرَّبُّ العَظِیمُ. یعنی اے میرے پروردگار! تیرا سجدہ کیا میری سیاہی اور میرے خیال نے اور تجھ پر میرا دل ایمان لایا، یہ دو میرے ہاتھ اور ان چیزوں سے پُر ہیں کہ میں نے جن کے سبب اپنے نفس پر جنایت کی۔ اے بزرگ و عظیم کہ ہر بزرگ کام کے لئے تجھ سے امید کی جاتی ہے، میرے گناہ عظیم کو بخش دے کیونکہ رب عظیم کے علاوہ عظیم گناہ کو کوئی نہیں بخش سکتا۔

اس کے بعد اپنے سر کو سجدے سے اٹھایا اور دوسری بار سجدے میں چلے گئے۔ جب عائشہؓ نے کان لگائے تو سنا کہ آنحضرتؐ سجدے میں کہہ رہے تھے:

اَعُوذُ بِنُورِ وَجهِکَ الَّذِی اَضائَت لَهُ السَّمٰوَاتُ وَالاَرْضُونَ، وَانکَشَفَت لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَ صَلُحَ عَلَیهِ اَمرُالاَوَّلِینَ وَالاٰخِرِینَ مِن فُجَاۃِ نَقمَتِکَ وَمِن تَحوِیلِ عَافِیَتِکَ وَمِن زَوَالِ نِعمَتِکَ. اَللّٰهُمَّ ارْزُقنِی قَلبًا تَقِیًّا نَقِیًّا. وَمِنَ الشِّرکِ بَرِیئًا لاَ کَافِرًا وَلاَ شَقِیًّا. یعنی اے میرے پروردگار! میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور سے کہ جس سے زمین و آسمان روشن ہیں اور تاریکی ختم ہوچکی ہے اور جس سے اولین و آخرین کے امور کی اصلاح ہوتی ہے اور اس چیز سے کہ اچانک عذاب آئے اور تیری عافیت کو مجھ سے تبدیل کرے اور نعمت کو مجھ سے زائل کرے۔ اے میرے اللہ! مجھے پاک و صاف دل عطا فرما کہ جو شرک سے بری ہو نہ تو کافر ہو اور نہ اشقیا سے ہو۔

اس کے بعد دوبارہ خود کو خاک پر رکھ کر فرمایا: عَفَّرتُ وَجهِی فِی التُّرَابِ وَ حَقَّ لِی اَن اَسجُدَلَکَ. یعنی میں نے عجز و انکساری کے لئے تیری عظمت و ربوبیت کی خاطر اپنے چہرے کو خاک پر رکھا ہے اور سزاوار ہے کہ میں تیرے لئے ہی سجدہ کروں۔

حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور واپس لوٹنے لگے تو عائشہؓ دوڑتی ہوئی اپنے بستر پر آ گئیں اور ان کی سانس پھول رہی تھی۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ بلند سانس کی آواز کس کی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ آج رات پندرہ شعبان المعظم کی ہے۔ اس رات مخلوق کی روزی تقسیم ہوتی ہے اور تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس رات قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ اپنے بندوں کو اللہ معاف فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کو زمین مکہ پر بھیجتا ہے۔

(۱۹۴/۲ بحوالہ مصباح المتہجد ص ۵۸۵)

کافروں کے عذاب سے حیوانات کا وحشت زدہ ہونا

جابر انصاریؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی پیغمبر نہیں گزرا کہ جس نے گلہ بانی نہ کی ہو۔ میں نے بھی اعلان نبوت اور رسالت سے پہلے بھیڑ، بکریاں اور اونٹ چرائے ہیں۔

میں نے ایک دن دیکھا کہ اونٹ اور گوسفند چرتے چرتے رک گئے اور سہم کر رہ گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے اردگرد کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے کہ جس سے وہ ڈر گئے ہوں۔ پھر وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ہوا ہو گئے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ حیوان کیوں دوڑتے ہیں۔ یہ حیوان کس چیز سے ڈرے ہیں؟ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ واقعہ کیا ہے اور میں نے تعجب کیا۔

بعثت کے بعد جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا: جب کوئی کافر مرتا ہے تو اسے اس قدر پیٹا جاتا ہے اور کوڑے برسائے جاتے ہیں کہ تمام مخلوقات جنہیں خدا نے پیدا فرمایا ہے، وہ وحشت محسوس کرتے ہیں، سوائے انسانوں اور جنوں کے۔

میں نے کہا: پھر وہ حیوان جو اچانک ڈر گئے تھے تو یقیناً ان کا ڈر اور خوف کافر کو کوڑے لگنے اور پٹائی کی وجہ سے تھا۔

پس ہم عذاب قبر سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

(۲۱۲/۲)

صورت مثالی اور برزخی مشاہدہ

آیت اللہ حاج مرزا جواد آقا انصاری ہمدانی اعلی اللہ مقامہ نقل فرماتے ہیں کہ میں ہمدان کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا۔ دیکھا کہ لوگ ایک جنازے کو کندھوں پر اٹھائے قبرستان لے جارہے ہیں اور کچھ لوگ اس کی تشیع کر رہے ہیں۔

لیکن ایک گروہ ملائکہ اسے گہری تاریکی کی طرف لے جارہا ہے اور اس مرد کی متوفی روح مثالی و برزخی اس جنازے کے اوپر جارہی ہے۔

وہ فریاد کرنا چاہتا ہے کہ اے اللہ مجھے نجات دے، مجھے یہاں نہ لے جائیں لیکن اس کی زبان پر نام خدا جاری نہیں ہوتا۔ اس وقت اس نے لوگوں کی طرف رخ کیا کہ اے لوگو! مجھے یہاں لے جانے سے بچاؤ لیکن اس کی آواز کسی کے کان تک نہیں پہنچ رہی۔

وہ مرحوم (اعلی اللہ شانہٗ) فرماتے ہیں: میں صاحب جنازے کو پہچانتا ہوں۔ وہ ہمدان کا رہنے والا تھا اور وہ ایک ظالم حاکم تھا۔ (۲۱۳/۲)

ڈاکٹر احسان اور صورت برزخی

ہمارا ایک دوست تھا جس کا نام ڈاکٹر حسین احسان تھا۔ وہ شخص ایک حقیقی مومن تھا۔ اس کا باطن پاک اور باصفا تھا۔ تہران میں اس کی ڈاکٹری کی دکان تھی۔ لیکن موسم سرما کے چھ مہینے وہ مقامات مقدسہ کی طرف سفر اختیار کرتا تھا اور کربلا میں مطب کرتا تھا۔

وہ غریب وفقراء و نادار لوگوں سے پیسے نہیں لیتا تھا۔ بعض حاجت مندوں کو دوا اور غذا کے اخراجات بھی دیتا تھا۔

اسے وفات پائے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ اس نے ایک بار ایک عجیب و غریب واقعہ سناتے ہوئے کہا: میں کاظمین کی زیارت کے لئے جارہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ دجلہ کے کنارے ایک جنازے کو گاڑی سے اتارا گیا اور اس کے وارث یہاں سے پاپیادہ حرم مطہر امام کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ لے جارہے تھے۔

چونکہ میں بھی حرم کی زیارت کے لئے جارہا تھا اس لئے میں نے بھی جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کردیا۔

میں نے اچانک دیکھا کہ ایک سیاہ اور وحشت انگیز کتا جنازے کے اوپر بیٹھا ہے مجھے کافی تعجب ہوا۔ میرے ذہن میں سوال آیا کہ یہ کتا جنازے کے اوپر کیوں بیٹھا ہے؟ لیکن میں متوجہ نہ ہوا کہ یہ کتا تو اس جنازے کا ''برزخی جسم'' ہے، نہ کہ ایک حقیقی اور خارج کتا۔

میرے نزدیک جو لوگ چل رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ برادران! جنازے کے اوپر کیا چیز ہے؟ کہنے لگے کوئی چیز بھی نہیں ہے خالی چادر تو ہے جسے تو دیکھ رہا ہے۔

اس وقت میں سمجھ گیا کہ میں جو کتا دیکھ رہا ہوں اس جنازے کا مثالی اور برزخی جسم ہے کہ جسے صرف میں ہی دیکھ رہا ہوں اور دوسرے نہیں دیکھ رہے۔

اس کے بعد میں نے کسی سے بھی کچھ نہ پوچھا یہاں تک کہ جنازے کو صحن حرم مطہر میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ جب جنازہ صحن حرم مطہر میں داخل ہوا تو وہ کتا پائنتی کی طرف سے نیچے اتر گیا اور صحن کے باہر کسی گوشے میں بیٹھ گیا۔

لوگوں نے اس جنازے کو طواف کرایا اور باہر آ گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کتا دوبارہ اس جنازے کے اوپر چڑھ گیا۔

بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ مرنے والا ایک ظالم اور ستمگر تھا۔ اس نے علاقے کے لوگوں کو تنگ کر رکھا تھا۔ لہٰذا اس کی برزخی صورت ایک کتے کی شکل میں مجسم ہوگئی تھی۔

چونکہ ڈاکٹر حسین احسان ایک باصفا انسان تھا، اس کا باطن صاف تھا، اس کی آنکھوں نے برزخی منظر کو دیکھا، لیکن دوسرے لوگوں نے کچھ نہ دیکھا۔ (۲/۲۱۳)

مومن کی قبض روح

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خداوند عالم اپنے کسی بندے پر راضی اور خوشنود ہوتا ہے تو اس وقت عزرائیلؑ کو حکم دیتا ہے کہ ''میری طرف سے فلاں شخص کی طرف جاؤ اور اس کی روح میرے لئے قبض کرلو۔ میں نے اس کا امتحان کرلیا ہے اور میں نے اسے امتحان میں کامیاب پایا ہے اور مجھے اس سے محبت ہے۔

عزرائیلؑ پانچ سو فرشتوں کے ہمراہ زمین پر نازل ہوتا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں رنگارنگ گلدستے ہوتے ہیں۔ ان پھولوں کی پتیاں زعفران کی ہوتی ہیں۔ یہ فرشتے اس صالح اور مومن بندے کے پاس آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ اس کو بشارت دیتا ہے کہ ہر ایک کی بشارت ایک دوسرے سے مختلف، نرالی اور انوکھی ہوتی ہے۔

اس وقت آسمان پر بھی فرشتے اپنے دونوں ہاتھوں میں پھولوں کی پتیاں اور زعفران کے گلدستے لئے ہوئے لمبی صف باندھ کر مومن کی روح کا استقبال کرتے ہیں تاکہ وہ اس صالح بندے کی روح کا جلال وشکوہ سے استقبال کریں۔

جب اس حالت میں شیطانوں کا رئیس ابلیس اس شان وشوکت اور روح پرور منظر کو دیکھتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو سر پر رکھ کر فریاد بلند کرتا ہے اور چیختا چلاتا ہے۔

ابلیس کے چیلے جب اپنے رئیس اور گرو کی اس خستہ حالت کو دیکھتے ہیں تو وہ وحشت زدہ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: اے ہمارے بزرگ! کیا حادثہ رونما ہوا ہے کہ جس نے تجھے اس قدر پریشان وغمگین کردیا ہے؟

ابلیس جواب دیتا ہے: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ بندۂ خدا کس جلالت و عظمت، تکریم و احترام کے ساتھ جارہا ہے۔ تم نے اسے گمراہ کیوں نہ کیا؟ تم گمراہی کے وقت کہاں تھے؟

وہ کہتے ہیں: اے گُرو! ہم نے پوری شیطانی توانائیاں صرف کیں۔ ہم نے اسے گمراہ کرنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ ہمارے جال میں نہیں پھنسا۔

(اس روایت میں پانچ سو فرشتوں کی تعداد مومن کے درجات اور قابلیت کی بنا پر ہے۔ اگر مومن کے درجات خدا کے نزدیک بلند ہوں تو ممکن ہے کہ خدا ہزار فرشتے یا دس ہزار یا ستر ہزار فرشتے بھیجے)۔

(۲/۲۱۹ بحوالہ بحارالانوار ۶/۱۶۱)

شہادت سے عشق

بریر بن خضیر ہمدانی قاری قرآن تھے ان کا تعلق قبیلہ ہمدان سے تھا اور امام عالی مقام سیدالشہداء کے بزرگ اصحاب میں سے تھے، مسجد کوفہ میں بیٹھتے اور اپنے مکتب علمی میں درس قرآن و احکام سکھتے۔

عاشورہ کی صبح کے وقت بریر، عبدالرحمٰن عبدربہ انصاری کے ساتھ خیمے میں کھڑے تھے اس موقع پر بریر نے عبدالرحمٰن کے ساتھ شوخی اور مذاق شروع کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے بریر سے کہا: مذاق کو چھوڑیئے خدا کی قسم یہ مذاق و شوخی کا موقع نہیں۔

بریر نے جواب میں کہا: قسم بخدا! میرے قبیلے اور قوم کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اہل مزاح اور باطل کلام کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، نہ میں نے جوانی اور نہ بڑھاپے میں ایسی گفتگو کی ہے لیکن قسم بخدا! اب میں اس قدر خوش و مسرور ہوں کہ ہم ان کے ساتھ ملاقات کریں گے۔

خدا کی قسم! ہمارے اور حوران بہشت سے ملاقات کے درمیان بہت کم فاصلہ رہ گیا ہے صرف ایک حملہ جو اِس قوم کی طرف سے ہوگا اور ہم اپنی جان فرزند رسولؐ کے قدموں پر نثار کرینگے اور میں کتنا زیادہ دوست رکھتا ہوں اس وقت کو کہ وہ جلدی آئے۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش عشق شعلہ ور گردد

وصل کا وعدہ جیسے جیسے قریب ہوتا جاتا ہے، عشق کی آگ کا شعلہ اور بھڑکتا ہے۔ (۲۲۱/۲ بحوالہ نفس المہموم ص۱۴۳)

مُردوں کا سماعت کرنا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں جب مشرکین مغلوب ہوئے اور قتل ہوئے اور انہوں نے اپنے مقتولین کی نعشیں چاہِ بدر میں ڈالیں تو حضرت نے کنوئیں کے دہانے پر کھڑے ہو کر قتل ہونے والوں کو خطاب فرمایا: تم کتنے برے ہمسائے تھے رسول کے کہ اس کو اپنے گھر جو کہ مکہ میں ہے سے نکالا اور دور کیا اور پھر تم سب نے جمع ہو کر اس کے ساتھ جنگ و جدال کیا پس جو وعدہ خدا نے میرے ساتھ کیا ہے میں نے اسے سچا پایا۔ اب تم بتاؤ تم نے وعدہ الٰہی کو سچا پایا ہے یا نہیں؟

حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہؐ! آپ ان اجسام سے مخاطب ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ کیا وہ آپ کی گفتگو سن رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے خاموش ہوجا۔ قسم بخدا! تو ان سے زیادہ سننے والا نہیں ہے۔ ان کے اور ان ملائکہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں جو فولادی گرز لئے کھڑے ہیں مگر یہ کہ میں اپنے رخ کو ان سے ہٹاؤں۔

(۲/۲۳۸ بحوالہ بحارالانوار ۶/۲۵۴)

مقتولین جمل سے حضرت علیؑ کی گفتگو

امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آپ بصرے میں اہل جمل کو قتل کرنے سے فارغ ہوئے تو گھوڑے پر سوار ہو کر صفوں کو چیرتے ہوئے کعب

بن سورۃ کی نعش پر پہنچے۔ (کعب بصرے کا قاضی تھا اور یہ عہدہ اور منصب اسے عمر بن خطابؓ نے دیا تھا۔ کعب اہل بصرہ میں اس عہدے قضاوت پر عمرؓ کے زمانے لے کر عثمانؓ کے زمانے تک باقی رہا۔ جب بصرے میں اہل جمل کا فتنہ امیرالمومنین علیہ السلام کے خلاف برپا ہوا تو کعب اپنی گردن میں قرآن کو حمائل کر کے اپنے تمام بیٹوں اور اہل کے ساتھ حضرت سے جنگ کرنے کے لئے نکلا اور سب کے سب قتل ہوئے۔)

حضرت علیؑ نعشوں کے درمیان سے گزرنے لگے تو دیکھا کہ کعب وہاں پڑا ہوا تھا۔ آپ وہاں رک گئے اور فرمایا: کعب کو اٹھا کر بٹھاؤ۔ لوگوں نے اسے بٹھا دیا۔ حضرت نے فرمایا: **یا کعب بن سورۃ! قد وجدت ما وعدنی ربی حقاً فھل وجدت ما وعد ربک حقاً؟** یعنی اے کعب بن سورۃ! خدا نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا میں نے اسے حق پایا تو کیا تو نے بھی پروردگار کے وعدے کو حق پایا؟ اس کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ کعب کو لٹادو۔

آپ تھوڑا سا چلے یہاں تک کہ طلحہ بن عبداللہ کے پاس پہنچے کہ وہ نعشوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے اور طلحہ کو بھی وہی خطاب فرمایا جو کعب کو فرمایا تھا۔ پھر فرمایا کہ طلحہ کو لٹادو۔

وہاں پر موجود ایک صحابی نے عرض کیا: آپ کی ان دونوں میتوں سے گفتگو جو کہ سنتے بھی نہیں، اس کا کیا فائدہ؟

حضرت نے فرمایا: اے شخص! قسم بخدا وہ میرا کلام سنتے ہیں جس طرح اہل قلیب (چاہِ بدر) نے رسول اکرمؐ کا کلام سنا تھا۔

(۲/ ۲۳۸ بحوالہ بحارالانوار ۶/ ۲۵۵)

سعد بن معاذ کی موت

عمر بن یسع نے عبداللہ بن منان سے اورانہوں نے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ مدینے کے کچھ انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سعد بن معاذ کی موت کے بارے میں مطلع کیا۔

رسول اکرمؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ اس کے گھر کی طرف چلے۔ جب اس کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ اس کے احباب اور وابستگان اس کے جنازے کو غسل دینے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے غسل مکمل کیا، اس کے بعد سعد کو حنوط کیا، کفن پہنایا اور قبرستان بقیع کی طرف لے چلے۔

اس وقت رسول اکرمؐ پابرہنہ اور بغیر ردا کے جنازے کی تشیع کر رہے تھے۔ کبھی تابوت کو دائیں طرف سے کندھا دیتے اور کبھی بائیں طرف سے یہاں تک کہ سعد کے جنازے کو قبر کی پائنتی کی طرف لاکر رکھا گیا۔

رسول اکرمؐ خود قبر میں اترے۔ اس کی لحد کو درست کیا اور اسے قبر میں اتارا۔ اینٹوں اور پتھروں کو درست کیا اور گارے سے اینٹوں کے سوراخوں کو بند کیا۔

رسول اکرمؐ جب قبر سے فارغ ہوئے تو اوپر مٹی ڈالی اور قبر کو برابر کیا اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ قبر بھی کہنہ اور بوسیدہ ہو جائے گی لیکن خدا دوست رکھتا ہے اس شخص کو جو محکم اور مضبوط کام کرے۔

جب قبر کو برابر کر چکے اور مٹی ڈالنے سے فارغ ہوئے تو سعد کی والدہ نے کہا: اے سعد! تجھے بہشت مبارک ہو۔

رسول اکرمؐ نے سعد کی والدہ سے فرمایا: اے مادر سعد! خدا کے متعلق یقینی

طور پر کچھ بھی نہ کہو۔ اس وقت سعد کو فشار قبر نے اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔

مراسم دفن کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ رسول اکرمؐ بھی اپنے خانۂ اقدس کی طرف چلے گئے۔ اسی دوران لوگوں نے نبی اکرمؐ سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! جس طرح آپ نے سعد کے دفن وکفن میں دلچسپی لی، ہم نے دیکھا ہے کہ آپ نے آج تک کسی اور کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہیں کیا۔ سر اور پابرہنہ ان کے جنازے کو آپ نے خود اٹھایا۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ آسمان کے فرشتے سروپا برہنہ تشیع جنازہ کر رہے ہیں، میں نے بھی ان کی پیروی کی۔

لوگوں نے عرض کیا: ہم نے دیکھا کہ آپ کبھی چارپائی کو دائیں طرف سے کندھا دیتے اور کبھی بائیں طرف سے کندھا دیتے تھے آخر اس کی کیا وجہ تھی؟

حضور اکرمؐ نے فرمایا: میرا ہاتھ جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھا وہ جہاں سے شروع کرتے اور کندھا دیتے تو میں بھی وہاں سے جنازے کو اٹھاتا۔

عرض کیا گیا: آپ نے خود جنازے کو غسل دینے کا حکم دیا اور آپ نے ان کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور ان کو سپرد خاک بھی خود کیا۔ ان ساری فضیلتوں اور عظمتوں کو سعد کے لئے بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس کو فشار قبر ہو رہا ہے۔ یہ کیوں؟

پیغمبر اسلامؐ نے ان کے جواب میں فرمایا: جی ہاں! سعد اپنے خاندان سے ترشی اور سختی سے پیش آتے تھے اس لئے انہیں فشار قبر ہوا ہے۔

(۲۴۴/۲ بحوالہ امالی طوسی ۴۱/۲)

مرحوم نراقی کا روح کے ساتھ کلام

حضرت آیت اللہ مرحوم آخوند ملا محمد مہدی نراقی (اعلی اللہ تعالی مقامہ الشریف) کو اسی دنیا میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔

مرحوم نراقی جو بزرگ علماء میں سے تھے اور علوم نقلیہ وعقلیہ، علم وعمل اور عرفان الٰہی میں انہیں بڑا مقام حاصل تھا، فقہ، اصول، حکمت، ریاضیات، علوم غریبہ، علم اخلاق اور عرفان میں علماء اسلام میں بینظیر تھے۔

ان کے بیٹے حاج ملا احمد نراقی جو مرحوم شیخ انصاری کے استاد اور علمائے برجستہ میں سے ہیں اور بہت سی تصانیف کے مالک ہیں۔

شیخ انصاری مقامات مقدسہ سے اس وقت ایران تحصیل علم کی غرض سے آئے اور اصفہان پہنچے اور پھر کاشان آئے وہاں مکمل چار سال ملا احمد نراقی کے حضور ان کے درس سے بہرہ مند ہوئے اور اس کے بعد نجف اشرف واپس آئے۔

یہ واقعہ نجف اشرف کے طلباء اور علماء میں مشہور ہے اور مرحوم نراقی کے مسلّم حالات میں شمار ہوتا ہے۔ (جب مرحوم نراقی نجف اشرف میں سکونت رکھتے تھے اور وہیں دار دنیا سے کوچ فرمایا۔ ان کا مقبرہ بھی نجف میں صحن مطہر سے متصل ہے)۔

ایک مرتبہ جب وہ نجف میں سکونت رکھتے تھے، ماہ رمضان گزر رہا تھا۔ ایک دن ان کے گھر میں افطار کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ عیال نے ان سے کہا: افطار کے لئے گھر میں کچھ نہیں، بازار سے کوئی چیز لے کر آئیں۔

مرحوم نراقی جن کے پاس اس وقت ایک پیسہ بھی نہیں تھا، اپنے گھر سے باہر آئے۔ اچانک اہل قبور کی زیارت کے لئے وادی السلام نجف چل پڑے۔

قبروں کے درمیان کچھ دیر بیٹھے، فاتحہ پڑھی، یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور تاریکی چھانے لگی۔

اس حال میں انہوں نے دیکھا کہ کچھ عرب لوگ ایک جنازہ لائے، اس کے لئے قبر کھودی اور جنازے کو قبر میں رکھا۔ انہوں نے آقائے نراقی کی طرف رخ کر کے کہا: ہمیں جلدی ہے ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔ اس جنازے کے بقیہ مراسم دفن آپ انجام دے دیں۔ انہوں نے جنازے کو رکھا اور چلے گئے۔

مرحوم نراقی کہتے ہیں کہ میں قبر میں اترا اور کفن کو کھولا تا کہ اس کے چہرے کو خاک پر رکھوں اور اس کے بعد اینٹیں رکھوں، مٹی ڈالوں اور قبر کو برابر کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں ایک دریچہ ہے۔ میں اس دریچے سے اندر داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ بہت بڑا باغ ہے جس میں سرسبز و شاداب درخت ہیں جن کی ٹہنیوں پر انواع و اقسام کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ اس باغ سے ایک راستہ خوبصورت محل کی طرف جاتا تھا اور وہ تمام راستہ بہترین جواہرات کے ٹکڑوں سے بنا ہوا تھا۔

آقائے نراقی کا بیان ہے کہ میں بے اختیار ہوگیا اور اس محل کی طرف چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ یہ بہترین محل ہے جس کی اینٹیں قیمتی جواہرات کی ہیں۔ میں وہاں سے بالائی منزل پر گیا اور ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص سامنے بیٹھا ہوا ہے اور اسی کمرے میں دور دور تک دوسرے افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جو لوگ اس کمرے میں اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اس شخص کے پاس

آئے ہیں جو صدر مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے احوال پرسی کرتے ہیں اور اپنی قوم اور وابستگان کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور وہ ان کے جواب دیتا ہے۔

جب وہ مرد شادماں اور مسرور سوالوں کے جواب دے رہا تھا تو کچھ وقت گزرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اچانک کمرے کے دروازے سے ایک سانپ داخل ہوا اور سیدھا اس شخص کے پاس آیا جو صدر مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ڈنک مارا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس مرد کا چہرہ سانپ کے ڈنک کے درد سے متغیر ہوگیا کچھ دیر بعد آہستہ آہستہ سابقہ حالت پر اس کی صورت لوٹنے لگی۔ جب مکمل طور پر اس کی حالت سنبھل گئی تو پھر وہ ایک دوسرے سے گفتگو کرنے میں مصروف ہوگئے اور اس سے احوال پرسی اور دنیا کے بارے میں سوال کرنے لگے۔

ایک لمحہ گزرا کہ میں نے دیکھا کہ وہی سانپ دوسری مرتبہ دروازے سے داخل ہوا اور پہلے کی طرح اسے ڈنک مارا اور واپس لوٹ گیا۔

اس مرد کی حالت پریشان اور چہرے کا رنگ تبدیل ہوا اور پھر آہستہ آہستہ اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ اس وقت میں نے اس مرد سے سوالات کئے: جناب! آپ کون ہیں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ اس محل سے کس کا تعلق ہے؟ یہ سانپ کیا ہے؟ یہ آپ کو کیوں ڈنک مارتا ہے؟

اس نے کہا: میں وہی مردہ ہوں جسے ابھی یہاں قبر میں رکھا گیا ہے اور یہ باغ میری بہشت برزخی ہے کہ جو خداوند عالم نے مجھے عطا فرمائی ہے اور قبر کی طرف سے دریچہ میرے لئے عالم برزخ کی طرف کھلا ہے۔

یہ محل میری ملکیت ہے، یہ سرسبز و شاداب درخت، یہ جواہرات اور یہ مکان

جسے تو مشاہدہ کر رہا ہے میری بہشت برزخی ہے اور میں یہاں آیا ہوں۔

یہ افراد جو دور تک کمرے میں آئے ہوئے ہیں میرے رشتہ دار ہیں جو مجھ سے پہلے عرصۂ حیات گزار چکے ہیں، یہ مجھے دیکھنے اور وابستگان اقرباء و رشتہ داروں کے بارے میں احوال پرسی کر رہے ہیں اور میں ان کو ان کے حالات بتا رہا ہوں۔

یہ سانپ جو مجھے ڈنک مارتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مرد مومن، صوم وصلوٰۃ اور خمس و زکوٰۃ کا پابند ہوں۔ جتنا بھی میں نے غور وفکر کیا مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا کہ جس کی وجہ سے میں ایسے عذاب کا مستحق بن سکوں۔

البتہ ایک دن جب گرم ہوا چل رہی تھی، میں ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک دکاندار گاہک کے ساتھ گفتگو اور منازعہ کر رہا ہے۔ میں ان کی صلح کرانے کے لئے نزدیک گیا تو میں نے دیکھا کہ دکاندار کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے تین سو دینار لینے ہیں مگر خریدار کہتا ہے کہ میں نے تیرا اڑھائی سو دینار دینا ہے۔

میں نے دکاندار کو کہا: متنازعہ پچاس دینار میں سے تم پچیس دینا چھوڑ دو اور گاہک سے کہا کہ تم اڑھائی سو کی بجائے پونے تین سو دینار دکاندار کے حوالے کرو۔ یہ سن کر دکاندار خاموش ہوگیا لیکن اصل بات یہ تھی کہ دکاندار سچا تھا اور مقروض جھوٹا تھا۔ دکاندار کو میری وجہ سے پچیس دینار کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس عمل کی سزا میں خداوند عالم نے مجھ پر اس سانپ کو مسلط کردیا۔ یہ ہر لمحے بعد مجھے اسی طریقے سے ڈنک مارتا ہے اور نفخ صور تک میری یہی حالت رہے گی اور پھر جب لوگ محشر میں حساب کے لئے حاضر ہوں گے تو اس وقت مجھے امید ہے کہ محمدؐ وآل محمدؐ کی شفاعت سے مجھے نجات مل جائے گی۔

جب میں نے یہ سنا تو اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: میرے عیال گھر میں میرا انتظار کر رہے ہیں میں جانا چاہتا ہوں تا کہ ان کے لئے افطاری لے جاؤں۔

وہ شخص جو صدر مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے تک مجھے خداحافظ کہنے کے لئے آیا۔ جب میں دروازے سے نکلنے لگا تو اس نے چاولوں کی ایک تھیلی مجھے دی اور کہا کہ اچھے چاول ہیں اپنے عیال کے لئے لیتے جاؤ۔

میں نے چاول لئے اور خداحافظ کہا اور جس دریچے سے داخل ہوا تھا باغ سے باہر آگیا۔ دیکھا وہی قبر ہے اور وہی مردہ زمین پر پڑا ہوا ہے اور کوئی دریچہ نہیں۔ میں قبر سے باہر آیا، اینٹیں درست کیں، مٹی ڈالی اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جو چاولوں کی تھیلی اپنے ساتھ لایا تھا ان کو پکایا۔

کافی مدت تک ہم ان کو پکاتے رہے لیکن ختم نہ ہوئے اور ان سے ایسی بہترین خوشبو آتی تھی کہ پورے محلے کو خوشبودار بنا دیتی۔ ہمسائے ہم سے پوچھتے کہ یہ چاول آپ نے کہاں سے خریدے؟

آخرکار کچھ مدت کے بعد ایک دن میں اپنے گھر نہیں تھا۔ ہمارے گھر ایک مہمان آیا اور میرے عیال نے چاول پکائے اور دم کیا۔ اس کی خوشبو سے پورا گھر مہک اٹھا۔ مہمان نے پوچھا کہ یہ چاول آپ کہاں سے لائے ہیں جو کہ چاول کی تمام اقسام سے خوشبو کے لحاظ سے بہتر ہیں۔

اہل خانہ شرم و حیا میں پھنس گئے اور انہوں نے پورا واقعہ بیان کردیا۔ اس کے بعد بقیہ چاول ختم ہوگئے۔

ہاں یہ بہشتی غذا تھی جو خدا اپنے مقرب لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔

(۲۴۶/۲)

فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے بہشتی کھانا

مجلسی رضوان اللہ علیہ نے کتاب ''خرائج و جرائح'' میں شیخ ہبۃ اللہ قطب راوندی سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام پر ایسا دن بھی گزرا کہ خانۂ اقدس میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: آیا گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز ہے کہ مجھے دیں؟

فاطمہؑ نے عرض کیا: آقا! گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ اپنے گھر سے باہر آئے اپنی معاشی زندگی اور اصلاح امور کے لئے ایک دینار قرض لیا تاکہ کوئی چیز خریدیں، راستے میں مقداد بن اسود سے ملاقات ہوئی۔ ان کو ایسے حال میں پایا کہ غربت و افلاس کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان کے سب عیال بھوکے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے وہی دینار مقداد کو دے دیا اور خود خالی ہاتھ مسجد رسول اللہؐ میں آئے اور نماز ظہر وعصر حضور اکرمؐ کے ساتھ ادا کی۔

نماز عصر کے بعد رسول اکرمؐ نے امیرالمومنینؑ کا ہاتھ پکڑا اور اکٹھے فاطمہؑ کے گھر میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ وہ مصلائے عبادت پر مشغول نماز ہیں اور ان کے پس پشت ایک کاسہ پڑا ہوا ہے جس سے بخارات اٹھ رہے ہیں۔

جب فاطمہ علیہا السلام نے رسول اکرمؐ کی گفتگو سنی تو اپنی جگہ سے اٹھیں اور آنحضرتؐ پر سلام عرض کیا۔ (فاطمہؑ، رسول اللہؐ کے نزدیک محبوب ترین فرد تھیں) رسول اکرمؐ نے سلام کا جواب دیا اور دست شفقت سر پر پھیرا اور پھر فرمایا: اے فاطمہؑ! ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اس کاسہ کو اٹھایا اور اپنے پدر بزرگوار رسول اکرمؐ کے سامنے لاکر رکھا۔

رسول اکرمؐ نے دریافت فرمایا: اے فاطمہؑ! یہ غذا تمہارے لئے کہاں سے لائی گئی ہے؟ اس غذا کے رنگ جیسا رنگ تو میں نے آج تک نہیں دیکھا، ایسی خوشبو تو میں نے آج تک نہیں سونگھی اور ایسا پاک و پاکیزہ کھانا آج تک نہیں کھایا۔

اس کے بعد رسول اکرمؐ نے اپنے دونوں ہاتھ امیرالمومنینؑ کے کندھوں پر رکھے اور فرمایا: یہ غذا بدل ہے اُس دینار کا۔ خداوند عالم ہر کسی کو اس کے ارادے کے مطابق بے حساب رزق دیتا ہے۔ (۲/۲۵۲ بحوالہ بحارالانوار ۴۳/۲۹)

فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جس زمانے میں ہر جگہ قحط تھا اور رسول اکرمؐ بھی بھوکے تھے، فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ہدیے کے طور پر اپنے والد بزرگوار کی طرف دو روٹیاں اور کچھ گوشت بھیجا۔ یہ غذا خود انہیں کی تھی، خود نہیں کھائی۔ جذبۂ ایثار کے تحت اپنے والد کو خود پر مقدم کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طبق کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طرف واپس لوٹا دیا اور فرمایا: اے میری میوۂ دل دوسرے طبق سے کھانا لے آؤ۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اس طبق سے رومال ہٹایا تو دیکھا کہ گوشت اور روٹی سے پُر ہے۔ اس کو دیکھ کر حیران ہوئیں اور جانا کہ یہ دسترخوان خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! یہ کھانا کہاں سے لائی ہو؟

فاطمہؑ نے عرض کیا: یہ غذا خدا کی طرف سے ہے اور خدا جسے چاہتا ہے

بلاحساب روزی دیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمد وتعریف مخصوص ہے خداوند ذوالجلال کی ذات اقدس سے کہ تجھے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار کی شبیہ قرار دیا ہے۔

رسول اکرمؐ، علی ابن ابی طالبؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور تمام اہلبیتؑ نے اس دسترخوان سے کھانا کھایا اور سب سیر ہوگئے اور کھانا اسی طرح باقی رہا۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ہمسایوں میں بھی تقسیم کیا۔ (۲۵۶/۲)

ارواح خبیثہ کے ساتھ مکالمہ

مرحوم آیت اللہ العظمیٰ جناب سید جمال الدین گلپایگانی جو ہمارے علم اخلاق کے استاد تھے، فرماتے ہیں:

ایک دن میں اہل قبور کی زیارت کے لئے وادی السلام نجف اشرف گیا۔ چونکہ ہوا بہت گرم تھی لہٰذا گرمی کی شدت کی وجہ سے وادی کے درمیان ایک برآمدے میں بیٹھ گیا۔ چونکہ وہاں سایہ تھا۔ (مرحوم جناب سید جمال الدین اکثر وادی السلام جایا کرتے اور تمام خیالات سے آزاد ہوکر وہاں بیٹھتے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ان کا ارواح طیبہ سے تعلق ہے اور وہ ان سے ہم کلام ہوتے ہیں)۔

مرحوم نے فرمایا: جیسے ہی میں بیٹھا اور حقہ تازہ کیا تاکہ کچھ آرام کرلوں میں نے دیکھا کہ ایک گروہ ارواح بدترین وضع کے ساتھ میرے پاس آیا، جن کے پھٹے پرانے کثیف لباس تھے، جن کے ہاتھوں میں آلودہ برتن تھے، انہوں نے التماس کی کہ جناب ہماری فریاد سنئے اور بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت کیجئے۔

ان ارواح کا تعلق ان ہی قبروں سے تھا جن کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ عرب کے شیوخ اور بزرگان میں سے تھے جو دنیا میں غرور وتکبر کرتے تھے۔

انہوں نے مجھ سے گڑگڑا کر التجا کی مگر میں نے ان کو تلخی اور سختی سے جواب دیا اور سب کو رد کردیا اور کہا: اے بے انصافو! تم نے دنیا میں زندگی گزاری، لوگوں کے مال کو ناحق کھایا اور گناہ کئے، کمزوروں اور یتیموں کے حق کی پروا نہ کی، ہم نے جتنا بھی کہا تم نے ہماری ایک نہ سنی۔ اب آئے ہو ہمارے پاس شفاعت کروانے کے لئے، دفع ہوجاؤ۔ سب کو دور کیا اور وہ منتشر ہوگئے۔ (۲۹۰/۲)

قبرستان میں زیادہ بیٹھنے کا ثمر

مرحوم آیت الحق آیت اللہ العظمیٰ حاجی مرزا علی آقا قاضی رضوان اللہ علیہ کے بارے میں ان کے بہت سے شاگرد نقل کرتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ اہل قبور کی زیارت کے لئے وادی السلام نجف جاتے اور دو سے چار گھنٹوں تک حالت سکوت میں بیٹھے رہتے۔ ان کے شاگرد تھک کر واپس لوٹ جاتے اور اپنے آپ کو کہتے کہ کیا وجہ ہے کہ استاد اتنی دیر تک خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں۔

مرحوم آیت اللہ حاج شیخ محمد تقی آملی رحمۃ اللہ علیہ، ایک فقیہ اہلبیتؑ عارف برجستہ اور عالم ربانی تھے۔ آپ مرحوم آیت اللہ مرزا علی آقا قاضی کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے۔ مرحوم آیت اللہ آملی نقل کرتے ہیں:

میں نے ایک عرصے تک دیکھا کہ مرحوم آیت اللہ مرزا علی آقا قاضی ہر روز تین گھنٹے وادی السلام کے قبرستان میں بیٹھتے ہیں اور میں اپنے آپ سے کہتا کہ

انسان کو چاہئے کہ وہ زیارت کرے اور چلا جائے اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت سے مرنے والوں کی روح کو مسرور وشاد کرے اور ان کے لازمی کام کو انجام دے۔

یہ اشکال میرے دل میں کھٹکتا رہتا لیکن میں نے کسی کے سامنے بیان نہ کیا یہاں تک کہ میں نے عزیز ترین دوستوں کو بھی نہ بتایا۔ اسی طرح ایک عرصہ بیت گیا کہ میں ہر روز استاد کی بارگاہ عالیہ میں استفادہ کے لئے حاضر ہوتا۔ آپ کے دروس اور تبحر علمی سے استفادہ کرتا اور واپس لوٹ آتا یہاں تک کہ میں نے نجف اشرف سے ایران واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ البتہ اس سفر کے سلسلے میں گومگو کی حالت تھی اور اس سفر میں مصلحت نہ سمجھتا تھا۔ میرے اس پروگرام کا کسی کو علم نہ تھا، نہ ہی میں نے کسی اپنے دوست اور بزرگ کو بتایا تھا۔

ایک شب میں اس کمرے میں سویا ہوا تھا جہاں علمی اور دینی کتابیں پڑی ہوئی تھیں۔ سونے کی حالت میں میرا پاؤں ان کتابوں سے چھوا۔ میں نے خیال کیا کہ مجھے اٹھ جانا چاہئے کہ کسی اور جگہ سو جاؤں یا نہیں۔ کیونکہ کتابیں میرے پاؤں کے نیچے نہ تھیں بلکہ فاصلے پر پڑی ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں یہ کتابوں کی یہ بے احترامی نہ تھی لہٰذا میں گہری نیند سوگیا۔

اس صبح میں اپنے استاد قاضی کی خدمت میں گیا اور میں نے سلام کیا۔ استاد جواب سلام کے بعد فرمانے لگے: ''تمہارا ایران جانے کا ارادہ نہیں ہے اور کتابوں کی طرف پاؤں کرنے سے بے احترامی ہوتی ہے۔''

استاد کی اس گفتگو نے مجھے حیران و پریشان کردیا اور میں نے بے ساختہ کہہ دیا کہ آقا! آپ نے کہاں سے سمجھا، کہاں سے سمجھا؟

آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے وادی السلام سے سمجھا ہے۔

(۲۹۱/۲)

روح کے بارے میں امام سجادؑ کی گفتگو

جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے امام علی بن الحسین امام سجاد علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ امام نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ لوگوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں کیونکہ جو کچھ رسول اکرمؐ کی طرف سے ہم تک پہنچا ان کو بتائیں تو وہ ہنستے ہیں، اگر خاموش رہیں تو یہ ہمارے لئے روا نہیں ہے۔

ضمرہ بن معید نے کہا: ہمیں بتایئے جو کچھ آپ تک پہنچا۔

حضرت نے فرمایا: آیا تمہیں کو معلوم ہے کہ جب کوئی انسان دنیا سے کوچ کرتا ہے اور اس کے جنازے کو دفنانے کے لئے قبرستان لے جایا جارہا ہوتا ہے تو وہ مردہ، جنازہ اٹھانے والوں سے کیا کہتا ہے؟

ضمرہ نے عرض کیا: ہمیں معلوم نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا: وہ جنازہ اٹھانے والوں سے کہتا ہے اور اس طرح کہتا ہے: اے میرے بھائیو! کیا تم میری باتوں کو نہیں سن رہے ہو کہ میں دشمن خدا، شیطان کے بارے میں تمہاری شکایت کروں گا۔ دشمن خدا، شیطان نے مجھے فریب دیا اور مجھے عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ پھر اس نے میری آواز اور داد و فریاد پر کان نہیں دھرا۔ میں تم سے شکایت کرتا ہوں کہ جن برادران اور دوستوں کے ساتھ میں نے اخوت و برادری کا برتاؤ کیا تھا، آج انہوں نے مجھے رسوا کیا اور مجھ سے بیگانوں کا سا سلوک کیا اور مجھے بے یار و مددگار اور تنہا چھوڑ گئے۔ مجھے اپنے گھر سے بھی شکایت ہے کہ میں نے کافی مشکلات اور مصائب جھیلنے کے بعد اس گھر کو تعمیر کیا لیکن میری آنکھیں بند ہونے کے ساتھ ہی دوسروں نے اسے اپنا مسکن بنالیا۔ پس

تھوڑی سی مجھ پر نرمی کیجئے کہ مجھے اتنی جلدی سے نہ لے جایئے۔

ضمرہ نے عرض کیا: اے ابوالحسن! جس مردے کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں (اگر اس قسم کا ہے) اگر تابوت میں گفتگو کرسکتا ہے تو پھر ممکن ہے کہ تابوت اٹھانے والوں کی گردنیں اُڑا دے۔

امام سجادؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے پروردگار! اگر ضمرہ نے یہ بات حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے تمسخر اور مذاق کی وجہ سے کہی ہے تو اسے اپنے غضب اور عذاب کی گرفت میں لے لے۔

جابر کہتا ہے کہ وہ دنیا میں چالیس دن زندگی گزارنے کے بعد مرگیا۔ اس کا ایک غلام جو تجہیز کے وقت وہاں موجود تھا، حضرت امام سجادؑ کی خدمت میں پہنچا اور مراسم دفن ادا کرنے کے بعد آپ کے حضور بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا: اے فلاں کہاں سے آرہا ہے؟

اس نے کہا: ضمرہ کے جنازے سے۔ جیسے ہی لوگوں نے اس کی قبر کو برابر کیا میں نے اپنے چہرے کو اس کی قبر پر رکھا۔ قسم بخدا! میں نے اسی لہجے اور آواز کے ساتھ اس کی صدا سنی جو اس کی دنیا میں تھی۔ میں نے اسے دوران حیات اسی صدا کے ساتھ پہچانا کہ اس طرح کہہ رہا تھا:

افسوس ہے تجھ پر اے ضمرہ بن معید! آج تمام دوست تجھے تنہا چھوڑ گئے۔ تیرے سفر کی انتہا جہنم ہے اور جہنم تیرا مسکن اور شب و روز کی آرامگاہ ہے۔

حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا: میں خداوند کریم سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ یہ پاداش و سزا ہے اس شخص کی جس نے حدیث رسول اکرمؐ کا مذاق اُڑایا۔

(۲۹۳/۲ بحوالہ کافی ۲۳۴/۳)

فاطمہ بنت اسد کی رحلت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب امیرالمومنین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسدؑ کی رحلت ہوئی تو امیرالمومنینؑ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ کیا ہوا؟

امیرالمومنینؑ نے عرض کیا: میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

رسول اکرمؐ کی آنکھوں سے اشک کے قطرے، ساون کے بادلوں کی طرح برسنے لگے۔ آپ نے فرمایا: اے علیؑ! وہ تنہا تمہاری ماں نہیں تھیں بلکہ وہ میری بھی ماں تھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے علیؑ! میرا پیراہن اور ردا لے جاؤ اور ان سے اپنی والدہ محترمہ کو کفن دو اور جب تک میں نہ آجاؤں انہیں حرکت نہ دینا۔

رسول اکرمؐ جنازہ اٹھانے کے وقت تشریف لائے۔ آپ نے ان پر ایسی نماز جنازہ پڑھی کہ ایسی نہ اس سے پہلے اور نہ بعد میں کسی پر پڑھی۔ پھر آنحضرتؐ قبر میں داخل ہوئے اور لیٹ گئے۔ جب فاطمہؑ کو سپرد خاک کیا گیا تو آپ نے انہیں مخاطب کیا: اے فاطمہؑ! تو انہوں نے جواب میں کہا: لبیک یارسول اللہؐ!

رسول اکرمؐ نے پوچھا: جو وعدہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا آیا تم نے اسے سچا پایا۔

فاطمہؑ نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہؐ! خدا آپ کو جزا دے۔

رسول اکرمؐ کافی دیر تک قبر میں فاطمہ بنت اسدؑ سے محو گفتگو رہے۔ جب رسول اکرمؐ قبر سے باہر نکلے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آج آپ نے فاطمہؑ کے ساتھ وہ کام کیا جو آج تک کسی کے ساتھ نہ کیا۔ اولاً اپنے لباس میں کفن دلوایا، ثانیاً

ان کی قبر میں خود داخل ہوئے، ثالثاً ایسی مفصل نماز آپ نے ان پر پڑھی اور ایسی طویل گفتگو اور مناجات آپ نے ان کے ساتھ کی کہ کسی اور کے ساتھ نہ کی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اپنے لباس میں کفن دینے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے ان سے کہا تھا کہ لوگ روز قیامت برہنہ محشور ہوں گے تو فاطمہ نے بلند آہ بھری اور قیامت کی برہنگی اور رسوائی سے پریشان ہوئیں۔ میں نے اپنے لباس سے ان کو کفن دیا تا کہ وہ پوشیدہ ہو جائیں۔

جو نماز میں نے فاطمہ پر ادا کی اس میں خدا سے خواہش کی ہے کہ بی بی کا کفن میلا تک نہ ہو یہاں تک کہ فاطمہ بہشت میں داخل ہوں اور خداوند تعالیٰ نے میری دعا کو مستجاب فرمایا۔

میرے قبر میں داخل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ فاطمہ سوال قبر اور عذاب قبر سے ڈرتی تھیں۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ جب میت کو دفن کر کے لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں تو دو فرشتے منکر ونکیر قبر میں آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ **واغوثاه باللہ** یعنی اے پناہ بہ خدا۔ میں ان کی قبر میں لیٹا رہا یہاں تک کہ خداوند متعال نے ان کی قبر کا دریچہ بہشت کی طرف کھول دیا۔ پس ان کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ بن گئی۔

فاطمہ بنت اسدؓ کا شمار صدر اسلام کی عورتوں میں سے ہوتا ہے اور آپ کو رسول اکرمؐ سے بہت پیار تھا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب رسول اکرمؐ نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی رسول اکرمؐ کی اتباع میں ہجرت کی اور انتہائی تکلیف اور مشقت کے ساتھ مدینے پہنچیں اس وقت تک رسول خدا مسجد قبا میں تھے۔ فاطمہؓ کے پاؤں پر آبلے پڑ گئے تھے اور سوج گئے تھے۔ رسول

اکرمؐ نے استراحت کا حکم دیا اور زنان مدینہ پاؤں کے معالجے کے لئے آئیں۔

ان کی قبر بقیع میں چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام کے آگے ہے، ضروری ہے کہ دعا کے لئے وہاں مادر امیرالمومنینؑ کا واسطہ دیا جائے کہ ان کی خدا کے نزدیک بہت فضیلت ہے۔ رسول اکرمؐ نے فاطمہؓ کے لئے دعا اور طلب مغفرت کی اور صدقہ دیا۔

جناب خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول اکرمؐ نے صدقات دیئے، گوسفند ذبح کئے اور فقراء کو کھانا کھلایا۔ حالانکہ رسول اکرمؐ خدیجہؓ سے پندرہ سال جوان تھے۔ بی بی عائشہؓ نے رسول اکرمؐ پر اعتراض کیا کہ قریش کی ایک عورت کے لئے جو کئی سال پہلے رحلت کر چکی ہیں، گوسفند کیوں ذبح کرتے ہیں اور ان کو اس قدر کیوں یاد کرتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کتنی فضیلت کی مالک تھیں؟ میں انہیں کب فراموش کرسکتا ہوں؟ انہوں نے اس وقت میری امداد کی جب تمام لوگوں نے منہ پھیر لیا، وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب سب لوگ مشرک تھے اور میری دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ خدیجہ نے مشکلات میں قدم قدم پر میرا ساتھ دیا تھا۔ (۲۹۵/۲ بحوالہ بصائرالدرجات ص۸۱)

برزخی صورتوں کا مشاہدہ

محمد بن الحسن صفار کتاب بصائر الدرجات میں ابوبصیر سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ حج سے

مشرف ہوا۔ حالت طواف میں امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول! میں قربان ہو جاؤں يَغفِرُ اللّٰهُ لِهٰذا الخَلقِ؟ یعنی آیا اللہ اس تمام مخلوق کو بخش دیگا۔

حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا: اے ابوبصیر! اکثر افراد جو تو دیکھ رہا ہے بندر اور خنزیر ہیں۔

ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے جناب کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ کیسے! آپ نشاندہی فرمائیں۔

حضرت نے کچھ کلمات زبان اقدس سے ادا فرمائے اور اس کے بعد میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے دیکھا کہ وہ خنزیر اور بندروں کی شکل میں ہیں۔ یہ امر میرے لئے دہشت کا موجب بنا۔ امامؑ نے دوسری بار میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میں نے پہلے والی صورتیں مشاہدہ کیں۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا: اے ابامحمد! تم بہشت میں خوشحال و مسرور ہوگے اور لوگ تمہیں جہنم کے طبقات میں تلاش کریں گے لیکن تمہیں نہ پائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے تین افراد بھی جہنم میں نہ ہوں گے اور خدا کی قسم! دو افراد بھی نہ ہوں گے اور خدا کی قسم! ایک بھی شیعہ جہنم میں نہ ہوگا۔ (۳۱۸/۲)

روحانی صورت

ہمارا ایک روشن ضمیر ساتھی تھا جس نے ہمیں بتایا کہ ایک مرتبہ صحن حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک کونے میں ایک صاحب تفکر و مراقبہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے تفکرات اور خیالات کے دریا میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک اس نے صحن مطہر میں

روحانی صورتوں کو مشاہدہ کیا۔

دیکھا کہ صحن میں عجیب و غریب صورتیں موجود ہیں۔ ان کی ناراحت کرنے والی صورتیں حیوانات کی صورتوں کی مشابہ تھیں۔ ان تمام کے درمیان کسی کو نہیں دیکھا کہ جس کی صورت انسان جیسی ہو سوائے ایک حجام کے جو صحن کے گوشے میں اوزار رکھنے کے تھیلے کو کھولے ہوئے کسی کے سر کی اصلاح کرنے میں مشغول تھا، دیکھا کہ صرف وہی صورت انسانی میں ہے۔

پس تیزی سے اس حجام کے پاس پہنچا جو صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ سلام کیا اور کہا: جناب! ان صورتوں کے بارے میں کیا خبر ہے؟

حجام ہنسا اور کہا: جناب! تعجب نہ کیجئے، آئینے میں اپنا چہرہ دیکھئے۔

جب اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا تو خود یہ صورت حیوان کی شکل سے مشابہ تھی۔ غصے کے مارے آئینے کو زمین پر پھینک دیا۔

حجام نے کہا: جناب! اپنی اصلاح کیجئے، آئینے کا تو اس میں کوئی قصور نہیں۔ (۳۱۸/۲)

معراج میں رسول اکرمؐ کے مشاہدات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حالت معراج میں ایسی جماعت سے ملاقات کی کہ جن کے سامنے دو دسترخوان بچھے ہوئے تھے۔ ایک پر پاک و پاکیزہ غذا اور گوشت اور دوسرے پر نجس اور خبیث گوشت رکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ پاک اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ کر نجس گوشت کھا رہے تھے۔

جبرئیلؑ سے میں نے سوال کیا: یہ کون لوگ ہیں؟

جبرئیلؑ نے کہا: آپ کی امت میں سے وہ لوگ ہیں جو غذائے حلال کی بجائے غذائے حرام کھاتے تھے۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے گزر گئے۔ پھر ایسے لوگوں سے سامنا ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح کھردرے تھے اور ان کے ساتھ اپنے بدن کے گوشت کو کاٹ کر کھا رہے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو زبان اور اشاروں کے ذریعے لوگوں کے عیوب تلاش کرنے میں مشغول رہتے تھے۔

ہم وہاں سے بھی گزر گئے اور ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے چہروں اور سروں کو پتھر سے کوٹا گیا تھا۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیلؑ یہ کون سا گروہ ہے؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز عشاء ترک کرتے ہیں۔

پھر ہم وہاں سے ایسی جماعت کے پاس پہنچے کہ آگ جن کے منہ سے داخل ہو کر مقعد کی طرف سے نکل رہی تھی۔ پس میں نے پھر جبرئیلؑ سے پوچھا: اے جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کے مال کو ظلم و ستم کے ذریعے کھاتے تھے، یہ درحقیقت اپنے شکم میں آگ کھا رہے ہیں اور بہت جلد بھڑکتی آگ میں پہنچیں گے اور اس میں جلتے رہیں گے۔

پھر ہم وہاں سے ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جو بڑا پیٹ ہونے کی وجہ سے اٹھنا چاہتے تو اٹھ نہیں سکتے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟

جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ اشخاص ہیں جو سود کھاتے ہیں اور اپنی جگہ سے اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے قیامت کے دن یہ لوگ پاگل بنا کر اٹھائے جائیں گے اور یہ آل فرعون کی راہ و روش پر ہیں اور ہر صبح و شام آگ میں جلتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی، لیکن ان کو علم نہیں کہ قیامت کی گھڑی اس سے زیادہ تلخ تر اور دہشتناک تر ہے۔

پھر وہاں سے گزر کر ہم ایسی عورتوں کے پاس پہنچے جو اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیلؑ! یہ عورتوں کا کون سا گروہ ہے؟

جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ عورتیں ہیں کہ ان کے شوہر جو مال اپنے بیٹوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں یہ ان کے فرزندوں کے علاوہ غیروں کو دیتی ہیں یعنی یتیموں کی وراثت اور جائیداد کو غیروں پر خرچ کرتی ہیں۔

(۲/۳۲۰ بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم ص ۳۷۰)

بہشتی گھر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں بہشت میں داخل ہوا تو وہاں میں نے دیکھا کہ بہت سی سفید اور چمکتی زمین ہے اور اس میں رہنے والا کوئی بھی نہیں لیکن میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی بنا رہے ہیں اور کبھی کبھی اینٹیں بنانے سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے ان فرشتوں سے کہا: کیا وجہ ہے کہ کبھی آپ اینٹیں بنانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور کبھی ہاتھ اٹھا لیتے ہیں؟

فرشتوں نے کہا: جب ہمارا خرچ اور سامان پہنچ جاتا ہے تو ہم بناتے ہیں اور جب ہمارا خرچ نہیں پہنچتا تو ہم ہاتھ روک دیتے ہیں اور صبر کرتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا نفقہ پہنچ جائے۔

رسول اکرمؐ نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا: تمہارا خرچ کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ہمارا خرچ اور نفقہ گفتار مومن ہے۔ جب دنیا میں کہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. پس جب مومن اس ذکر کا ورد کرتا ہے تو ہم بناتے ہیں اور جب اس ذکر سے زبان کو روک دیتا ہے تو ہم بھی رک جاتے ہیں۔ (۲/۳۲۸ بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم ص۲۰)

معاویہ کا برزخی چہرہ

شیخ مفید نے ''اختصاص'' میں خود اپنی سند سے ادریس بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ فرمایا: میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ مکہ روانہ ہوا۔ میرے باپ مجھ سے آگے تھے۔ جب ہم ضجان نامی مقام پر پہنچے تو اچانک ایک مرد ظاہر ہوا جو زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا اور انہیں اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

اس نے ہماری طرف منہ کیا اور کہا: مجھے پانی دیجئے، مجھے پانی دیجئے۔

میرے باپ نے مجھے آواز دی کہ اسے پانی نہ دینا یہ معاویہ ہے۔ خدا اس کو پانی نہ دے۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا جو اس کے آگے زنجیر کھینچ رہا تھا اور اس نے زنجیر کے ساتھ اسے آتش کے سب سے نچلے مقام میں ڈال دیا۔

(۲/۳۳۸ بحوالہ اختصاص، ص۲۷۵)

حضرت موسیٰؑ کے وصی کا برزخی چہرہ

عبایہ بن ربعی اسدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا ہے جس کی شکستہ صورت اور پرانا لباس ہے اور حضرت اس کے ساتھ مشغول گفتگو ہیں۔

جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ مرد کون تھا؟

حضرتؑ نے فرمایا: یوشع بن نونؑ، حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے۔

(۲/۳۳۹ بحوالہ بصائرالدرجات ص۸۰)

حضرت عیسیٰؑ کے وصی کی صورت برزخی

حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص کا نام قیس تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے صفین کے محاذ پر نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے پہاڑ کی اوٹ میں نماز پڑھی۔

قیس کہتا ہے کہ میں امام علیہ السلام کے پاس تھا، آپ نے نماز کے لئے اذان کہی، اذان کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا کہ جس کے سر کے بال اور چہرہ سفید ہوچکا تھا اور اس کے چہرے پر نور چمک رہا تھا اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! آپ پر سلام و رحمت اور برکات نازل ہوں، اے پیغمبروں کے وصی آپ کو مبارک ہو، اے سفید رو لوگوں کے پیشوا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس سے احوال پوچھے۔

اس نے کہا: میرا حال تو ٹھیک ہے۔ میں روح القدس کے انتظار میں ہوں اور میں یقین نہیں رکھتا کہ خوشنودئ خدا میں آپ سے زیادہ کسی کا امتحان سخت ہو اور آپ سے زیادہ ثواب ہو اور آپ سے زیادہ مقام ارجمند پر فائز ہو۔ اے میرے بھائی! ان مشکلات و مصائب پر صبر سے کام لینا، یہاں تک کہ میرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی ملاقات ہو۔ میں نے اپنے بنی اسرائیل کے ساتھیوں کو دیکھا ہے کہ دشمنوں سے انہوں نے کس قدر سختیاں برداشت کیں، ان کے جسموں کو آرے سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا، لکڑی کے تختوں پر لٹا کر ان کے جسموں میں میخیں تک پیوست کی گئیں۔

پھر اس سفید چہرے اور سفید بالوں والے شخص نے اپنے ہاتھ سے سیاہ معاویہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اگر یہ سیاہ چہروں والے بے چارے جانتے کہ آپ سے جنگ کرنے میں کس قدر عذاب سخت ہے تو یہ کبھی بھی جنگ نہ کرتے۔

پھر اس نے اپنے ہاتھ سے اہل عراق یعنی حضرت علیؑ کی سپاہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اگر یہ روشن چہرے والے جانتے ہوں کہ ان کو آپ کی اطاعت اور جہاد کا کس قدر صلہ اور اجر دیا جائے گا تو یہ پسند کرتے کہ ان کے بدن کے ایک ایک حصے کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے تب بھی وہ آپ کی مدد کے لئے تیار رہتے اور ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آتی۔

پھر وہ مرد یہ کہتے ہوئے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امام علیہ السلام سے رخصت ہوا اور نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔

حضرت علیؑ کے بعض ساتھیوں نے جیسے عمار بن یاسر، ابوالہیثم بن التیہان، ابوایوب انصاری، عبادۃ بن صامت، اور خذیمہ بن ثابت اور ہاشم مرقال وغیرہ جنہوں نے اس شخص کو آپ سے ملاقات کرتے ہوئے اور آنکھوں سے اوجھل ہوتے بھی دیکھا۔ آپ سے پوچھا کہ مولاؑ! یہ مرد کون تھا؟

حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب باصفا سے فرمایا: یہ شمعون بن صفاؑ حضرت عیسیٰؑ کے وصی تھے کہ خداوند متعال نے انہیں میری مدد کے لئے بھیجا تھا تاکہ وہ اس جنگ میں میری مدد وتقویت کریں۔

آپ کے تمام ساتھیوں نے آپ سے پوچھا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، خدا کی قسم! جس طرح ہم رسول اکرمؐ کی حمایت میں کافروں سے جنگ کرتے تھے، اس طرح آپ کے دشمنوں سے لڑتے رہیں گے۔ مہاجرین اور انصار میں سے کوئی بھی آپ کے فرمان سے منہ نہیں موڑے گا۔ سوائے اس کے جو شقی المزاج اور بدبخت ہوگا۔

امیرالمومنینؑ نے ان کے بارے میں دعائے خیر کی اور ان کے کردار کی تعریف کی۔ (۳۴۰/۲ بحوالہ مجالس مفید ص۴۰)

عذاب والدہ اور بیٹی کے سر کا سفید ہونا

حضرت استاد علامہ طباطبائی نے مرحوم حاج مرزا علی آقا قاضی رضوان اللہ علیہ سے نقل کیا کہ فرماتے ہیں:

نجف اشرف میں ہمارے گھر کے نزدیک افندی عثمانی مذہب سے تعلق

رکھنے والی سنی لڑکی کا گھر تھا جس کی والدہ فوت ہوئی۔ (افندی سے مراد عثمانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے سنی ہیں۔ عراق پر پہلے ان ہی کی حکومت تھی اور جب پہلی جنگ عظیم ہوئی اور اس کے نتیجے میں برطانیہ کو کامیابی حاصل ہوئی تو اس نے حکومت عثمانیہ کو تقسیم کردیا اور عراق ان کے تصرف سے نکل گیا۔)

اس لڑکی نے اپنی والدہ کی موت پر بہت چیخ و پکار کی اور انتہائی غمگین و پریشان تھی اور تشیع کرنے والوں کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر تک آئی اور اس قدر گریہ وفریاد کیا کہ تمام تشیع کرنے والے لوگوں کی حالت کو متغیر کردیا۔

جب اس کی والدہ کی قبر تیار کی گئی اور چاہا کہ اسے قبر میں رکھیں تب اس لڑکی نے فریاد کی کہ میں اپنی والدہ سے ہرگز جدا نہ ہوں گی۔ لوگوں نے جتنی بھی اسے جدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اگر جبراً اسے جدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بلاشک یہ مر جائے گی تو آخرکار یہی طے ہوا کہ میت کو قبر میں سلا دیا جائے اور اس لڑکی کو قبر میں والدہ کے پہلو میں رہنے دیا جائے اور قبر کو مٹی کی بجائے تختوں سے بند کیا جائے اور ایک سوراخ رکھا جائے تاکہ لڑکی مر نہ جائے اور جس وقت چاہے دریچے اور سوراخ سے باہر آسکے۔

رات گئے وہ اپنی والدہ کے پہلو میں رہی۔ دوسرے دن اس کے رشتے دار قبر پر آئے تاکہ دیکھیں کہ اس لڑکی پر کیا گزری۔ جب ایک تختہ کو ہٹایا تو دیکھا کہ اس کے سر کے تمام بال سفید ہو چکے ہیں۔

انہوں نے کہا: تمہارے سر کے بال کیسے سفید ہوگئے؟

لڑکی نے جواب دیا: جب میں رات کو والدہ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی کہ اتنے میں دو فرشتے آئے جو دونوں طرف بیٹھ گئے اور ایک محترم شخص ان کے

درمیان آکر بیٹھا۔ ان دو فرشتوں نے عقائد کے بارے میں سوالات کرنے شروع کئے اور میری والدہ نے جواب دیئے۔

توحید کے بارے میں سوال کیا تو میری والدہ نے جواب دیا کہ میرا خدا واحد ہے۔ نبوت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پیغمبر محمدؐ بن عبداللہ ہیں اور جب امامت کے بارے میں سوال کیا تو درمیان میں بیٹھے ہوئے شخص نے فرمایا کہ لست له بامام. یعنی میں اس کا امام نہیں ہوں۔

اس حال میں ان فرشتوں نے میری والدہ کے سر پر گرز مارا جس سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اس وحشت اور خوف کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا جو تم دیکھ رہے ہو۔

مرحوم قاضی رضوان اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لڑکی کا تمام خاندان سنی تھا اور اس واقعے سے شیعہ عقیدے کی تائید ہوئی تو وہ لڑکی شیعہ ہوگئی اور اس کے خاندان کے تمام افراد جو آفندی تھے وہ بھی اس لڑکی کی برکت سے شیعہ ہوگئے۔ (۳/۱۰۸)

حضرت علیؑ سب کے مددگار

اس واقعے کو ہمارے استاد مکرم علامہ طباطبائیؒ نے نقل فرمایا جو کہ بہت دلچسپ اور انتہائی توجہ طلب ہے۔ فرماتے ہیں:

کربلا میں ایک واعظ تھے جن کا نام سید جواد تھا۔ سب لوگ انہیں سید جواد کربلائی کہتے تھے۔ وہ ایام محرم میں نواحی علاقوں اور دور دراز قصبات میں تبلیغ کے لئے جاتے، نماز جماعت پڑھاتے، مسائل دین بتاتے اور پھر کربلا واپس آجاتے۔

انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں (سید جواد) ایسے قصبے میں گیا جہاں کے رہنے والے سب سنی تھے۔ وہاں میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جس کی داڑھی سفید تھی اور نورانی چہرہ تھا لیکن وہ سنی تھا۔ دوران گفتگو مذاکرہ شروع ہوا تو میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں ابھی اسے تشیع کے متعلق نہیں سمجھا سکوں گا۔ چونکہ وہ شخص سادہ لوح تھا اور اس کا دل غاصبین خلافت کی محبت سے سرشار تھا۔ میں نے دیکھا کہ شاید مزید گفتگو سے نتیجہ الٹ ہوجائیگا اور موقع کی انتظار کرنے لگا۔

ایک دن میں اس بزرگ کے ساتھ کلام کر رہا تھا تو میں نے اس سے پوچھا: تمہارا رئیس و سردار کون ہے؟

میں نے چاہا کہ اس سے مذاکرے کی فضا پیدا ہو تا کہ تدریجاً اس کے دل میں ایمان پیدا ہو اور اسے شیعہ بنانے میں کامیاب ہوسکوں۔

اس ضعیف مرد نے جواب میں کہا: ہمارا رئیس و سردار بہت طاقتور شخص ہے جو کہ انتہائی مہمان نواز ہے جس کے اتنے گوسفند اور اتنے اونٹ ہیں، چار ہزار تیرانداز اور اتنا قبیلہ ہے۔

میں نے کہا: واہ واہ! تمہارا رئیس و سردار تو بہت ہی اچھا اور طاقتور ہے۔

ان مذکرات کے بعد اس مرد بزرگ نے میری طرف منہ کیا اور کہا: تمہارا رئیس و سردار کون ہے؟

میں نے کہا: ہمارا سردار وہ ہے کہ جس کسی کی کوئی بھی حاجت ہو وہ پوری کرتا ہے، اگر تم مشرق میں ہو اور وہ مغرب میں ہو یا تم مغرب میں ہو اور وہ مشرق میں ہو اور اگر تم کسی بھی پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کے نام کی صدا دو تو وہ فوراً پہنچ جائے گا اور تمہاری مشکل کو دور کرے گا۔

بزرگ نے کہا: واہ واہ! عجیب تمہارا سردار ہے۔ بہت اچھا ہے۔ اس طرح ہونا چاہئے۔ اس کا نام کیا ہے؟

میں نے کہا: سردار علیؑ۔

مزید گفتگو نہ ہوئی اور ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور میں کربلا چلا آیا۔ لیکن وہ بزرگ سردار علیؑ کے بارے میں بہت فکرمند تھا۔

کچھ عرصے بعد میں دوبارہ اس بستی میں آیا۔ میری دلی خواہش تھی کہ اس مذاکرے کو تکمیل تک پہنچایا جائے اور اس بزرگ کو شیعہ کردیا جائے اور اپنے آپ کو کہا کہ میں نے اس دن بنیاد تو رکھ دی تھی اور اب اس بنیاد کو مکمل کرنا ہے۔ میں نے اس دن سردار علیؑ کا نام لیا اور آج اس سردار علیؑ کا تعارف کرنا ہے اور اس بزرگ روشن دل کی ولایت امیرالمومنینؑ اور ان کے مقام مقدس کی طرف رہنمائی کرنی ہے۔

جب میں اس بستی میں داخل ہوا اور اس بزرگ کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے رحلت کرچکا ہے۔ میں نے بہت افسوس کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ عجیب بزرگ تھا، ہماری اس کے ساتھ محبت تھی کہ اسے ولایت امیرالمومنینؑ سے آشنا کروں۔ افسوس کہ بغیر ولایت کے دنیا سے کوچ کرگیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسا کام کریں کہ اس سے اس بزرگ کی معاونت ہوسکے۔ چونکہ وہ دشمن اہلبیتؑ نہیں تھا۔ غلط تبلیغات نے اس بزرگ کو ولایت کی طرف رغبت کرنے سے محروم رکھا۔ بڑی مشکل سے اس نے مجھ سے اثر لیا اور میں اس سے متاثر ہوا۔ اس کے بیٹوں کو تسلی دینے کے لئے گیا اور ان سے تقاضا کیا کہ مجھے اس کی قبر پر لے جائیں۔ اس کے بیٹے مجھے اس کی قبر پر لے گئے میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا:

اے میرے اللہ! ہمیں اس سے کچھ امیدیں تھیں، آپ نے اسے کیوں دنیا سے اٹھا لیا؟ آستانہ تشیع کے بہت نزدیک پہنچ چکا تھا، افسوس کہ ناقص ومحروم دنیا سے گیا۔

ہم اس کی قبر سے واپس لوٹے اس کے فرزندوں کے ہمراہ ان کے گھر پر آئے۔ میں نے رات کو وہاں آرام کیا، جب میں سویا تو عالم خواب میں دیکھا کہ ایک دروازے سے میں داخل ہوا، میں نے دیکھا کہ بہت بڑا کمرہ ہے اور کمرے کے ایک طرف بہت اونچا صوفہ پڑا ہوا ہے اور اس پر دو افراد بیٹھے ہوئے اور ان کے سامنے وہ سنی مرد بیٹھا ہوا ہے۔

میں نے داخل ہونے کے بعد سلام کیا اور احوال پرسی کی۔ میں نے دیکھا کہ اس کمرے کے آخر میں ایک شیشے کا دریچہ ہے اور اس کی پچھلی طرف بہت بڑا باغ دکھائی دے رہا تھا۔

میں نے اس بزرگ سے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟

اس نے کہا: یہ عالم قبر اور عالم برزخ ہے اور یہ باغ جو کمرے کے آخر میں ہے میرا ہے۔

میں نے کہا: آپ اس باغ میں کیوں نہیں گئے؟

اس نے کہا: ابھی اس کا موقع نہیں پہنچا۔ پہلے اس کمرے کو طے کرلوں اس کے بعد باغ میں جاؤں گا۔

میں نے کہا: کیوں اس کو طے نہیں کرتے اور نہیں جاتے؟

اس نے کہا: یہ دو افراد میرے معلم ہیں یہ دو آسمانی فرشتے ہیں جو مجھے ولایت کی تعلیم دینے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ جب میری ولایت مکمل ہوگی تو جاؤں گا۔ جناب سید جواد نے مجھے کہا اور نہ کہا۔ (یعنی مجھے کہا کہ ہمارا سردار مشرق

میں ہو چاہے مغرب میں اگر اس کو پکاریں تو وہ فوراً جواب دیتے ہیں اور فریاد کو پہنچتے ہیں اور اس کا نام سردار علی ہے لیکن اس نے یہ نہ کہا کہ یہ سردار علی، علی بن ابی طالبؑ ہے)۔ خدا کی قسم جب میں نے اسے پکارا: ''اے سردار علیؑ میری فریاد کو پہنچئے''، وہ اسی جگہ فوراً پہنچے۔

میں نے کہا کہ واقعہ کیا ہے ذرا تفصیل سے بتائیے۔

اس بزرگ سنی نے کہا: جب میں نے دنیا سے کوچ کیا اور مجھے قبر کی طرف لے آئے اور سپرد قبر کیا اتنے میں نکیر ومنکر میری قبر میں آئے اور مجھ سے سوال کئے: مَنْ رَبُّکَ وَ مَنْ نَبِیُّکَ وَ مَنْ اِمَامُکَ. میں سخت وحشت و اضطراب میں مبتلا ہوا جتنا بھی میں نے چاہا کہ جواب دوں لیکن میری زبان پر کچھ نہیں آرہا تھا کہ ''کہوں میں اہل اسلام سے ہوں''، جس قدر میں نے چاہا کہ اپنے خدا کا کہوں، اپنے پیغمبر کا کہوں، لیکن میری زبان پر کچھ نہیں آرہا تھا۔

نکیر ومنکر مجھے گھیرے ہوئے تھے اور مجھے اپنے دائرۂ غلبہ اور تسلط میں قرار دیئے ہوئے تھے۔ میں سخت خوف میں مبتلا تھا اور مجھے کسی قسم کی راہ فرار نظر نہیں آرہی تھی کہ اچانک میرے ذہن میں تمہاری وہ بات آئی کہ تم نے کہا تھا: ہمارے ایک سردار ہیں اگر کوئی پریشانیوں میں گھرا ہوا ہو اور انہیں پکارے تو وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں ہوں فوراً حاضر ہوجاتے ہیں اور پریشانی ومشکل کو اس سے دور کرتے ہیں۔ میں نے فوراً صدا دی: ''یاعلیؑ! میری فریاد کو پہنچئے''۔

فوراً علی بن ابی طالب علیہ السلام حاضر ہوئے اور ان دو فرشتوں منکر ونکیر سے فرمایا: ہٹ جاؤ، یہ دشمن نہیں، یہ ہمارے دشمنوں میں سے نہیں ہے۔ چونکہ میرے عقائد کامل نہیں تھے اور فکری کمزوری رکھتا تھا اس لئے حضرت نے ان دو

فرشتوں کو واپس بھیج دیا اور حکم دیا کہ دو فرشتے آ جائیں تا کہ وہ میرے عقائد کو مکمل کریں یہ دو افراد جو کہ صوفے پر بیٹھے ہوئے ہیں دو فرشتے ہیں جو حضرت کے حکم سے آئے ہیں اور مجھے عقائد کی تعلیم دیتے ہیں۔ جب میرے عقائد صحیح ہو جائیں گے تو مجھے اس کمرے سے باغ میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔ (۱۱۳/۳)

پیغمبر اکرمؐ اور کربلا کی خون آلود مٹی

ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک رات رسول اکرمؐ ہم سے غائب ہوگئے اور کافی دیر کے بعد ہمارے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے سر کے بال پریشان اور گردآلود ہیں اور ایک ہاتھ میں کوئی چیز ہے جسے مٹھی میں بند کئے ہوئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ہم آپ کو اس وضع کے ساتھ پریشان اور غبارآلود کیوں دیکھ رہے ہیں؟

حضور اکرمؐ نے فرمایا: ابھی مجھے عراق کی ایک جگہ جسے کربلا کہتے ہیں لے جایا گیا اور مجھے اس جگہ کے بارے میں بتایا گیا جہاں میرا بیٹا حسینؑ اور میرے اہلبیتؑ کے جوان شہید ہوں گے۔ میں نے ان کے خون کو جمع کیا اور وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کو میرے سامنے کھولا اور فرمایا: اس کو لے لو اور اپنے پاس اس کو محفوظ رکھنا۔ میں نے اس خون کو لیا جب میں نے توجہ سے اس کو دیکھا تو وہ سرخ رنگ کی مٹی تھی۔ میں نے اس کو ایک شیشی میں بند کر کے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

جب حسینؑ نے مکہ سے عراق کی طرف سفر شروع کیا تو ہر صبح و شام اس شیشی کو اٹھا کر دیکھتی اور خوشبو سونگھتی اور حضرت کی مصیبت پر گریہ کرتی۔ جب روز عاشور ہوا جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے میں نے اس شیشی کو دیکھا کہ اس میں موجود مٹی تازہ خون میں تبدیل ہوچکی تھی۔ (۱۴۴/۳ بحوالہ ارشاد مفید ص ۲۷۱)

بدن کے بعض حصوں کا قبر میں سالم ہونا

شیخ صدوق محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی، جو کہ اسلام کے بزرگ علماء میں شمار ہوتے تھے اور اپنے فنون میں بے نظیر تھے، بہت سے علماء انہیں شیخ کلینی پر مقدم جانتے ہیں۔ شیعوں کی چار معتبر کتب میں سے ایک من لا یحضرہ الفقیہ۔ ان ہی کی تصنیف کردہ ہے اور اس کے علاوہ تین سو کے قریب ان کی اور کتابیں بھی ہیں۔

شیخ صدوق نے ۳۸۱ھ میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ ان کا مدفن رے میں ہے۔ ابن مرد بزرگوار نے امام زمانہؑ کی غیبت صغریٰ کا بھی کچھ زمانہ پایا۔ یہ امام زمانہؑ کی دعا سے دنیا میں آئے تھے۔ (کیونکہ ان کے باپ کا کوئی فرزند نہ تھا۔ انہوں نے امامؑ سے فرزند کا تقاضا کیا۔ حضرت امام زمانہؑ نے ان سے دو بیٹوں کا وعدہ کیا۔ ایک کا نام محمد تھا جو بڑے تھے اور دوسرے کا نام حسین۔ دونوں کا شمار علماء و اخیار و ابرار میں ہوتا تھا۔ ان میں محمد خصوصی امتیاز رکھتے تھے)۔ یہ عالم جلیل وہی ابن بابویہ ہیں جو کہ تہران میں حضرت عبدالعظیم حسنی کے راستے میں دفن ہیں۔ حضرت عبدالعظیم حسنی اور

امامزادہ حمزہ کی زیارت کے بعد تہرانی ان ہی کی زیارت کرتے ہیں۔

پہلے ایک مختصر سی خانقاہ تھی اور بوسیدہ ہوچکی تھی۔ فتح علی شاہ قاجار کے زمانے میں بہت زیادہ بارشیں ہوئیں جن کی وجہ سے ان کی قبر میں شگاف پیدا ہوگیا تھا۔ جو افراد تعمیر کے لئے گئے انہوں نے دیکھا کہ ایک تہہ خانہ ہے جس میں ایک آدمی سویا ہوا ہے اور اس کا بدن بالکل سالم ہے۔

یہ خبر پورے تہران میں پھیل گئی اور فتح علی شاہ کے کانوں تک بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ وہ علماء اور امراء کے ہمراہ ابن بابویہ کی قبر کی طرف چلا۔ شاہ کی خواہش تھی کہ وہ خود تہہ خانے میں داخل ہو کر صدوقؒ کے جنازے کو دیکھے لیکن بزرگان مانع ہوئے اور کہا کہ آپ نہ جائیں بلکہ کوئی دوسرا جائے اور آپ کے لئے خبر لیکر آئے۔

یہ خبر تو متفقہ تھی کہ ایک آدمی سویا ہوا ہے لیکن اس کا کفن ختم ہوچکا ہے اور بدن عریاں فقط اس کی شرمگاہ پر مکڑی کا جالا بنا ہوا ہے۔ ختم شدہ کفن پر ایک چیز مثل طناب کے بدن کے اردگرد لپٹی ہوئی ہے گویا وہ دھاگا ہے جو کفن کے بجائے بدن پر لپٹا ہوا ہے۔ بلند قامت بدن بہت خوش شکل اور زیبا جس کی سرخ مہندی جیسی ریش اور ہاتھ سرخ، پاؤں کے تلوے سرخ اور ناخنوں پر مہندی جیسی زردی موجود ہے۔ یہ واقعہ ۱۲۳۸ھ قمری میں پیش آیا۔

فتح علی شاہ نے حکم دیا کہ اس شگاف کو بند کر کے بہترین مزار اور گنبد تعمیر کیا جائے اور آج بھی وہی گنبد موجود ہے۔

یہ مطالب ہم نے اس کتاب میں خونساری کی کتاب ''روضات الجنات'' اور ''تنقیح المقال''، مامقانی و ''قصص العلماء'' تنکابنی اور ''فوائد الرضویہ'' قمی سے نقل کئے ہیں۔

جناب سید محمد باقر خونساری اپنی کتاب ''روضات الجنات'' میں لکھتے ہیں: کچھ افراد جو خود فتح علی شاہ کے ہمراہ گئے تھے، وہ اصفہان آئے اور ہمارے بعض اساتذہ کے سامنے اس واقعے کو بیان کیا۔

شیخ عبداللہ مامقانی ''تنقیح'' میں لکھتے ہیں: مرحوم آقا سید ابراہیم لواسانی جو کہ تہران کے رہنے والے تھے، خود اس واقعے کے عینی شاہد تھے۔ اس واقعے کو چالیس سال پہلے مجھے بتایا کہ میں نے خود دیکھا ہے اور مامقانی کہتے ہیں: اس قضیہ میں میرے نزدیک تردید کی گنجائش نہیں۔ (۱۹۴/۳)

جناب حرؑ کے جنازے کا سالم ہونا

کتاب تنقیح المقال میں مامقانی نے حائری سے نقل کیا اور انہوں نے سید نعمت اللہ جزائری سے کہ انہوں نے اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں لکھا، وہ کہتے ہیں کہ ''ہمیں قابل اعتماد اور باوثوق لوگوں نے بتایا کہ جب شاہ اسماعیل بغداد پر قابض ہوا تو وہ سیدالشہداء کی زیارت کے لئے کربلا آیا۔ چونکہ بعض لوگوں سے اس واقعے کو سن چکا تھا لہٰذا حر کی قبر پر آیا اور حر کی قبر کو کھولنے کا حکم دیا۔

جب قبر کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جس طرح شہید ہوئے تھے اسی ہیئت و کیفیت کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں اور ان کے سر پر ایک رومال بندھا ہوا تھا۔

شاہ اسماعیل تاریخ کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا کہ واقعہ کربلا میں حرؑ کا سر زخمی ہوا تھا اور حضرت سیدالشہداء نے ان کے سر پر اپنا رومال باندھا تھا اور حرؑ اسی رومال کے ساتھ دفن ہیں، اس رومال کو کھولنے کا شاہ نے ارادہ کرلیا جب رومال کو

کھولا گیا تو حرؑ کے سر سے خون جاری ہوگیا کہ خون سے قبر پُر ہوگئی اور جتنا بھی چاہا کہ خون کو کسی اور کپڑے سے بند کیا جائے لیکن فائدہ نہ ہوا تو ان کو معلوم ہوگیا کہ یہ عطیہ خداوندی ہے جو جناب حرؑ کا مقدر بنا ہے اور یہ ان کی سعادت مندی ہے کہ ایسی کرامت ان کے لئے باقی ہے۔

شاہ اسماعیل نے مزار پر گنبد بنانے کا حکم دیا اور ایک خادم مقرر کیا کہ اس کی خانقاہ کی خدمت کرے۔ (۳/۱۹۸ بحوالہ تنقیح المقال ۱/۲۶۰)

عالم ارواح کا اس جہان سے واسطہ

۱۳۶۴ھ قمری میں مرحوم شیخ الفقہاء والمحدثین آیۃ اللہ جناب میرزا محمد تہرانی (اعلی اللہ مقامہ) جو کہ ہمارے والد کے مربی اور ماموں تھے، سامرا کے رہنے والے اور علماء برجستہ میں سے تھے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مستدرک البحار بھی ان ہی کی تصنیف کردہ ہے کہ علامہ مجلسی کے بعد اس جیسی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔ مرحوم نے تمام اقرباء کے ہمراہ ثامن الائمہ علیہ السلام کی زیارت کے لئے ایران کا سفر اختیار کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔ بہت ہی عبادت گزار تہجد گزار اور پارسا اور خوش اخلاق تھے۔

قرابت اور تعلق کی وجہ سے ہمارے مرحوم والد آیۃ اللہ حاج سید محمد صادق تہرانی جو کہ علماء تہران میں سے تھے، کے گھر تشریف لائے۔ روزانہ علماء و تاجرین اور دوسرے لوگوں کی کثیر تعداد ان سے ملاقات کے لئے آتی۔ ہمارا گھر ہر وقت آمدورفت رکھنے والوں سے بھرا رہتا تھا۔

چند افراد مہمانوں کی پذیرائی کے لئے مخصوص تھے۔ آنے والوں میں ہمارے چچے اور ان کے بھانجے (آیۃ اللہ حاج سید محمد تقی اور حاج سید کاظم اور حاج سید محمد رضا) جو صبح کو آتے اور شام تک وہیں رہتے۔ پھر شام گزرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس لوٹتے۔

چند دنوں تک یہی سلسلہ رہا۔ ایک دن ہمارے والد کے مربی اور ماموں میرزا محمد نے ہمارے چچا (حاج سید محمد رضا) کی طرف منہ کر کے کہا: میں نے گزشتہ رات پھوپھی کو عالم خواب میں دیکھا (جو کہ سید محمد رضا کی والدہ تھیں)۔ عالم خواب میں انہوں نے مجھے کہا کہ محمد رضا کو کہو کہ چند راتوں سے تم نے ہماری غذا کیوں نہیں بھیجی؟

یہ جملہ میرزا نجم الدین نے ہمارے چچا کو کہا۔

ہمارے چچا نے بہت سوچا لیکن ان کے ذہن میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن ہمارے گھر تشریف لائے اور کہا کہ میں نے خواب کی تعبیر تلاش کرلی ہے۔

تیس سال سے میری عادت یہ ہے کہ نماز مغرب وعشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اس کا ثواب اپنے باپ اور ماں کو ہدیہ کرتا ہوں۔ اب چونکہ چند راتوں سے مہمانوں کی پذیرائی کی وجہ سے میں نماز نہیں پڑھ سکا اس لئے میری والدہ میرزا نجم الدین کو خواب میں ملیں اور غذائے روحانی نہ بھیجنے کا گلہ کیا۔

جناب میرزا نجم الدین جو کہ سامرا کے رہنے والے اور ہمارے چچا تہران کے رہنے والے تھے اور میرزا نجم الدین کو میرے چچا کے اس عمل کے بارے کوئی علم بھی نہ تھا، یہ خواب سب حاضرین کے لئے تعجب کا موجب بنا۔ (۳/۱۹۹)

حضرت علیؑ کربلا میں

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ہرثمہ بن سلیم سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا: میں جنگ صفین کے لئے سفر کے دوران حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ جب حضرتؑ کربلا کے راستے پر پہنچے تو اپنی سواری سے نیچے اترے۔ حضرتؑ نے نماز شروع کی اور ہم نے حضرت کے ساتھ نماز جماعت ادا کی۔

جب حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے اور سلام نماز کہا تو تھوڑی سی کربلا کی خاک اٹھائی اور اسے سونگھا اور فرمایا: **واھالک یا تربة لیحشرن منک قوم یدخلون الجنة بغیر حساب**. یعنی عجب تو تربت ہے۔ خدا کی قسم! تیرے درمیان ضرور لوگوں کی ایک جماعت محشور ہوگی جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

جب ہرثمہ جنگ صفین سے واپس اپنی بیوی جرداء بنت سمیر جو شیعیان امیرالمومنینؑ سے تھی، کے پاس لوٹے تو اسے کہا: اے جرداء تو چاہتی ہے کہ ابوالحسن کے دوستوں کے لئے تجھے ایک واقعہ بتاؤں جس کو سن کر تعجب کرے گی۔ جب حضرتؑ کربلا پہنچے تو تھوڑی سی خاک اٹھا کر اس کی خوشبو سونگھی اور اس طرح فرمایا: **واھالک یا تربة لیحشرن منک قوم یدخلون الجنة بغیر حساب.**

مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے علم غیب کا دعویٰ کیا ہے؟

عورت نے ہرثمہ سے کہا: اس قسم کی بات مت کرو۔ امیرالمومنینؑ سوائے حق بات کے کچھ نہیں کہتے۔

ہرثمہ کہتا ہے: جب عبیداللہ بن زیاد نے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے اپنا لشکر کربلا بھیجا تو میں بھی اس لشکر میں موجود تھا اور کربلا گیا۔ جب میں حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی منزل پر پہنچا تو مجھے یاد آیا کہ یہ وہی زمین ہے جہاں صفین کی طرف جاتے ہوئے امیرالمومنین علیہ السلام داخل ہوئے تھے اور جس چیز کی امیرالمومنینؑ خاک کربلا سے خوشبو سونگھی اس کو میں نے پہچانا اور وہ کلمات جو امیرالمومنینؑ نے کہے تھے ان کو میں نے یاد کیا۔ لہٰذا اس سفر کربلا سے میں نادم اور ناخوش ہوا۔

میں نے اپنے گھوڑے کی لگام امام حسین علیہ السلام کی طرف موڑی اور سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور وہ حدیث جو میں نے اس سرزمین پر ان کے پدر بزرگوار سے سنی تھی ان کے سامنے ظاہر کی۔

حضرت حسین علیہ السلام نے فرمایا: آیا تو ہمارا موافق ہے یا مخالف؟

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! نہ میں آپ کے موافقین میں سے ہوں اور نہ مخالفین میں سے۔

حضرت نے فرمایا: پس اس سرزمین سے جلدی سے نکل جا یہاں تک کہ ہمارے ساتھ ہونے والی جنگ کے منظر کو نہ دیکھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں حسینؑ کی جان ہے، آج جو بھی ہمارے ساتھ ہونے والی جنگ کو دیکھے اور ہماری مدد نہ کرے، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں اس حال میں انتہائی سرعت کے ساتھ وہاں سے چلا تا کہ کشت وخون کے منظر کو نہ دیکھوں۔ (۲۰۴/۳)

مرنے والوں کے لئے عمل خیر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے (برزخی آنکھوں سے) دیکھا کہ صاحب قبر کو عذاب ہو رہا ہے۔ پھر دوسرے سال وہاں سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ صاحب قبر سے عذاب ٹل چکا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے کہ اے میرے اللہ! ایک سال قبل میں اس قبر سے گزر رہا تھا تو صاحب قبر کو عذاب ہو رہا تھا لیکن اس سال اس سے عذاب اٹھ گیا ہے راز کیا ہے؟

خداوند عزوجل نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی کی: اے روح اللہؑ! اس مرنے والے کا ایک بیٹا تھا، وہ حد بلوغ کو پہنچا، اس نے ایک راستے کو درست کیا، ایک یتیم کو پناہ دی، پس اس کے بیٹے کے دو نیک کاموں کی وجہ سے اس کو بخش دیا گیا۔

(۳/ ۲۲۵ بحوالہ امالی صدوق ص ۳۰۶)

اہل قبور کی زیارت کے فوائد

مرحوم آیۃ اللہ حاج شیخ محمد جواد انصاری ہمدانی (رضوان اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں شروع کے دنوں میں غیر معصوم اور غیر ائمہ کی زیارت کے لئے نہیں جاتا تھا۔ چونکہ میں خیال کرتا تھا کہ ائمہ معصومینؑ جو کہ طہارت مطلقہ کے درجے پر فائز ہیں صرف ان ہی معصومینؑ کی زیارت سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، غیر معصوم کی زیارت پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ یہاں تک پہلے سفر میں اپنے روحانی شاگردوں

کے ہمراہ مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔

کاظمین میں قیام کے دوران ایک دن ہم مدائن میں کسریٰ کے ایوان شکستہ کی سیر کے لئے جو کہ یقیناً موجب عبرت تھے، بغداد سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ مدائن کی سیر اور دو رکعت نماز جو کہ مستحب ہے، پڑھنے کے بعد ہم حضرت سلمانؓ اور حضرت حذیفہؓ کی قبروں کی طرف روانہ ہوئے جو کہ اس ایوان کے قریب واقع ہیں۔

میں اپنے احباب اور دوستوں کے ہمراہ حضرت سلمانؓ کی قبر پر زیارت کی خاطر نہیں بلکہ تھکاوٹ اور خستگی دور کرنے کے لئے بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت سلمانؓ نے ہماری مہمان نوازی کی اور صورت حقیقی کے ساتھ ہمارے سامنے ظاہر ہوئے جن کی روح لطیف اور صاف، ہر قسم کی کدورت سے پاک تھی، ہمارے ساتھ انتہائی لطف و مہربانی سے پیش آئے۔ ہمیں عالم معنوی اور حقیقی سے وسیع و لطیف فضا میں داخل کیا کہ یقیناً بہشت کی فضا کی مثل پُر لطف اور صاف اور ان کا ضمیر روشن عارف باللہ، صاف و شیریں پانی اور ہوائے لطیف کی مثل تھا۔

چونکہ میں ان کی قبر کی زیارت کے لئے نہیں آیا تھا اس لئے شرمندہ ہوا اور پھر ان کی زیارت میں مشغول ہوا۔ اس کے بعد ائمہ معصومینؑ کے علاوہ علماء مقربین اور اولیائے خدا کی زیارت کے لئے جاتا اور ان سے مدد طلب کرتا اور مومنین کی قبروں کی زیارت کے لئے قبرستان جاتا اور شاگردوں کو بھی وصیت کرتا کہ وہ بھی اس فیض الٰہی سے محروم نہ ہوں۔ (۳/ ۲۲۸)

وادی السلام میں مومنین کی ارواح کا اجتماع

احمد بن عمر سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا میرا بھائی بغداد میں ہے مجھے خدشہ ہے کہ وہ کہیں ادھر ہی مر نہ جائے۔ تو امامؑ نے فرمایا: پریشان مت ہو، وہ جہاں چاہے مرے، مشرق و مغرب میں ایسا کوئی مومن نہیں ہے کہ وہ جہاں کہیں مرتا ہے خداوند متعال وادی السلام میں اس کی روح کو دیگر مومنین کی ارواح کے ساتھ پہنچا دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! وادی السلام کہاں واقع ہے؟

آپ نے فرمایا: پشت کوفہ پر واقع ہے (جہاں اب نجف ہے)۔ تم آگاہ ہو کہ میں تو مُردوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ گروہ در گروہ ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ (۳/۳۳۲ بحوالہ فروع کافی ۱/۶۷)

حضرت علیؑ کا ارواح سے کلام

حبہ عُرَنی حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کے پاس کوفے میں تھا اور امیر المومنینؑ کے ہمراہ کوفہ سے پشت کوفہ روانہ ہوا۔ امیر المومنینؑ وادی السلام میں ٹھہر گئے۔

میں نے دیکھا کہ مولائے کائنات علیہ السلام اس حالت میں ہیں گویا آپ نے کسی قوم سے ارتباط پیدا کرلیا ہے اور آپ ان سے گفتگو کر رہے ہیں۔ میں آپ کے انتظار میں کھڑا رہا، مجھے اس قدر ٹھہرنا پڑا کہ مجھے تھکاوٹ محسوس ہونے لگی

اور میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد دوبارہ کھڑا ہوگیا، میری حالت غیر ہوچکی تھی، میرے چہرے سے تھکاوٹ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے مگر جیسے آپؑ نامرئی لوگوں سے گفتگو کرنے میں مشغول تھے۔ میں اس حالت میں کئی دفعہ اٹھا اور کئی دفعہ بیٹھا۔ میں نے اپنی چادر کو اکٹھا کیا اور مولا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے امیر المومنینؑ! آپ کے اس قدر طولانی قیام نے میرے دل کو متفکر کردیا کہ آپ کو کتنی دیر ہوگئی ہے کہ آپ کھڑے ہوئے ہیں، آپ کچھ وقت کے لئے آرام کرلیں، میں نے اپنی چادر کو زمین پر بچھا دیا تا کہ آنحضرتؐ اس پر بیٹھ جائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے حبہ! میرا یہ طولانی قیام فقط ایک مومن کے لئے تھا کہ میں اس کے ساتھ محوِ گفتگو تھا اور اس سے موانست کرنے میں مشغول تھا۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! کیا مُردوں سے انس اور گفتگو کرنا ممکن ہے؟

آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! اگر تیری آنکھوں پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹالیا جائے تو تو ان کو ٹولیوں اور گروہوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے اس طرح دیکھے گا کہ ایک کا عمامہ دوسرے کے ساتھ، ایک کی پشت دوسری کی پشت سے متصل ہو رہی ہوگی اور ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

میں نے عرض کیا کہ مولاؑ! کیا ان مُردوں کی ارواح ہیں یا اجسام؟

تو امامؑ نے فرمایا: بلکہ ان کی ارواح ہیں جب بھی کوئی مومن دنیا کے کسی خطے، علاقے اور زمین پر مرتا ہے تو اس کی روح کو حکم دیا جاتا ہے کہ تو وادی السلام میں چلی جا اور آپ نے فرمایا: یہ وادی السلام تو ''بہشت عدن'' کی سرزمین بن سے ایک سرزمین ہے۔ (۳/۲۳۳ بحوالہ فروع کافی ۱/۶۶)

مومنین کی ارواح کا وادی السلام میں جمع ہونا

امیرالمومنین علیہ السلام کوفے سے باہر نکلے اور چلتے چلتے غریّین تک پہنچے (غریین دو سفید رنگ کے ستون تھے جو کوفے سے باہر ایک فرسخ کے فاصلے پر علامتی طور پر تھے تاکہ باہر سے کوفہ آنے والے کوفہ کو پہچان لیں اسی لئے نجف کو ارض الغریٰ یا ارض الغریّین کہتے ہیں یعنی وہ بیابان اور زمین جو ان دوستونوں کے پہلو میں واقع ہے) اور وہاں سے بھی گزر گئے اور ہم ان کے پیچھے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم امیرالمومنینؑ کی خدمت میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ زمین پر لیٹے ہوئے ہیں، جسد مبارک زمین پر تھا اور کوئی فرش وغیرہ نیچے نہیں تھا۔

قنبر نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! اگر اجازت ہو تو میں اپنی چادر آپ لئے زمین پر بچھا دوں؟

امامؑ نے فرمایا: نہیں یہاں مومن کی خاک اور تربت ہے، یہاں ہمارا بیٹھنا مومنین کے لئے مزاحم ہوگا۔

اصبغ کہتے ہیں: اے امیرالمومنینؑ! ہم مومن کی خاک کو تو جانتے اور پہچانتے ہیں کہ یہاں تھی یا آئندہ ہوگی لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارا بیٹھنا مومنین کے لئے مزاحمت ہے۔ اس کا مطلب ہم نہیں سمجھے۔

حضرت نے فرمایا: اے نباتہ کے فرزند! اگر تمہاری آنکھوں سے پردے کو ہٹا دیا جاتا تو تم دیکھتے کہ مومنین کی ارواح (پشت کوفہ وادی السلام میں) گروہ در گروہ بیٹھی ہوئی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ گفت وشنید میں مشغول

ہیں، پشت کوفہ یعنی وادی السلام میں ہر مومن کی روح موجود ہوتی ہے اور وادی برہوت میں ہر کافر کی روح موجود ہے۔ (یمن میں ایک وادی ہے جسے وادی برہوت کہتے ہیں)

(۳/۲۳۵ بحوالہ بحارالانوار ۲۴۲/۶)

حضرت علیؑ کا اپنی شہادت کی خبر دینا

فضالہ بن ابی فضالہ انصاری سے روایت ہے (فضالہ کا باپ ابوفضالہ جو اہل بدر میں سے تھا اور مولا امیرالمومنینؑ کی معیت میں صفین میں شہید ہوا) کہ امیرالمومنینؑ جب کوفے میں مریض ہوئے تو میں اپنے باپ کے ہمراہ امیرالمومنینؑ کی عیادت کے لئے گیا۔

میرے باپ نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: کوفے میں ان بدوؤں کے درمیان آپ کے رُکنے کی کیا وجہ ہے؟ مدینے کی طرف تشریف لے جائیے۔ اگر مبادا آپ کی موت کا وقت پہنچ گیا تو آپ کے اصحاب آپ کو غسل وکفن دیں گے اور آپ پر نماز پڑھیں گے۔

حضرت نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ عہد وپیمان کیا ہے کہ اس وقت تک دنیا سے کوچ نہیں کروں گا جب تک یہ ریش خون سے رنگین نہ ہوگی۔

(۳/۲۵۴ بحوالہ تذکرۃ الخواص، ص۱۰۰)

وادیٔ برہوت

ایک عربی شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے فرمایا: اے اعرابی کہاں سے آرہے ہو؟

اعرابی نے عرض کیا: احقاف عاد سے آرہا ہوں۔ پھر عرض کیا: مولاؑ! میں نے ایک سیاہ و تاریک وادی دیکھی ہے کہ وہاں بہت بڑے بڑے الو تھے اور اس قدر بڑے تھے کہ آج تک میں نے ایسے نہیں دیکھے۔

حضرت نے فرمایا: آیا تو جانتا ہے کہ وہ کون سی وادی ہے؟

عرض کیا: خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔

حضرت نے فرمایا: اسے وادی برہوت کہتے ہیں کہ اس میں تمام کافروں کی ارواح موجود ہوتی ہیں۔ (۳/۲۷۵ بحوالہ بصائرالدرجات ص ۱۴۸)

میں نے حوض کوثر کو دیکھا

عبداللہ بن سنان کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حوض کوثر کے متعلق سوال کیا۔

حضرت نے فرمایا: بصرہ اور صنعا کے درمیان ایک بہت بڑا اور وسیع حوض ہے۔ آیا تو چاہتا ہے کہ تو اس حوض کو دیکھے؟

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں! ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے مدینے سے باہر لے گئے اور پھر اپنے پاؤں کو زمین پر مارا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک نہر جاری ہے کہ جس کے کنارے ایسے تھے کہ بالکل آنکھ نے کبھی نہ دیکھے مگر جس جگہ میں اور حضرت کھڑے تھے وہ جگہ ایک جزیرے کی مثل تھی۔

اس حال میں میری نگاہ اس نہر پر پڑی جو کہ جاری تھی جس کے ایک جانب آب شیریں جو برف سے زیادہ سفید جاری تھا اور اس کی دوسری طرف برف سے زیادہ سفید دودھ جو جاری تھا اور ان کے درمیان شراب کی نہر تھی جو یاقوت سے زیادہ خوبصورت تھی اور میں نے ہرگز ایسی شراب جو پانی اور دودھ کے درمیان ہو مشاہدہ نہیں کی تھی۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! یہ نہر کہاں سے نکل رہی ہے اور اس کے جاری ہونے کا مقام کہاں ہے؟

حضرت نے فرمایا: یہ چشمے بہشت کی اوصاف میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ "پانی کا چشمہ، دودھ کا چشمہ اور شراب کا چشمہ جو اس نہر میں جاری ہوتے ہیں۔"

اس نہر کے اطراف پر سرسبز و شاداب درخت تھے کہ جن کی شاخوں کے ساتھ حوران بہشتی جھول رہی تھیں جن کے گیسو اور سر کے بال اتنے دلکش اور زیبا تھے کہ میں نے زندگی میں کہیں ایسے لطیف اور خوبصورت بال نہیں دیکھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں حسین وجمیل برتن تھے، ایسے برتن میں نے آج تک نہیں دیکھے تھے اور وہ برتن دنیا کے برتنوں میں سے نہیں تھے۔

حضرت ایک حور کے قریب گئے اور اسے اشارہ کیا کہ کچھ پانی ہمارے لئے لے آ۔ میں اس حور کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کیفیت سے جھکی اور چاہا کہ نہر سے پانی بھرے، میں نے دیکھا کہ درخت بھی اس کے ساتھ جھکے، حور نے نہر سے پانی کا برتن پُر کیا اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور حضرت نے مجھے دیا۔ میں نے اسے پیا اور خدا کی قسم ایسا خوش مزہ اور لذیذ پانی میں نے آج تک نہیں پیا تھا اور اس کی خوشبو مثل مشک کے فرحت بخش اور دل کو بھانے والی تھی۔ جب میں نے کاسہ کے اندر نگاہ کی تو اس میں تین رنگ کی شراب دیکھی۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! میں نے ایسی چیز، مثل آج کے نہیں دیکھی تھی اور بالکل مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ اس طرح کے مشاہدات کروں گا۔

حضرت نے فرمایا: یہ سب سے چھوٹی چیز ہے جو خداوند تعالیٰ نے شیعوں کے لئے مقدر فرمائی ہے۔ جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کی روح اس نہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اس نہر کے اطراف میں واقع باغات میں سیر وتفریح کرتی ہے اور اس نہر سے پانی پیتی ہے۔

جب ہمارا دشمن مرتا ہے تو اس کی روح وادی برہوت میں پہنچ جاتی ہے اور عذاب برہوت میں ہمیشہ ہمیشہ رہتی ہے اور زقوم نامی درخت سے کڑوا پھل کھاتی ہے اور گرم پانی پیتی ہے۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا: میں اس وادی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۳/ ۲۷۸ بحوالہ اختصاص، مفید، ص۳۲۱)

اشعث کی حضرت علیؑ کے ساتھ دشمنی

اشعث بن قیس جو کوفے کا پہلوان اور سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ وہ اپنی قوم و قبیلے کا طاقتور رئیس، انتہائی درجے کا شریر، فتنہ پسند شخص اور مولا امیرالمومنینؑ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اعیان الشیعہ ۱۲/ ۲۶۸ میں ہے کہ اس نے ابوبکرؓ کی بہن ام فروہ جو کہ ایک یا دونوں آنکھوں سے نابینا تھی، سے شادی کی تھی اور ابوبکرؓ سے تعلق اور اپنی شخصیت سے سوئے استفادہ کرتا تھا۔ یہ شخص اس حد تک فتنہ و شر پسند تھا کہ اس کے قتل نہ کرنے پر ابوبکرؓ نے افسوس کا اظہار کیا کہ جب اسے ابوبکرؓ کے سامنے بطور قیدی پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا جس پر وہ بعد میں نادم و پشیمان ہوئے۔

کتاب مروج الذہب (ج۲۔ص۳۰۸) میں ہے کہ ابوبکرؓ نے بوقت وفات تین چیزوں پر افسوس کا اظہار کیا، ان میں سے ایک یہی تھی۔ انہوں نے وقت وفات کہا تھا: تین چیزوں کو میں نے ترک کیا اور میری خواہش تھی کہ ان کو انجام دیا ہوتا، ان میں سے ایک یہ تھی کہ جب اشعث بن قیس کو میرے پاس بطور قیدی لایا گیا اس وقت اس کی گردن ماردی ہوتی۔

یہ شخص علانیہ مولا امیرالمومنینؑ کی مخالفت کرتا تھا۔ حضرت نے ناچار و مجبوراً اسے کوفے میں اثر ونفوذ اور بنی کندہ کا سردار ہونے کی وجہ سے قبیلہ کندہ کے دس ہزار لشکر کا سردار منتخب فرمایا۔

دو چیزوں میں اس نے پیشرفت کی اول یہ کہ معاویہ نے جس گھاٹ قبضہ کر رکھا تھا اس نے مالک اشتر کے ساتھ مل کر اسے واپس لے لیا۔ لیکن جیسے

حضرت علیؑ کا لشکر فتح وظفر کے قریب پہنچا تو معاویہؓ نے آپؑ کے لشکر میں پھوٹ ڈالنے کے لئے لوگوں کو دھوکا دیا اور قرآن کو نیزوں پر بلند کردیا۔ امیرالمومنینؑ کے پاس جنگ رکوانے کے لئے آنے والوں میں سے ایک یہ اشعث بن قیس بھی تھا۔

یہ دشمن علیؑ اپنے دس ہزار لشکریوں کے ہمراہ مولا امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور کہا: یا علیؑ ! اب جنگ روک دیجئے ورنہ ان تلواروں سے ہم آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہمیں ایک گھنٹے کی مہلت دو کیونکہ ہمارا لشکر معاویہ کے خیمے کے قریب پہنچ چکا ہے اور کامیابی حاصل کرنے میں صرف ایک گھنٹہ صرف ہوگا۔ مالک اشتر اور قیس بن سعد بن عبادۃ ہر ایک دس دس ہزار جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ کے خیمے پر پہنچ چکے تھے اور کامیابی نزدیک تھی۔

لیکن انہوں نے کہا: یہ بالکل ممکن نہیں، فوراً مالک اور قیس کو واپس بلاؤ اور ان کو کہو کہ وہ جنگ کو روک دیں ورنہ ہم آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے۔ دس ہزار افراد ننگی تلواروں کے ساتھ مولا امیرالمومنینؑ کو گھیرے ہوئے تھے اور آنحضرت کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔

حضرت علیؑ نے مالک اور قیس کی طرف قاصد روانہ کیا کہ وہ فوراً واپس آجائیں۔

انہوں نے عرض کیا: یا مولا! ایک گھنٹے کی ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم معاویہ کے خیمے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

حضرت نے پیغام بھیجا کہ تم چاہتے ہو کہ اس وقت علیؑ زندہ رہے یا نہیں؟

اس درجے کی اشعث کی حضرت علیؑ سے دشمنی تھی اور اس حد تک شرارت اور فتنہ پسند تھا۔ اس کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کی ماں ام فروہ جو نابینا اور ابوبکرؓ کی

بہن تھی) یہ شخص چار ہزار لشکریوں کے ساتھ کربلا پہنچا اور نواسۂ رسول سے جنگ کی۔ اسی اشعث کی بیٹی جعدہ تھی جس نے امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا۔ (۳/۲۸۰)

اشعث سے حضرت علیؑ کی ملاقات

خرائج وجرائج سے نقل کیا گیا ہے کہ اشعث بن قیس نے امیرالمومنینؑ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی لیکن قنبر نے اجازت نہ دی جس کی بنا پر اشعث نے قنبر کی ناک پر مکا مارا جس سے خون جاری ہوگیا۔

حضرتؑ اپنے گھر سے باہر آئے اور فرمایا: **مالي ولك يا اشعث؟** میں نے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تو اس طرح کرتا ہے؟ قسم بہ خدا کہ اگر تو غلام ثقیف کے پہلو سے گزرے تو تیرے نچلے بالوں میں کپکپی طاری ہوگی۔

اس نے کہا: غلام ثقیف کون ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ غلام ہے جو حکومت کو ان کے ہاتھوں سے لینا چاہتا ہے۔ عرب میں کوئی ایسا گھر باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس میں ذلت وخواری اور پستی وارد کرے گا۔

اس خبر کے راوی کہتے ہیں: غلام ثقیف سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے جس کے پاس کوفے کی حکومت ۷۵ھ میں پہنچی اور بیس سال اس نے کوفے میں حکومت کی اور ۹۵ھ میں دارالفناء سے دارالبوار پہنچا۔

(۳/۲۸۸ بحوالہ تنقیح المقال ۱/۱۴۹)

علیؑ و صفین

جب معاویہ نے صفین میں اپنی شکست ہوتی دیکھی تو لوگوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے قرآن کو نیزوں پر بلند کیا، خود کو لوگوں کے سامنے تابع قرآن ظاہر کیا، کتاب خدا کو حکم قرار دیا اور امر جنگ کو تحکیم کے حوالے کیا۔

امیر المومنینؑ نے اپنے خطبے اور کلام کے ذریعے لوگوں کو خبردار کیا اور فرمایا: یہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ قرآن کو حکم قرار دے کر جنگ کو موقوف کرنا چاہتے ہیں ایک تو اپنی شکست سے بھاگنا چاہتے ہیں اور دوسرے تحکیم کا سہارا لے کر حکومت الٰہیہ میں خدشہ اور اشکال ایجاد کرنا چاہتے ہیں۔ ہر حال میں وہ اس فرصت سے اپنے مفاد کی خاطر سوء استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے سختی سے اس تحکیم کو قبول کرنے سے منع فرمایا اور خود کو بھی اس تحکیم کے حوالے نہ کیا۔ لیکن جب لوگوں نے چیخنا چلّانا شروع کیا، تحکیم کا تقاضا کیا اور آپؑ کے لشکر میں تفرقہ پیدا کردیا، دس ہزار افراد نے ننگی تلواریں لے کر حضرتؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور کہا کہ اگر آپ نے تحکیم قرآن کو تسلیم نہ کیا تو ان تلواروں سے ہم آپ کے ٹکڑے کردیں گے تو حضرتؑ کے پاس تحکیم کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا، ورنہ تمام لشکر حضرت کی مخالفت پر اتر چکا تھا اور یہ چیز سو فیصد معاویہ کے مفاد میں جارہی تھی۔

لہٰذا حضرتؑ نے تحکیم کو قبول کرلیا اور پھر حکمین نے دھوکہ دیا یعنی عمرو عاص نے ابوموسیٰ اشعری کو فریب دیا اور حکمین کے حکم اور فیصلے میں کجی اور انحراف پیدا ہوگیا۔ حضرتؑ نے جنگ جاری رکھنے کا ارادہ کرلیا تاکہ معاویہ مکار کو ختم کیا جائے۔

اسی حال میں خوارج کے گروہ نے امامؑ کے خلاف بغاوت کردی کہ آپ نے تحکیم کو قبول کیوں کیا اور تکفیر کی آوازیں بلند کیں۔ حضرتؑ نے اس داخلی فتنے کو ختم کرنے کے لئے قیام فرمایا اور خوارج کو سمجھایا کہ جو کام میں نے کیا صحیح تھا۔ لہٰذا ان میں سے اکثر لوگوں نے توبہ کرلی اور معافی مانگی اور باقی نے اپنی دشمنی اور سرکشی کو جاری رکھا اور پھر مسلمانوں کے اموال کو لوٹنے اور فتنہ انگیزی میں مشغول ہوگئے جس کے نتیجے میں جنگ نہروان ہوئی اور مولا نے اس فتنے کو جڑ سے ختم کردیا۔

اس کے بعد حضرتؑ نے دوبارہ لشکر کو تیار کیا تاکہ اہل شام اور معاویہ پر حملہ کیا جائے لیکن ابن ملجم کی شمشیر نابکار سے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

ایک دن ایک شخص منبر کے سامنے کھڑا ہوا اور تحکیم کے بارے میں اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا: قوم کے جاہل تمہاری اس گفتگو کا سبب بنے ہیں جن کا خیال اور رائے معاویہ سے جنگ جاری رکھنے کے لئے تھی۔ ان کا ارادہ اس جنگ کو جاری رکھنے کا تھا اور اس سے پھرنے کا نہیں تھا (لیکن) انہوں نے ہی جنگ روک دی۔

اب یہ بات واضح وروشن ہوچکی ہے کہ جنگ کو ترک کرنے کا عمل اور اس بارے میں گفتگو جو قوم کے جاہلوں نے کی وہ ان کے فہم وادراک کی کمی کی وجہ سے تھی۔

مختصراً تو یہ معنی لئے جاسکتے ہیں۔ ورنہ درحقیقت معصوم امام کی عاقلانہ دوراندیشی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی جن کا فرمان ہے: میں چاہتا تھا کہ تمہارے ساتھ اور تمہاری مدد سے اس کا مداوا اور علاج کروں حالانکہ تم خود ہی میرا درد نکلے۔ خدا کی قسم جب میں نے تمہیں تحکیم کے مان لینے کا حکم دیا تھا، اگر اسی امر ناگوار (جنگ) پر تمہیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمہارے لئے بہتری ہی کرتا

چنانچہ اس پر جمے رہتے تو میں تمہیں سیدھی راہ لے چلتا اور اگر ٹیڑھے ہوتے تمہیں سیدھا کرتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا تدارک کرتا، تو بلاشبہ یہ ایک مضبوط طریقۂ کار ہوتا جو اہل ایمان کی فتح اور کامیابی پر اور دشمنوں کی بدحالی اور مغلوبیت پر منتج ہوتا لیکن کس کی مدد سے اور کس کے بھروسے پر میں اقدام کرتا اور اس لڑائی میں کس سے التجا کرتا سوائے اپنی قوم اور اپنے اصحاب سے کہ جو تم تھے۔ یہ ہو بہو اس کے مانند ہے کہ جو چاہتا ہے کہ اپنے بدن میں چبھے ہوئے ایک کانٹے کو دوسرے کانٹے سے نکال لے جبکہ جانتا ہے کہ یہ دونوں کانٹے ایک ہی قسم کے ہیں اور اس کانٹے کا میلان اور رغبت اس کانٹے سے ہے۔ پس میں کس طرح تمہارے ساتھ جو میرا درد تھے علاج کرسکتا تھا جبکہ تم میں سے کچھ ہو بہو میلان و رغبت کے لحاظ سے کچھ دوسروں کی طرح ان کے گروہ کی مانند ہوگئے اور ان ہی کے لئے کام کیا۔

اے پروردگار! اطباء اور حاذق معالجین اس جان لیوا مرض کے علاج سے عاجز آچکے ہیں اور وہ ماہر و ہوشیار جو اندیشہ و فکر کے گہرے کنویں سے پانی باہر لا چکے تھے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے فکر کی رسیوں کو کاٹ ڈالا ہے۔

(۴/۳۸ بحوالہ نہج البلاغہ عبدہ ۲۳۳، خطبہ ۱۱۹)

مظلومیت علیؑ

ابوعون کہتا ہے کہ قبیلۂ بنی عبس کی ایک عورت منبر کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ جب امیرالمومنین علیہ السلام خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اور کہا: اے مومنوں کے امیر! تین چیزوں نے میرے دل میں اضطراب پیدا کردیا ہے اور

پریشانی میں مبتلا کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟

عورت نے عرض کیا: آپ کا امر تحکیم پر راضی ہونا اور تسلیم کرنا، پستی اور ناتوانی کو اختیار کرنا اور امتحانات و حوادث میں آپ کا آہ و فریاد کرنا۔

حضرتؑ نے فرمایا: ہلاکت ہو تیرے لئے (تیرا کیا تعلق ہے ان مسائل سے) تو عورت ہے، اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنا کام کر۔

عورت نے کہا: نہ! خدا کی قسم کوئی بھی نشست (بیٹھنا) نہیں مگر تلواروں کے سائے میں۔ (۴/۴۲ بحوالہ الغارات ۱/۳۸)

امام صادقؑ کی منصور کے مقابلے میں عظمت

حمران بن اعین کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ زمانے کی حالت کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ شیعوں کی پریشانیاں اور تکلیفیں اور بنوعباس کی حکومت کی شوکت و عظمت اور جو ستم وہ شیعوں پر روا رکھے ہوئے تھے اس کے بارے میں بات ہورہی تھی۔

حضرت نے فرمایا: میں ایک دن ابوجعفر منصور دوانیقی کے ساتھ جارہا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آگے گھوڑے سواروں کا ایک دستہ تھا اور اس کے پیچھے بھی گھوڑے سواروں کا ایک دستہ تھا جو اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ منصور نہایت جلال اور شان و شوکت سے چل رہا تھا اور میں بھی ایک خچر پر سوار اس کے ہمراہ چل رہا تھا۔

چلتے چلتے منصور نے میری طرف رخ کیا اور کہا: اے اباعبداللہ! خدا نے مجھے جو عزت، شان و شوکت اور طاقت عطا کی ہے آپ کو اس پر خوش ہونا چاہئے۔ لیکن لوگوں کو یہ نہ کہیں کہ آپ اور آپ کے اہلبیتؑ اس ریاست اور حکومت کے مجھ سے زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ آپ کی یہ بات مجھے آپ پر اور آپ کے اہلبیتؑ پر ظلم کرنے پر برانگیختہ کرے گی اور آپ کے خلاف اقدام کرنے پر ترغیب دلائے گی۔

میں نے منصور کے جواب میں کہا: جس نے بھی تمہیں اس قسم کی خبر دی ہے کہ میں تمہارے بارے میں کچھ کہتا ہوں یقیناً وہ جھوٹا ہے۔

منصور نے کہا: آیا آپ اپنے مدعیٰ اور گفتار پر قسم اٹھائیں گے۔

میں نے جواب دیا: لوگ میری گفتگو کو سنتے ہیں۔ وہ اس میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف شدہ گفتگو کو تم سے نقل کرتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ میرے بارے میں تمہارے نظریے اور طرز تفکر کو تبدیل کر کے اسے خراب کردیں۔ پس ان باتوں کو نہ سنو اور ان کی گفتار کو جان و دل سے قبول نہ کرو۔

منصور نے کہا: کیا آپ کو یاد ہے کہ خلافت سے پہلے میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ ریاست و حکومت ہمارے حصے میں ہوگی تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ہاں ایک وسیع و عریض اور طویل حکومت تمہارے حصے میں ہوگی اور اس کے ساتھ ہی خدا تمہیں مہلت دے گا اور امر حکومت اور ریاست میں وسیع طاقت پیدا کرے گا اور دنیا تم پر فراخ و کشادہ ہوگی یہاں تک اس کے ذریعے سے ہمارا محترم خون محترم مہینے اور محترم شہر میں بہایا جائے گا۔

منصور نے جب ان مطالب کو ذکر کیا تو میں نے جانا کہ جو حدیث میں نے اس سے نقل کی تھی وہ اسے یاد ہے۔ پھر منصور کے جواب میں کہا: میں نے اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ تمہیں اس جرم میں مشخص نہیں کیا۔ شاید

خداوند عزوجل تمہاری کفایت کرے اور یہ کام تمہارے ہاتھ سے انجام نہ پائے۔ وہ فقط حدیث تھی جو میں نے روایت کی اور ممکن ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور اس عمل کے درپے ہو۔ منصور میری گفتگو کے سامنے خاموش ہوگیا۔

جب میں منصور کے لشکر کے ساتھ گھر کی طرف واپس لوٹا تو ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص جس نے مجھے منصور کے لشکر میں دیکھا تھا میرے پاس آیا اور کہا: قربان جاؤں! قسم بہ خدا کہ آج میں نے آپ کو منصور کی سواری کے ساتھ عجیب وضع میں دیکھا۔ آپ خچر پر سوار تھے اور وہ گھوڑے پر سوار اور آپ اس کے پہلو میں جارہے تھے اور وہ گاہے بگاہے آپ کی طرف دیکھتا اور اس طرح کی گفتگو کرتا کہ گویا آپ اس کے ماتحت ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو کہا کہ یہ روئے زمین میں تمام لوگوں پر حجت خدا ہیں۔ مقام ولایت یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کا پیشوا اور رہنما ہو اور سب لوگ اس کی اقتدا کریں۔ لیکن وہ دوسرا جو لوگوں کے ساتھ ظلم و ستم کو روا رکھتا ہے، فرزندان پیغمبر کو شہید کرتا ہے، جن کے خون کو بہانا خدا نے ناجائز قرار دیا ہے ان کے خون کو بہاتا ہے اس صورت حال میں وہ عظمت و جلال کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ خچر پر سوار اس کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اس منظر نے میرے دل میں شک و وہم پیدا کردیا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے دین اور نفس میں خوف محسوس ہونے لگا۔

میں نے اس شخص سے کہا: اگر تم ملائکہ کی اُن صفوں کو دیکھتے جو میرے اردگرد چل رہی تھیں اور اُن ملائکہ کو دیکھتے جو مجھے گھیرے ہوئے تھے، کچھ ملائکہ میرے آگے تھے اور کچھ پیچھے تھے اور کچھ دائیں اور کچھ بائیں چل رہے تھے تو تمہیں منصور کی شان و شوکت اور اس کا لشکر جو اس کے ہمراہ تھا، میرے شان و شوکت کے مقابلے میں نہایت حقیر اور کم نظر آتا۔

میری اس گفتگو کو سننے کے بعد اس شخص کے دل کو تشفی ہوئی۔ اس کے بعد اس شخص نے مجھ سے کہا: مولا! یہ فرمائیں کہ اس کی حکومت کب تک رہے گی اور اس کے ظلم سے لوگ کس وقت راحت حاصل کریں گے۔

میں نے اس شخص سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر چیز کی ایک مدت اور خاص زمانہ ہوتا ہے۔

اس شخص نے کہا: ہاں میں جانتا ہوں۔

میں نے کہا: آیا تم جانتے ہو کہ جب ہمارے امر کے ظہور کا وقت پہنچے گا تو ان کا یہ امر پلک جھپکنے سے بھی زیادہ جلدی ہوگا۔ اگر تم جانتے کہ خداوند عزوجل کے نزدیک ان کا حال کس طرح کا ہے اور وہ کس طرح کے عذاب اور ذلت و خواری میں مبتلا ہوں گے تو تمہارے دل میں ان کے لئے بغض و عداوت اور زیادہ ہوتی۔ اگر روئے زمین کے تمام افراد اُن کی بدفعلیوں اور برائیوں سے انہیں نکالنا چاہیں تو بھی ان کی برائیوں سے انہیں نہیں نکال سکتے۔ خدا تمہیں شیطان کے فریب سے بچائے۔ عزت یقیناً خدا و رسولؐ اور مومنین کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اسے منافقین نہیں جانتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو بھی حضرت صاحب الامرؑ کے ظہور کی انتظار میں وقت گزارے اور جتنی بھی تکالیف اور مصیبتیں اس پر وارد ہوں ان پر صبر کرے تو قیامت کے دن وہ ہمارے گروہ اور لشکر میں شامل ہوگا۔

اس وقت حضرت نے امام زمانہؑ کے ظہور کی علامتیں رجعت اور قیامت سے پہلے کے حالات تفصیل سے بیان فرمائے اور ساتھ ہی لوگوں کی بدبختی اور ان پر ہونے والے ظلم اور جن جن گناہوں میں وہ مبتلا ہوں گے ایک ایک کو تفصیل سے بیان کیا۔ (۶۴/۴ بحوالہ کافی)

ذوالقرنین یا کوروش

جناب دانیال نے فرمایا کہ بیلشاصر بادشاہ کی سلطنت کے تیسرے سال میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں مملکت ایلام کے قصر شوشان میں نہر اولا کے کنارے کھڑا ہوں۔ اس کے بعد میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ نہر کے سامنے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ تھے لیکن ایک سینگ دوسرے سے بڑا تھا اور وہ سینگ اخیر تک جارہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مینڈھا مغرب، شمال اور جنوب کی طرف اپنے سینگ کو مار رہا ہے اور کوئی بھی حیوان اس کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ اس کی گرفت سے بچ سکتا تھا۔ لہٰذا وہ مینڈھا اپنی مرضی کے مطابق عمل کررہا تھا اور بڑا ہو رہا تھا۔

جناب دانیال نے اس خواب کو مکمل کرنے کے بعد فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے اس خواب کی تعبیر کے بارے میں آگاہ کیا کہ وہ دو سینگوں والا مینڈھا کوروش تھا اور فارس و ماد کے دو ملک اس کے دو سینگ تھے اور وہ بکرا جس کا ایک سینگ تھا وہ اسکندر مقدونی تھا۔

جس مینڈھے کو دانیال نے خواب میں دیکھا تھا اس کے دو سینگ باقی مینڈھوں کے سینگوں کی طرح نہ تھے بلکہ ایک سینگ دوسرے کی جڑ سے نکلا ہوا تھا اور یہ معنی اس معنی کی تصدیق کرتا ہے جس کو کوروش کے تاریخی مجسمے میں دیکھا جاسکتا ہے لیکن کوروش کے جس مجسمے میں عقاب کے دو پَروں کی مثل دو پَر دکھائے گئے ہیں وہ اشعیا نبی کے خواب کی تصویر ہے کہ جنہوں نے اپنے خواب میں کوروش کو عقابِ مشرق کی تصویر میں دیکھا تھا اور اسی مناسبت سے کوروش کا مجسمہ ایک پرندے کے

نام سے مشہور ہوا اور کوروش کے پاؤں کے نیچے جس دریا کی تصویر دکھائی گئی ہے اسے مرغابُ کہا جاتا ہے۔

یہود— دانیال کی بشارت سے یہ نتیجہ دریافت کرتے ہیں کہ بابل میں ان کی قید کا خاتمہ اسی دوسینگوں والے بادشاہ کے ہاتھ سے ہوگا جو مملکت فارس اور ماد پر تسلط حاصل کرے گا اور بابل پر قبضہ کرے گا اور وہی ہمیں قید سے نجات دلائیگا۔

یہود— کوروش کو خورش اور یونانی ساؤس کے نام دیتے ہیں۔ اس نے دانیال کے خواب کے چند سال بعد ظہور کیا اور فارس و ماد کے دوملکوں پر تسلط حاصل کر کے ایک بہت بڑی حکومت قائم کی اور جس طرح دانیال کے خواب سے ظاہر ہوتا ہے اس نے مغرب، شمال، جنوب کی طرف اپنے سینگ کو مارا۔ کوروش نے فارس و ماد پر قبضہ کرنے کے بعد جنوب میں بابل کی طرف پیشرفت کی اور یہود کو آزاد کیا۔ لہٰذا بابل پر قبضہ کرنے کے بعد جب یہود نے کوروش سے ملاقات کی تو اس کے سامنے دانیال کے خواب کو بیان کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا، ان کے ساتھ انتہائی مہربانی سے پیش آیا اور ان کو یروشلم کی طرف لوٹا دیا اور ان کی عبادتگاہوں کو تعمیر کیا۔

یہ تمام شواہد اس چیز پر صادق آتے ہیں کہ کوروش خود کو ذوالقرنین جانتا تھا یعنی فارس اور ماد دوملکوں کا مالک اور خواب میں جو اسے دوسینگوں والا دکھایا گیا ہے دونوں ایک دوسرے سے متصل تھے کہ ایک دوسرے کی جڑ سے اگا ہوا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے تاج اور ٹوپی میں ان دوسینگوں کو دوملکوں کی علامت قرار دیا ہے اور اس کے مجسمے میں بھی اس کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

لیکن مغرب کی طرف کوروش کی مسافرت اور پیش قدمی لیڈیا کی سرکشی کو ختم

کرنے کے لئے تھی۔ لیڈیا نے کوروش کے ساتھ قرابت اور اس کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا اس کو توڑ کر بغیر کسی جواز کے کوروش کی طرف لشکر کشی کی اور یورپی ممالک کو بھی اس کے خلاف متحرک کیا۔ کوروش نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اسے فرار ہونے پر مجبور کردیا۔ پھر اس کے تعاقب میں چلا اور اس کے پایۂ تخت کا محاصرہ کیا۔ کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس کو قید کرلیا۔ پھر قید کرنے کے بعد اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو معاف کردیا اور ان کے ساتھ انتہائی اچھائی اور مہربانی سے پیش آیا۔ اسی واقعے پر اس آیت کا اطلاق ہوتا ہے:

حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَ جَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ. یعنی یہاں تک کہ جب (چلتے چلتے) آفتاب غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو آفتاب ان کو ایسا دکھائی دیا کہ (گویا) وہ کالی کالی کیچڑ کے چشمے میں ڈوب رہا ہے۔ (سورۂ کہف: آیت۸۶) (شاید یہاں مغرب سے برصغیر کا ساحل غربی یعنی مغربی کنارہ مراد ہو)۔

وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّا تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا. اور اس چشمے کے قریب ایک قوم کو بھی آباد پایا۔ ہم نے کہا کہ اے ذوالقرنین (تم کو اختیار ہے) خواہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کو سزا دو (کہ ایمان لائیں) یا ان کے ساتھ حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرو۔ (سورۂ کہف: آیت۸۶)

تو ذوالقرنین نے کہا: جو شخص سرکشی کرے گا تو ہم اس کو سزا دیں گے اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک اعمال انجام دیں گے تو آخرت کی جزا کے علاوہ ہم ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آئیں گے۔

مغرب کے سفر کے بعد بدوی اور صحرائی قبائل کی بغاوت اور فتنے کو ختم کرنے کے لئے بکتریا کے اطراف میں مشرق کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا. یعنی یہاں تک کہ جب (چلتے چلتے) آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو آفتاب اسے ایسے دکھائی دیا (گویا) کچھ لوگوں کے (سر) پر اس طرح طلوع کر رہا ہے جن کے لئے ہم نے آفتاب کے سامنے کوئی آڑ نہیں بنائی تھی۔
(سورۂ کہف: آیت۹۰) (۴/۸۸)

شہادت امیرالمومنینؑ پر پتھروں کا خون رونا

ابن شہاب زہری کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جب میری جنگ کی نیت تھی تو راستے میں جاتے ہوئے میں دمشق میں داخل ہوا تا کہ اس کو سلام کروں۔ عبدالملک نزدیکی خانقاہ میں کھڑا تھا اور فرش پر اس کے نیچے دو چھوٹے قالین تھے۔ میں نے اس کو سلام کیا اور اس کے بعد اس کے پاس بیٹھ گیا۔

عبدالملک نے کہا: اے شہاب کے بیٹے! کیا تو جانتا ہے کہ جس دن علی ابن ابی طالبؑ شہید ہوئے اس دن دوپہر کے وقت بیت المقدس میں کیا واقعہ رونما ہوا تھا؟

میں نے کہا: ہاں جانتا ہوں۔

عبدالملک نے کہا: کھڑے ہو اور ہمارے ساتھ چلو۔

میں اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ میں خانقاہ کے پیچھے پہنچا۔ عبدالملک نے الفت و پیار کے ساتھ میری طرف رخ کیا اور کہا: بتاؤ اس دن کیا واقعہ رونما ہوا تھا۔

میں نے کہا: جس دن امیرالمومنینؑ شہید ہوئے اس دن بیت المقدس کی زمین میں جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون ہوتا۔

عبدالملک نے مجھے کہا: جن افراد کو اس واقعے کے بارے میں خبر تھی ان افراد میں میرے اور تیرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ اس واقعے کو کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔ جب تک عبدالملک زندہ رہا میں نے بھی اس واقعے کو کسی کے سامنے بیان نہیں کیا۔ (۴/۱۸۹ بحوالہ مستدرک حاکم ۳/۱۱۳)

شہادت امام علیؑ اور امام حسینؑ کی لوگوں کو اطلاع

شیخ طوسی نے استبصار میں خود اپنی سند کے ساتھ ابوبصیر سے اور اس نے حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: ہشام بن عبدالملک نے میرے باپ سے پوچھا تھا کہ جس رات علیؑ شہید ہوئے کوفے سے دور شہروں میں رہنے والے لوگوں کو علیؑ کی شہادت کے بارے میں کیسے علم ہوا۔ اور لوگوں کے لئے شہادت علیؑ کی کیا علامت تھی۔ کیا ان کی شہادت کی کوئی علامت تھی۔

میرے باپ سے ہشام نے فرمایا: جس رات علیؑ شہید ہوئے روئے زمین پر جس پتھر کو بھی اٹھاتے اس کے نیچے تازہ خون ابل رہا تھا۔ صبح صادق کے ظاہر ہونے تک اسی طرح ہوتا رہا اور اسی طرح جس رات حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ مفقود الاثر ہوئے اور اسی طرح جس رات یوشع بن نون قتل ہوئے اور جس رات عیسیٰؑ بن مریمؑ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور اسی طرح جس رات امام حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ (۴/۱۹۱ بحوالہ بحارالانوار ۹/۶۷۷)

ابراہیمؑ اور ارمیاؑ اور مُردوں کا زندہ ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے تو خدا نے اپنے نام اَلْمُحْیِ (زندہ کرنے والا) کی مدد سے یہ کام خود ان ہی کے ہاتھ سے انجام دلایا۔ بہ خلاف حضرت ارمیاؑ کے کہ انہوں نے مُردوں کو زندہ کرنے کی درخواست اپنے دل کی تسلی کے لئے کی تھی اور خداوند عالم نے خود مُردوں کو زندہ کیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۵۹)

ان دو مقامات پر ان دو درخواستوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ روشن اور واضح ہو خداوند عالم نے قرآن میں پہلے حضرت ارمیا علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے واقعے کو بیان فرمایا اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کو ذکر کیا۔

حضرت ارمیا علیہ السلام پیغمبروں میں سے ہیں اور باوجود اس کے کہ سب پیغمبر توحید کی دعوت دیتے رہے اور سب معصوم ہیں لیکن ان کے مقام اور مرتبے میں فرق ہے۔ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کیا، ستر ہزار افراد کو قتل کیا اور تمام نواحی علاقوں پر قبضہ کیا، بستیوں اور قصبات کو خاک میں ملا دیا اور مُردے صرف ہڈیوں کی صورت میں رہ گئے تو ارمیا علیہ السلام کا اس بستی سے گزر ہوا۔ (بعض روایات میں اس واقعے کی عزیر علیہ السلام کی طرف نسبت دی گئی ہے جو کہ صحیح نہیں کیونکہ ان روایات کی کوئی سند نہیں۔ یہ عام لوگوں کی روایات ہیں۔ یہ واقعہ مسلّماً جناب ارمیاؑ سے تعلق رکھتا ہے)۔

جب حضرت ارمیاؑ کا اس بستی سے گزر ہوا تو تعجب کی وجہ سے کہا: یااللہ!

اتنے زیادہ افراد کو جن کی یہ صورت ہوچکی ہے ان کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا اور کیسے ان کو نئی زندگی بخشے گا۔ حضرت ارمیاؑ زندہ ہونے کا انکار نہیں کر رہے تھے کیونکہ پیغمبر تھے لیکن ایک اہم مطلب ہے جو انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

حضرت ارمیاؑ کے لئے (مُردوں کے) زندہ ہونے کا واقعہ دو لحاظ سے مقام حیرت ہے۔ ایک نکتہ یہ کہ ان کی ہڈیاں ایک دوسرے سے جدا ہوچکی تھی اور ان کے اعضاء بکھر چکے تھے تو حیرت سے کہا کہ اے خداوند عالم ان مختلف ذرات کو کیسے جمع کرے گا اور ان کو کیسے نئی زندگی دے گا اور دوسرا نکتہ طولانی مدت کے لحاظ سے ہے کہ قیامت کے برپا ہونے تک ان کے ذرات ختم اور بکھر چکے ہوں گے تو اس دن خدا ان کو کیسے زندہ کرے گا۔

یہ دو چیزیں حضرت ارمیاؑ کے لئے تعجب اور حیرت کی باعث بنیں جس کی وجہ سے ان کے دل میں قسم قسم کے خیالات بیٹھ گئے اور یہ گفتگو انہوں نے خود اپنے آپ سے کی۔ پس خداوند عالم نے اسی جگہ ان کی روح قبض کرلی۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِاَةَ عَامٍ. یعنی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دیدی۔ وہ سو سال تک مُردہ حالت میں رہے اور جس خچر پر سوار ہو کر آئے تھے اس کو بھی موت دیدی کہ سو سال ان کا اور ان کے خچر کا جسم زمین پر پڑا رہا۔ ان کی مسافرت کا توشہ جو کچھ انجیر یا انگور اور کچھ سرکہ کی صورت میں تھا وہاں رکھا رہا۔ سو سال کے بعد خداتعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا اور خطاب فرمایا کہ یہاں تم کتنی دیر رہے؟

حضرت ارمیاؑ نے اپنی دونوں جانب نگاہ کی اور عرض کی: ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ چونکہ خداوند عالم نے جب انہیں موت دی تھی تو اس وقت صبح کا وقت تھا اور سو سال کے بعد جب زندہ کیا تو ظہر کا وقت گزر چکا تھا۔ جناب ارمیاؑ جب

بیدار ہوئے تو اپنے اندر تھکاوٹ محسوس کی تو اس وجہ سے انہوں نے خیال کیا کہ وہ ایک دن ٹھہرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاؑ کو خطاب فرمایا کہ تم یہاں سو سال تک رہے ہو۔ اپنی کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو کہ بالکل خراب نہیں ہوئیں۔ (حالانکہ ان کی خوارک میں انگور یا انجیر اور سرکہ تھا جو کہ سردی اور گرمی کی وجہ سے خراب ہوجاتے ہیں اور ان کا ذائقہ خراب ہوجاتا ہے)۔ اب اپنے خچر کی طرف نظر کرو اور جان لو کہ ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے اپنی نشانی قرار دیا ہے۔ ہڈیوں کی طرف نگاہ کرو کہ کس طرح ہم ان کو زمین سے اٹھاتے ہیں اور ان کو آپس میں جوڑتے ہیں اور پھر ان پر گوشت اُگاتے ہیں۔ اپنے خچر کی طرف نظر کرو۔

جب حضرت ارمیا علیہ السلام نے اپنے خچر کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ خداوند عالم نے صرف ایک لمحے میں اس کے تمام ذرات اور ہڈیوں کو اِدھر اُدھر سے جمع کیا اور ان کو آپس میں ملا کر ان پر گوشت پیدا کیا۔ اس کے بعد خچر اٹھ کھڑا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے جناب ارمیاؑ سے خطاب فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہیں کیسے زندہ کیا اور تمہاری ہڈیوں کو آپس میں جوڑ کر ان کو گوشت سے چھپایا اور تمہیں درست اور ہموار پیدا کیا کہ تمہاری آنکھیں مثل انڈے کی سفیدی کے چمک رہی ہیں۔

یہ تھا حضرت ارمیا علیہ السلام کا قصہ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا جواب مُردوں کے اس طرح زندہ ہونے سے نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرنے میں خدا کی طاقت فاعلی کو جاننا چاہتے تھے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۶۰)

مُردوں کو زندہ کرنے میں حضرت ابراہیمؑ کا حضرت ارمیاؑ کی مثل سوال نہیں تھا بلکہ حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کی قوت فاعلی کی کیفیت اور مُردوں پر اس کی تاثیر کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔ وہ وہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو زمین اور آسمان کی سیر کرائی اور وہ یقین کرنے والوں میں سے تھے۔ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غیب کی نشاندہی کی یعنی انہیں مرکز ملکوت میں قرار دیا اور ان کے دل کو روحانی رازوں پر حاوی قرار دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی: **رَبِّ اَرِنِی کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی**. یعنی اے میرے اللہ! مجھے دکھلا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ **کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی**. نہیں کہا (کہ مردے کس طرح زندہ ہوتے ہیں) جیسا کہ پیشتر کہا گیا کہ حضرت ارمیاؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے سوالات میں فرق ہے۔

فرض کریں کہ کوئی شخص پنیر کو نہیں جانتا۔ وہ آپ سے سوال کرتا ہے کہ پنیر کیا ہے تو آپ کہیں گے کہ پنیر خرید کر لے آؤ تو وہ دیکھے گا کہ قالب کی شکل میں سفید اور چکنا مادہ ہے جو کہ دودھ سے تیار ہوتا ہے تو وہ اس کی بناوٹ کو دیکھ کر پہچان لے گا۔ لیکن ایک وقت وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ پنیر کس طرح تیار کیا جاتا ہے تو آپ اس کے جواب میں کہیں گے کہ پہلے دودھ کو معین حرارت میں گرم کرو، اس کے بعد معین مقدار میں پنیر کے سامان کو اس میں ڈالو۔ پھر کچھ دیر تک صبر کرو کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اس کے بعد اسے تھیلی میں ڈال دو یہاں تک کہ جدا شدہ پانی دودھ سے خارج ہو جائے۔ یہ ہے پنیر بنانے کا طریقہ۔

تو یاد رہے کہ ان دو سوالوں میں فرق ہے۔ پہلا سوال پنیر کی نشاندہی کے بارے میں ہے جو کہ اصل پنیر کو نہیں جانتا۔ دوسرا پنیر بنانے کے طریقۂ کار کے

بارے میں ہے کہ کس طرح پنیر تیار کیا جاتا ہے۔

جب ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اے میرے اللہ! آپ مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں تو جواب میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا: اَوَلَمْ تُؤْمِنْ. یعنی کیا تمہارا اس چیز پر ایمان نہیں ہے۔ (تو ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ میرا ایمان ہے لیکن اطمینان قلب کے لئے سوال اور تقاضا کر رہا ہوں)۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو سکون ہو اور کوئی شک اور وہم نہ ہو۔

وہ افراد جن کے دل مطمئن نہیں اگرچہ وہ موحد بھی ہوں، ہمیشہ ان کے دل کو جھٹکا لگتا رہتا ہے جو اُن کو اذیت دیتا رہتا ہے۔ خطرات ان کے دل کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ دریائے توحید میں غوطہ ور بھی ہوں۔

اگر آپ کسی کو کہیں کہ قبرستان میں جاؤ، ایک قبر میں ایک مردہ کفن پہنے ہوئے پڑا ہے لیکن ابھی تک اس کی قبر کو بند نہیں کیا گیا اور کل اس کی قبر بند کریں گے۔ اس مردے کی انگلی میں ایک انگوٹھی ہے اسے لے کر آؤ اور یہ کام آج شب ہی کرنا ہے اور تنہا قبرستان جاؤ تو اکثر افراد اس کام سے وحشت اور خوف محسوس کریں گے۔ اگرچہ یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ قبرستان میں کوئی چیز نہیں اور مردے کو کسی سے سروکار نہیں ہوتا، تب بھی وہ خوف کریں گے۔ اگر وہ کبھی قبرستان میں داخل ہوں گے تو ان کا دل دھڑکنے لگے گا اور جیسے جیسے وہ قبر کے نزدیک ہوتے جائیں گے ان کے دل کی دھڑکن زیادہ ہوتی جائے گی اور ان کے ہاتھ پاؤں لرزنے شروع ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ قبر معین تک پہنچنے سے پہلے وہ زمین پر گر پڑیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دہشت کی وجہ سے مر جائیں۔ یہ کام باوجود یقین اور علم کے غیر مانوس افراد کے لئے مشکل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: میں جاننا چاہتا ہوں کہ تو اپنے نام اَلْمُحْیِ اور اَلْقَدِیْرُ کے ساتھ کیسے مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور یہ حقیقت میں اس طرح سمجھ لوں کہ پھر کبھی مجھے کوئی اضطراب نہ ہو بلکہ سکون خاطر حاصل ہو۔ یعنی میں چاہتا ہوں کہ ان ناموں کو میں ایسا سمجھ لوں کہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بعد یہ مطلب مجھ پر بالکل واضح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا: اے ابراہیمؑ! جاؤ چار پرندے پکڑو اور ان کو اپنے گھر میں رکھو کہ وہ تم سے محبت کرنے لگیں۔ پھر ان کو ذبح کر کے قیمہ کر دو اور سب کے اجزاء ایک دوسرے میں ملا دو۔ پھر ان کے حصے بنا کر پہاڑوں پر رکھ دو اور ان کی چونچیں اپنے ہاتھ میں رکھو۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے ان کو پکارو تو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف تیزی سے آئیں گے اور جان لو کہ بے شک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔ (علی بن ابراہیم قمی کی تفسیر میں ہے کہ وہ چار پرندے مور، مرغ، کبوتر اور کوا تھے)۔

پس جناب ابراہیمؑ نے حکم خدا کے مطابق ان پرندوں کو ذبح کیا۔ ان کے گوشت کو آپس میں مخلوط کیا اور اس کے دس حصے بنا کر پہاڑوں کی بلندی پر رکھ دیئے۔ پھر مور کی چونچ کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور آواز دی کہ اے مور ادھر آ۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ بہت سے ذرات ان پہاڑوں کی بلندیوں سے ان کی سمت تیزی سے حرکت کر رہے ہیں۔ وہ آ رہے ہیں اور مور کی چونچ سے چپکتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مور کا ڈھانچہ اور پیر مکمل ہو گئے اور یہ ہڈیاں اصلی پہلے والے مور کی طرح تشکیل پا گئیں۔

اس کے بعد گوشت کے ذرات آئے۔ پھر آنکھوں کے اور زبان کے ذرات آئے۔ پھر تمام اعضاء، انتڑیاں اور اندرونی حصے اسی طرح آئے اور تیزی سے بلا تاخیر مور کے اجزا بن گئے۔ پھر پروں کی نوبت آئی کہ پروں کے ذرات بھی بغیر کسی انحراف اور کجی کے پہاڑوں کی بلندیوں سے تیزی سے آئے۔ اس طرح مور کے بال و پر مکمل ہو گئے۔

اس حالت میں مور نے ایک جھٹکا کھایا اور اب حضرت ابراہیمؑ کے سامنے زندگی کی توانائی اور خوبصورتی کے ساتھ موجود تھا۔

اس وقت حضرت ابراہیمؑ عام حالت میں نہ تھے بلکہ ذات خداوندی اور اس کے ناموں میں فنا ہو چکے تھے۔ ان ناموں میں جو **عزیز و حکیم و قدیر و محیی** ہیں۔ پس درحقیقت وہ ابراہیمؑ نہیں تھے جنہوں نے کہا تھا کہ "مور اِدھر آ" بلکہ خداوند تعالیٰ تھا جس نے فرمایا تھا کہ "مور اِدھر آ"۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ مرغ، کبوتر اور کوے کی چونچ کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر اسے آواز دیتے تو اس کا ذرہ ذرہ گوشت پوست پہاڑوں کی بلندیوں سے اپنی چونچ سے آ کر مل جاتا اور وہی مکمل پرندہ جناب ابراہیمؑ کے سامنے بن جاتا۔

یہ کام خداوند عالم نے خود حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ سے انجام دلوایا۔ لہٰذا جب حضرت ابراہیمؑ نے یہ عمل انجام دیا تو خالق کائنات کا خطاب ہوا: **وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ**. اور تم جان لو کہ خداوند عالم موجودات کو قائم رکھنے والا ہے اور اس کی عزت کا مقام تقاضۂ فاعلیت رکھتا ہے اور وہ حکمت والا ہے اور اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہیں۔ یعنی ان میں کسی طرح کی سستی اور شرمندگی کا دخل نہیں ہے اور وہ استحکام کی بنیاد پر استوار ہیں۔

لیکن حضرت ارمیاؑ کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہوا: **فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ**. یعنی جب حضرت ارمیاؑ نے اس منظر کو دیکھا تو کہا کہ میں جانتا ہوں کہ خداوند عالم ہر کام کی طاقت رکھتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۲۴۰/۴)

ولیٔ خدا کے ہاتھ سے کبوتر کا زندہ ہونا

اس واقعے کو اس حقیر نے خود آیت اللہ حاج میرزا محمد جواد انصاری ہمدانی رضوان اللہ علیہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمدان کے بزرگوں میں سے میرے ایک بزرگ دوست نے جن کے ساتھ پہلے میری دوستی تھی مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں حقیقت اور معنویت کو حاصل کرنے کے لئے بیس سال سے زیادہ خانقاہوں کا چکر لگاتا رہا۔ اقطاب اور درویشوں کے طور طریقوں کو اپنایا لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ کسی دن بھی کمال اور معرفت حاصل نہ ہوئی اور نہ کسی معرفت کا دروازہ کھلا تو میں انتہائی مایوس ہوا اور میں نے یہی خیال کیا کہ جو کچھ ائمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں واقعات نقل ہوئے ہیں شاید جھوٹ پر مبنی ہیں۔ شاید پیغمبروں اور ائمہ سے جزوی مطالب نقل ہوئے ہیں۔ پھر ان کے مریدوں اور پیروکاروں نے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور نتیجے کے طور پر اب لوگ ان کے لئے معجزات کرامات اور فوق العادۃ کمالات ذکر کرتے ہیں۔

پھر وہ فرمانے لگے: میں جس زمانے میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے کربلا کی زیارت سے مشرف ہوا، پھر نجف اشرف میں مولا علیؑ کی زیارت سے

شرفیاب ہوا تو ایک دن مسجد کوفہ میں آیا اور وہاں مسجد کے اعمال ادا کئے۔ پھر میں غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے مسجد کوفہ سے باہر نکلا اور مسجد کے سامنے سواری کی انتظار میں بیٹھ گیا تاکہ نجف جاسکوں۔ (نجف اور کوفہ کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ ہے۔ اس زمانے میں گھوڑا گاڑی چلا کرتی تھی جسے ریل کہا جاتا تھا)۔

میں نے بہت انتظار کیا لیکن کوئی گاڑی نہ آئی۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص میری طرف آرہا ہے جس کے کندھے پر ایک گٹھڑی تھی وہ ایک عام سا شخص تھا اور وہ بھی نجف جانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ کو سلام کیا اور سلام کے بعد مجھ سے پوچھا: آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔

میں نے کہا: میں نجف جانا چاہتا ہوں، گاڑی کے انتظار میں کھڑا ہوں۔

اس نے کہا: ہم دونوں اکٹھے آہستہ آہستہ چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔

اثنائے راہ میں بغیر کسی مقدمہ اور تمہید کے اس نے مجھ سے کہا: جناب! آپ یہ جو باتیں کرتے ہیں کہ معجزات اور کرامات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہ باتیں درست نہیں ہیں۔

میں نے کہا: یہ باتیں میں نے بہت کچھ سنیں، مزید سننا نہیں چاہتا۔ یہ باتیں کسی اور سے کرو۔ اب میرا ان پر کوئی اعتقاد نہیں رہا۔

اس نے کچھ نہ کہا۔ کچھ راستہ ہم چلے تو دوبارہ اس نے اپنی گفتگو شروع کی اور کہا: بعض مطالب کی طرف انسان کو توجہ دینی چاہئے کہ یہ دنیا مقام ملکوت ہے، مقام ارواح ہے، مگر خود تم صاحب روح نہیں۔ تم اس جسم کے ساتھ چل رہے ہو۔ یہ سب کچھ تمہارے ارادے اور تمہاری روح سے ہے۔ یہ عالم بھی روح رکھتا ہے، اس کی بھی ایک مکمل روح ہے اور اس عالم کی روح امام ہے، امام کے ہاتھ سے

سب کچھ ہوسکتا ہے۔ البتہ کچھ افراد نے اپنی دکانداری کی خاطر لوگوں کو خراب کیا۔ لیکن اس کی یہ دلیل نہیں کہ دنیا میں کوئی چیز ہی نہیں۔ اس وجہ سے انسان کے لئے جائز نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور مسلمات سے منہ موڑ لے۔

میں نے کہا کہ یہ باتیں میں نے بہت سنیں، اب میں تھک چکا ہوں، کسی اور موضوع پر بات کرو، تمہیں ان کاموں سے کیا مطلب۔

اس نے کہا: میری جان نہیں ہوسکتا۔

میں نے کہا: میں نے بیس سال خانقاہوں کے چکر لگائے۔ اقطاب اور درویشوں سے ملاقات کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اس نے کہا: اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امام کے پاس بھی کچھ نہیں۔ اگر آپ کسی چیز کو خود دیکھ لیں پھر تو یقین کریں گے۔

اس حال میں ہم چلتے چلتے اس خندق پر پہنچ گئے جو کوفہ اور نجف کے درمیان ایک عرصہ پہلے کھودی گئی تھی جس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

میں نے کہا: اگر کوئی کسی مردے کو زندہ کردے تو میں اس کی بات کو قبول کروں گا اور جو معجزات اور کرامات پیغمبر اکرمؐ اور ائمہؑ کے بارے میں نقل ہوئے ہیں ان کو بھی قبول کروں گا۔

یہ سن کر وہ کھڑا ہوگیا اور کہا: خندق میں کیا ہے؟ میں نے دیکھا کہ خندق میں ایک مردہ کبوتر پڑا ہے جو بالکل خشک ہو چکا تھا۔

اس نے کہا: بھائی جاؤ اور اس مردہ کبوتر کو لے آؤ۔ میں گیا اور اس خشک مردہ کبوتر کو لے آیا۔

اس نے کہا: اچھی طرح دیکھ لو کہ مردہ ہے۔

میں نے کہا: مر چکا ہے اور خشک ہو چکا ہے اور کچھ حصہ پَروں کا بھی ٹوٹ چکا ہے۔

اس نے کہا: اگر میں اس کو زندہ کردوں تو یقین کرو گے۔

میں نے کہا: نہ صرف اس کو قبول کروں گا بلکہ تمہاری پچھلی تمام باتوں کا یقین کروں گا اور ائمہ معصومینؑ کے تمام معجزات اور کرامات بھی قبول کروں گا۔

اس نے کبوتر کو ہاتھ پر اٹھایا ذرا سی توجہ کی اور دعا کی۔ پھر کبوتر سے کہا: خدا کے اذن سے اُڑ جا۔ جیسے ہی اس نے کہا کبوتر اُڑ گیا۔ میں مبہوت ہو گیا۔

اس نے مجھ سے کہا: آپ نے دیکھ لیا؟ آپ کو یقین ہوا؟

ہم نجف کی طرف چل پڑے لیکن میری حالت غیر تھی۔ میں بہت حیران تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: جناب! آپ نے دیکھا کہ یہ کام میں نے خدا کے اذن سے کیا۔ یہ اسکول کے بچے کا کام ہے۔ یہ خود اسی کی عبارت ہے کہ یہ مکتب کے بچے کا کام ہے۔ تم کہتے ہو کہ اگر میں کسی چیز کو نہ دیکھوں گا تو قبول نہ کروں گا۔ مگر امام اور پیغمبر ہر روز لوگوں کے لئے دسترخوان بچھاتے ہیں اور لوگوں کے حلق تک کرامات پہنچاتے ہیں۔ ان کو قدرت و طاقت ہے کہ خدا کے اذن سے حکمت کے تحت ہر کام انجام دے سکتے ہیں۔ خدا کے اذن کے بغیر محال ہے کہ وہ کوئی کام انجام دیں۔ یہ کام تو مکتب کے بچے کا ہے اور منزل مقصود تو بہت دور ہے۔

ہم ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے جا رہے تھے اور میں سوالات کر رہا تھا اور مجھے جوابات دے رہا تھا یہاں تک کہ ہم نجف اشرف پہنچ گئے۔ کوفے اور نجف کے راستے میں پہلے ایک قبرستان آتا ہے جسے وادی السلام کہتے ہیں۔ اس قبرستان کے بعد نجف میں داخل ہونا پڑتا تھا۔ جب ہم وادی السلام میں پہنچے تو اس

نے مجھے خداحافظ کہا۔ میں نے کہا کہ بیس سال کی زحمت کے بعد میں کسی نتیجے پر پہنچا ہوں تو اب تم جانا چاہتے ہو، میں ہرگز تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ تم چاہتے ہو کہ مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ میں اب سے تمہارا نوکر ہوں۔

اس نے کہا: کل صبح طلوع آفتاب کے وقت اسی جگہ آؤ۔ ہم ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔

اس کے دیدار کے شوق میں میں نے رات بڑی مشکل سے گزاری۔ مجھے نیند نہ آئی۔ ہر گھڑی میرا اشتیاق بڑھتا رہا کہ جلدی سے صبح ہو اور اس کے دیدار کے لئے جاؤں۔ جیسے ہی صبح طلوع ہوئی میں وادی السلام میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جنازے کو لائے ہیں۔ دفن کے وقت معلوم ہوا کہ یہ جنازہ اسی مرد کا ہے۔

یہ داستان سرائی نہیں ہے۔ اس واقعے کو پرانی کتابوں میں تلاش نہ کریں اس کا ذکر قدیمی کتابوں میں نہیں ملے گا بلکہ اس کا تعلق اِسی زمانے سے ہے اور اس واقعے کے راوی سلمان زمانہ مرحوم انصاریؒ ہیں۔ (۲۲۰/۴)

حضرت علیؑ کے جنازے پر شہداء کا نماز پڑھنا

علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رومیوں نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو قیدی بنایا اور انہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے ان سے کفر اختیار کرنے کو کہا لیکن انہوں نے انکار کیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ زیتون کے تیل کی ایک دیگ گرم کی جائے اور سب کو

اس میں ڈال دیا جائے۔ صرف ایک آدمی باقی رکھا جائے جو مسلمانوں کو اس واقعے کی اطلاع دے۔

یہ شخص اپنے اسلامی ملک کی طرف چل پڑا۔ آدھی رات کے وقت اس نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ اس نے دیکھا کہ یہ وہی اس کے ساتھی ہیں جن کو دیگ میں ڈالا گیا تھا۔

اس مرد نے ان کے سفر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: امیرالمومنینؑ شہید ہوگئے ہیں۔ ایک منادی نے آسمان سے ندادی تھی کہ جتنے بھی لوگ خشکی یا دریا میں شہید ہوئے ہیں سب مولا امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے جنازے پر نماز پڑھیں۔ ہم سب اپنی قبروں سے نکلے، امامؑ کے جنازے پر نماز پڑھی اور اب دوبارہ اپنی خوابگاہوں کی طرف جارہے ہیں۔

(واضح رہے کہ اس واقعے کا تعلق عالم برزخ سے ہے اور اس مرد کو مکاشفہ کے طور پر اس کا ادراک ہوا ہے)۔

(۴/۲۲۵ بحوالہ بحارالانوار ۹/۶۷۹)

حضرت علیؑ کی مصیبت میں ملائکہ اور جنات کا رونا

صفوان جمّال سے منقول ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ درمیان راہ ایک رات امام جعفر صادقؑ نے انتہائی پریشانی اور غم کے ساتھ گزاری۔

میں نے امامؑ سے غمگین ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: جو بھی مومن اس کو دیکھے گا تو وہ بھی غمگین ہوگا۔ خدا کی قسم جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر تو بھی دیکھتا تو ضرور غمگین ہوتا۔

میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: مولا! آپ کے غمگین ہونے کی کیا وجہ تھی اور آپ نے جس چیز کا مشاہدہ کیا وہ کیا چیز ہے؟

امامؑ نے فرمایا: گزشتہ رات میں نے نیند میں ایک ایسے واقعے کو دیکھا جس سے میری نیند جاتی رہی۔ میں نے دیکھا کہ تمام ملائکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! امیرالمومنینؑ اور حسینؑ کے قاتلوں کو زیادہ سے زیادہ عذاب دے۔ تمام ملائکہ اور تمام جنات میرے دادا امیرالمومنینؑ اور میرے دادا امام حسینؑ کی مصیبت میں رو رہے ہیں۔ انسان کی طاقت بھی نہیں کہ ان مناظر کو دیکھے اور آرام کی نیند سوئے اور کھانے پینے کی فکر میں ہو۔

(۴/۲۶۰ بحوالہ نفس المہموم ص۳۱۳)

امام حسینؑ کے حرم میں ملائکہ

ابن قولویہ قمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سعد بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے ایک دوست سے، انہوں نے احمد بن قتیبہ سے اور انہوں نے اسحاق بن عمار سے سنا:

میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں

نے عرفہ کی رات امام حسین علیہ السلام کے حرم میں گزاری۔ میں نماز میں مشغول تھا کہ وہاں پچاس ہزار افراد جن کی بہترین صورتیں تھیں اور جن سے خوشبو مہک رہی تھی، وہ بھی تمام رات ہمارے ساتھ نماز میں مشغول رہے۔ لیکن جیسے ہی صبح طلوع ہوئی میں نے سجدہ کیا اور جب سجدے سے سر اٹھایا تو ان میں سے کسی کو نہ دیکھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ پچاس ہزار فرشتے تھے جو امامؑ کی مدد کی خاطر کربلا آئے تھے۔ جب وہ کربلا پہنچے تو امامؑ شہید ہو چکے تھے اس لئے وہ آسمان کی طرف چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم سب میرے حبیب کے بیٹے کی نصرت کے لئے کربلا گئے لیکن وہ شہید ہو چکے تھے اور تم ان کی امداد نہ کرسکے۔ اب زمین پر جاؤ اور قیامت تک پریشان اور گردآلود حالت کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی قبر کے اردگرد مقیم رہو۔

(۴/۲۶۱ بحوالہ کامل الزیارات ۱۱۵)

پناہ حاصل کرنے والے کو حضرت علیؑ کا پناہ دینا

عراق کے رہنے والے ایک شخص عمران بن شاہین نے عضدالدولہ دیلمی کی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ عضدالدولہ نے اس کو گرفتار کرنے کے لئے تعاقب شروع کیا اور پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ ہر صورت میں اس کو گرفتار کرے گا۔

عمران نے مجبور ہو کر پوشیدہ طور پر نجف اشرف کی طرف راہ فرار اختیار کی، وہاں بھیس بدل کر رہنے لگا اور مولا امیرالمومنینؑ سے پناہ طلب کی کہ وہ اسے عضدالدولہ سے نجات دیں۔

ایک دن امیرالمومنینؑ کے گنبد کے نیچے دعا و نیاز میں مشغول تھا کہ رات کو عالم خواب میں حضرت کی زیارت کی۔ حضرت علیؑ نے اسے فرمایا: اے عمران! کل فناخسرو یہاں زیارت کے لئے آئے گا اور حرم کو اس کے لئے بند کردیں گے اور جو بھی حرم میں ہوگا اسے باہر نکال دیں گے۔ پھر حضرت نے اپنے دست مبارک سے گنبد کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ تم یہاں چھپ کر بیٹھ جانا اور تم کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔

فناخسرو جب آئے گا تو دعا و زیارت میں مشغول ہوگا اور خدا کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کرے گا اور خدا کو محمدؐ و آل محمدؐ کی قسم دے گا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اسے کامیاب کرے۔

جب وہ یہ کہے تو تم اس کے نزدیک جانا اور اسے کہنا کہ اے بادشاہ وہ شخص کون ہے جس کے بارے میں آپ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر خدا کو محمدؐ و آل محمدؐ کی قسم دے کر دعا کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر کامیاب کرے۔ اس پر فناخسرو کہے گا کہ وہ شخص ہے جس نے میری حکومت کے خلاف بغاوت کی اور لوگوں کے درمیان تفرقہ و انتشار پیدا کیا۔

اس کے بعد تم اس سے کہنا کہ اگر کوئی تمہیں اس پر کامیاب کرے اور اس کے بارے میں تمہیں خوشخبری سنائے تو تم اسے کیا دو گے۔ اس کے جواب میں وہ کہے گا کہ جو کچھ وہ چاہے گا میں دوں گا۔ یہاں تک کہ اگر وہ مجھ سے کہے کہ میں اسے معاف کردوں تو میں اسے معاف بھی کردوں گا۔ تم اس وقت اس کے سامنے اپنا تعارف کرانا۔ اس صورت میں تم اس سے جو توقع رکھتے ہو وہ آرزو اور توقع پوری ہوگی۔

عمران کہتا ہے کہ عالم خواب میں جس طرح امیرالمومنینؑ نے میری رہنمائی فرمائی تھی اسی طرح ہوا۔ عضدالدولہ زیارت کے لئے آیا اور دعا و نماز میں مشغول ہوگیا۔ اس نے خدا کو عمران بن شاہین پر کامیاب ہونے کے لئے محمدؐ و آل محمدؐ کی قسم دی اور میں چونکہ ایک کونے میں چھپا بیٹھا تھا، اس کے سامنے آیا اور وہی سوال اس سے کیئے۔ اس نے بھی جواب میں وہی کہا کہ جو بھی مجھے اس کے بارے میں مطلع کرے گا یہاں تک کہ اگر وہ مجھ سے اس کی معافی کی بھی درخواست کرے گا تو میں قبول کروں گا۔ یہ سنتے ہی میں نے اس سے کہا: میں ہوں عمران بن شاہین۔

عضدالدولہ نے مجھ سے حیرت سے پوچھا: تجھے یہاں کون لے آیا اور تجھے یہ باتیں کس نے سکھائیں۔

میں نے کہا: کل عالم خواب میں مولا علی ابن ابی طالبؑ نے میری رہنمائی فرمائی اور مجھ سے فرمایا تھا کہ کل فناخسرو یہاں زیارت کے لئے آئے گا اور مجھے یہ سب باتیں سمجھائیں کہ جس طرح میں نے تیری خدمت میں عرض کیا۔

عضدالدولہ نے کہا: میں تجھے امیرالمومنینؑ کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ امیرالمومنینؑ نے تجھے اس طرح کہا کہ فناخسرو آئے گا۔

میں نے کہا: ہاں! مجھے امیرالمومنینؑ کے حق کی قسم کہ انہوں نے مجھ سے اسی طرح کہا تھا۔

عضدالدولہ نے کہا: میرے اور میری والدہ اور دایہ کے سوا میرے نام فناخسرو سے کوئی بھی واقف نہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ میرا نام فناخسرو ہے۔

عمران نے پھر کہا: مجھے امیرالمومنینؑ کے حق کی قسم ہے کہ امامؑ نے مجھ سے ایسا ہی کہا تھا۔

عضدالدولہ نے پھر اپنے سابقہ جملے کو دہرایا کہ میرے اور میری والدہ اور میری دایہ کے سوا میرے نام فناخسرو کو کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس نے اسی جگہ عمران کو معاف کردیا اور اسے اپنا وزیر بنایا اور حکم دیا کہ اس کے لئے لباس وخلعت وزارت لایا جائے اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

عمران بن شاہین نے خدا سے منت مانی تھی کہ اگر عضدالدولہ اسے معاف کردے تو وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں امیرالمومنینؑ کی زیارت کے لئے آئے گا۔ اب چونکہ وہ وزیر بن چکا تھا اور لباس وزارت پہن چکا تھا اس لئے اسے خوف ہونے لگا اور چاہا کہ رات کی تاریکی میں امامؑ کی زیارت کے لئے ننگے سر اور پاؤں جائے۔ جب رات ہوئی اور رات کی سیاہی نے پورے جہان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو وہ سروپا برہنہ اکیلا کوفے سے نجف آیا۔

اس واقعے کا راوی حسن بن حسین بن علی بن طحال ہے۔ وہ کہتا ہے کہ امامؑ کے روضۂ مبارکہ کی چابی میرے دادا کے پاس تھی اور وہی چابی بردار تھے۔ وہ رات کو سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں مولا امیرالمومنینؑ نے ان سے کہا: اٹھو! ہمارا دوست عمران بن شاہین آرہا ہے اس کے لئے دروازہ کھولو۔

میرے دادا نیند سے اٹھے اور شمعوں کو روشن کیا اور دروازہ کھول کر انتظار میں بیٹھ گئے۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ امامؑ کے روضۂ اقدس کی طرف آرہے ہیں۔ جب وہ بزرگ حرم میں پہنچے تو علی بن طحال نے ان سے کہا: بسم اللہ! ہمارے آقا تشریف لائیے۔

عمران نے کہا: تم مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟

میرے دادا نے کہا: تم عمران بن شاہین ہو۔

عمران نے کہا: میں عمران بن شاہین نہیں ہوں۔

میرے دادا نے کہا: ہاں آپ عمران بن شاہین ہی ہیں۔ مجھے آپ کے بارے میں امیرالمومنینؑ نے خواب میں بتادیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ ہمارا دوست عمران بن شاہین آرہا ہے اس کے لئے دروازہ کھولو۔

عمران نے کہا: میں تجھے اسکے حق کی قسم دیتاہوں کہ امامؑ نے ایسے ہی فرمایا تھا۔

میرے دادا نے کہا: ہاں میں اس کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ امامؑ نے ایسے ہی فرمایا تھا۔

عمران نے خود کو روضۂ اقدس پر گرا دیا اور بوسے دینے لگا اور اپنے مدیر اور عامل سے کہا کہ وہ میرے دادا کو ساٹھ دینار دے۔

مجلسیؒ کہتے ہیں کہ عمران نے نجف اشرف اور کربلا معلیٰ میں گنبد اور ایوان تعمیر کئے اور یہ دونوں ایوان اسی کی نشانی ہیں اور رواق عمران کہلاتے ہیں۔

(۴۵/۵ بحوالہ بحارالانوار ۶۸۲/۹)

مُردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر بقیع کی طرف لے آئے یہاں تک کہ ایک قبر کے قریب پہنچے۔

جبرئیلؑ نے صاحب قبر کو آواز دی اور کہا: خدا کے اذن سے اٹھ کھڑا ہو۔

ایک آدمی قبر سے اٹھا جس کے سر کے بال اور چہرہ سفید تھا۔ اپنے چہرے کو ہاتھ کے ساتھ مٹی سے پاک و صاف کیا اور کہا: الحمدللہ و اللہ اکبر. جبرئیلؑ نے اس سے کہا کہ اپنی قبر کی طرف دوبارہ پلٹ جا۔

اس کے بعد دوسری قبر کے نزدیک آئے۔ جبرئیلؑ نے صاحب قبر کو آواز دی کہ خدا کے اذن سے اٹھ کھڑا ہو۔ قبر سے ایک سیاہ چہرے والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا: یاحسرتی یا ثبوراہ. اس کے بعد جبرئیلؑ نے اسے کہا کہ خدا کے اذن سے جہاں تھا وہیں لوٹ جا۔

اس کے بعد جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یارسول اللہؐ! قیامت کے روز مُردے اس طرح محشور ہوں گے کہ مومن کہیں گے الحمدللہ و اللہ اکبر اور دوسرا گروہ کہے گا یاحسرتی یا ثبوراہ۔

(۶۴/۵۴ بحوالہ تفسیر قمی ص۵۱۱)

آئینے میں اپنی ہی تصویر دکھائی دیتی ہے

کہتے ہیں کہ حاجی لق لق نامی آبی پرندے سے لوگوں نے کہا: درختوں کی بلندیوں سے تو اپنے گھر کو کیوں تبدیل کرتا رہتا ہے اور ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف ہمیشہ کیوں کوچ کرتا رہتا ہے۔ جب ایک درخت پر دوسرے پرندوں کی طرح گھونسلہ بنایا ہے تو اسی میں اپنی زندگی گزار۔

حاجی لق لق نے جواب میں کہا: چونکہ یہ درخت بدبودار ہوچکے ہیں اس

لئے میں حرکت کرنے پر مجبور ہوں۔

انہوں نے کہا: یہ درخت کیوں بدبودار ہیں۔ (کہتے ہیں کہ حاجی لق لق نامی آبی پرندہ جب ایک، درخت پر اپنا گھونسلہ تیار کر کے بچے دیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اپنی کثافت اور فضلے کو وہیں ڈال دیتا ہے اور اس جگہ کو بدبودار بنا دیتا ہے اسی وجہ سے وہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے)۔ درخت بدبودار نہیں ہیں۔ جب تک تیرے یہ نچلے اعضاء تیرے ساتھ ہیں تو سب درخت بدبودار ہیں۔ اپنی اصلاح کر درخت میں تو کوئی عیب نہیں۔ (۷۹/۵)

عطر فروش اور اس کے بھینگے شاگرد کا واقعہ

کہا جاتا ہے کہ ایک عطر فروش کا ایک شاگرد تھا جو حسن میں تو مکمل تھا صرف ایک عیب اس میں تھا کہ وہ بھینگا تھا۔ اسے ایک چیز دو نظر آتی تھیں۔

ایک دن عطر فروش کے پاس ایک خریدار آیا۔ اس نے روغن زیتون کی ایک شیشی طلب کی۔ عطر فروش نے خریدار کو بٹھایا اور شاگرد سے کہا: گھر میں تہہ خانے کے اندر ایک زیتون کے تیل کی شیشی پڑی ہے فوراً لے آؤ۔

شاگرد جلدی سے گھر میں آیا اور تہہ خانے کے اندر گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں روغن زیتون کی دو شیشیاں موجود ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا کہ کونسی شیشی لے جاؤں۔ اس شیشی کو لے جاؤں کہ دوسری، شاید دوسری شیشی طلب کی ہو۔ مالک نے دونوں کو تو نہیں منگایا ہے۔ پس وہ سوچنے لگا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد

آہستہ آہستہ عطر فروش کے پاس آیا اور کہا: آپ نے کہا تھا کہ تہہ خانے میں ایک شیشی ہے لیکن میں نے دو شیشیاں دیکھی ہیں۔ کونسی شیشی لے کر آؤں۔

عطر فروش نے کہا: میری جان! میں نے خود تہہ خانے میں ایک شیشی رکھی ہے، ایک سے زیادہ نہیں، جاؤ اسی کو لے آؤ۔

شاگرد دوبارہ گھر کی طرف دوڑا اور تہہ خانے میں داخل ہوا۔ گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ اب جو دیکھا تو دو شیشیاں تھیں۔ جتنا بھی آنکھوں کو صاف کیا پھر جو نگاہ کی تو دو ہی تھیں۔ دو ہونے میں شک کی بھی جگہ نہیں تھی۔ وہ دوسری بار عطر فروش کے پاس آیا اور کہا: میں نے بہت غور سے دیکھا ہے کہ دو ہی ہیں۔

عطر فروش زیادہ وقت گزرنے اور خریدار کے انتظار میں بیٹھنے کی وجہ سے غصے میں آ گیا کہ کہیں خریدار ہاتھ سے نہ نکل جائے اور اپنا ڈنڈا شاگرد کو دیا اور اس سے کہا: جاؤ ایک شیشی کو توڑ دو اور دوسری لے آؤ۔

شاگرد ڈنڈا لے کر تہہ خانے میں آیا اور ایک شیشی پر ڈنڈا مارا جس سے وہ ٹوٹ گئی اور روغن زیتون زمین پر بہہ گیا۔ اب اس نے دیکھا تو صرف ایک ہی شیشی تھی دوسری نہ تھی۔ سوچنے لگا کہ میں نے ڈنڈا تو صرف ایک کو مارا تھا نہ کہ دونوں کو۔ میں نے ایک کو کیسے ڈنڈا مارا کہ دونوں ٹوٹ گئیں۔

یہاں اسے اپنا عیب معلوم ہوا کہ حقیقت میں صرف ایک شیشی تھی۔ میں آنکھ کے گوشے سے دوسری خیالی شیشی دیکھ رہا تھا۔ ایک حقیقی شیشی تھی اور اس کے ساتھ دوسری باطل اور وہمی تھی۔ اب میں نے خیالی شیشی کو نہیں توڑا بلکہ حقیقت میں اس حقیقی شیشی کو توڑ دیا ہے۔ کوئی دوسری شیشی اصل میں نہیں ہے۔

اگر یہ شاگرد چاہتا تھا کہ حقیقی شیشی کو رہنے دے اور باطل و خیالی کو توڑ

دے تو اسے اپنی آنکھ کا علاج کرنا چاہئے تھا تا کہ دونوں آنکھوں سے ایک ہی شیشی دیکھے۔ جب ایک دیکھتا تو خیالی خودبخود ٹوٹ جاتی۔ پس خیالی شیشی کو آنکھ کے علاج سے توڑا جاسکتا ہے نہ کہ ڈنڈا مارنے سے۔ ڈنڈا مار کر اس نے حقیقی شیشی کو توڑ دیا۔

بعد میں شاگرد اپنے عیب کی طرف متوجہ ہوا کہ بھینگا پن ہی اس کا عیب ہے۔ اس طرح وہ سوچنے لگا کہ استاد کے پاس کیسے جائے اور کیسے اسے واقعہ کے بارے میں آگاہ کرے اور اس عیب کو کیسے اس کے سامنے بیان کرے۔ پس شرمندگی کی وجہ سے جنگل کا رخ کیا اور فرار ہوگیا۔

(۸۰/۵ بحوالہ لسان الغیب حاجی میرزا کریم صابونی ص۴)

خدا کا مضبوط قلعہ

اسحاق بن راہویہ نے روایت کی ہے کہ جب امام علی رضا علیہ السلام نیشاپور میں مقیم تھے اور مامون کے پاس جانے لگے تو میں اور آپ کے دوسرے اصحاب امام علی رضاؑ کے اردگرد جمع ہوگئے اور ان سے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپ جانے والے ہیں، اس وقت اپنے جدامجد کی کوئی حدیث ہمارے لئے بیان فرمائیں کہ جس سے ہم بہرہ مند ہوں۔

اس وقت امامؑ اپنی عماری میں بیٹھے ہوئے تھے اور روانہ ہونے والے تھے۔ امامؑ نے اپنا سر عماری سے باہر نکالا اور فرمایا: میں نے اپنے باپ موسیٰؑ بن جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے باپ جعفرؑ بن محمدؑ سے اور انہوں نے اپنے باپ محمدؑ بن علیؑ سے اور انہوں نے اپنے باپ علیؑ بن حسینؑ سے اور انہوں نے اپنے باپ حسینؑ بن علیؑ

سے اور انہوں نے اپنے باپ علی بن ابی طالبؑ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انہوں نے جبرئیل امینؑ سے سنا کہ جبرئیلؑ نے کہا:

سَمِعْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ. یعنی میں نے اللہ سبحانہٗ عزوجل سے سنا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میرا قلعہ ہے اور جو بھی اس قلعے میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔

ابھی حضرت امام علی رضاؑ کی سواری چند قدم ہی چلی تھی کہ پھر امامؑ نے سواری کو روکا اور فرمایا: بشروطها وانا من شروطها. یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عذاب خدا سے تب محفوظ رکھتا ہے جب اس میں شرائط موجود ہوں اور ان شرائط میں سے ایک شرط میں ہوں۔

البتہ یہ حدیث سلسلۃ الذہب کے نام سے مشہور ہے۔ سند کے صحیح ہونے اور معانی کے لحاظ سے اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن ہم یہاں صرف اس نکتے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو کہ خدا کی پناہ اور مضبوط قلعہ ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جو بھی توحید کی وادی میں داخل ہو تو وہ خدا کے عذاب سے محفوظ ہوگا اور اس توحید کی وادی میں وارد ہونے کا مطلب خدا کی ذات سے ارتباط پیدا کرنا ہے جو اس پر منکشف ہوگا اور تمام عالم کو توحید کی نظر سے دیکھے گا کیونکہ روایت میں یہ نہیں ہے کہ جو زبان سے کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بلکہ خود لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو کہ نفس توحید ہے، عذاب خدا سے محفوظ رکھتا ہے، نہ کہ صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا۔ اگرچہ صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے بھی بلاشک فائدہ ہوتا ہے۔

جس دوسری سند میں یہ روایت وارد ہوئی ہے کہ کَلِمَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حِصْنِيْ وہ بھی اس معنی سے منافات نہیں رکھتا کیونکہ کلمہ بھی اپنے موجودہ معنی کے لحاظ سے اسی چیز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تمام چیزیں خدا کے کلمات ہیں۔ وہ شخص جو تمام موجودات کو کلمہ اور کلام خدا دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ اس سے بھی ارتباط ذات خدا کا پہلو نکلتا ہے۔

چونکہ ولایت کے ساتھ ربط و اتصال کے بغیر کوئی بھی شخص مقام توحید کو حاصل نہیں کرسکتا اور خدا کی ذات اور اسماء و صفات کی حقیقت کو درک نہیں کرسکتا اس لئے امام علی رضا علیہ السلام نے اس حدیث میں مقام توحید تک پہنچنے کے لئے قبول ولایت کی شرط لگائی ہے۔ (۵/۱۰۶ بحوالہ معانی الاخبار ص ۳۷۰)

قرآن میں ولید کا قصہ

ولید بن مغیرہ جو تجربہ کار اور بوڑھا شخص تھا وہ عرب کے زیرک اور دانا لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور رسول اکرمؐ کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں تحریر ہے کہ خداوند عالم نے سورۂ مدثر کی آیات ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا. اس کی تہدید میں نازل فرمائیں۔

ایک روز رسول اکرمؐ بیت اللہ میں حجر اسماعیل کے نزدیک قرآن پڑھنے میں مشغول تھے۔ قریش کا ایک گروہ ولید بن مغیرہ کے پاس آیا اور کہا: اے اباعبدشمس! محمدؐ جو یہ کلمات کہتے ہیں کیا ہیں، آیا شعر ہیں یا غیب کی باتیں ہیں یا خطبہ خوانی ہے۔

ولید نے ان سے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دیں تاکہ خود ان کا کلام سنوں۔

اس بنا پر وہ رسول اکرمؐ کے نزدیک آیا اور کہا: اے محمدؐ! اپنے اشعار میں سے کچھ میرے سامنے پڑھو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: یہ کلمات شعر نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے جس کو ملائکہ و انبیاء اور خدا کے بھیجے ہوئے افراد نے پسند کیا ہے۔

ولید نے کہا: اس کا کچھ حصہ میرے سامنے پڑھو۔

اللہ کے رسولؐ نے سورۂ حٰم سجدہ کو پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچے: فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ. یعنی پس (اے محمدؐ!) پھر اگر اس پر بھی کفار آپ سے منہ پھیریں تو کہدو کہ میں تم کو ایسی بجلی گرنے کے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسی قوم عاد اور قوم ثمود کی بجلی کی کڑک۔

ان آیات کو سننے سے ولید کا بدن کانپنے لگا اور اس کے سر اور چہرے کے بال سیدھے ہوگئے۔ وہ وہاں سے سیدھا اپنے گھر آیا اور قریش کے نزدیک نہ گیا۔

قریش کی ایک جماعت ابوجہل کے پاس آئی اور کہا: اے ابوحکم اباعبدشمس یعنی ولید محمدؐ کے دین کی طرف راغب ہوگیا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اس کے بعد ہمارے پاس نہیں آیا۔

ابوجہل وہاں سے اٹھا اور ولید کے پاس آیا اور کہا: اے چچاجان! آپ نے ہماری عزت کو تباہ کردیا، ہمارے سر کو شرم سے جھکا دیا، ہمارے دشمنوں کو ہم پر ہنسایا اور محمدؐ کے دین کو قبول کرلیا۔

ولید نے کہا: میں دین محمدؐ کی طرف مائل نہیں لیکن ان کی اہم گفتگو کو سنا جس سے میرا بدن کانپنے لگا۔

ابوجہل نے کہا: کیا ان کی گفتگو خطبہ خوانی ہے؟

ولید نے کہا: نہیں! یہ خطابت نہیں کیونکہ خطابت ایک دوسرے سے متصل کلام ہوتا ہے بلکہ یہ نثری کلام ہے کہ بعض جملے بعض سے مشابہت نہیں رکھتے۔

ابوجہل نے کہا: کیا اس کا کلام شعر ہے؟

ولید نے کہا: نہیں! میں نے عرب کے اشعار سنے ہیں اور اشعار کے وزن وقافیہ سے بھی واقف ہوں۔ محمدؐ کا کلام شعر بھی نہیں۔

ابوجہل نے کہا: تو پس کس قسم کا کلام ہے؟

ولید نے کہا: مجھے اپنے حال پر رہنے دو تا کہ اس بارے میں کچھ سوچ لوں۔

جب دوسرا دن ہوا تو ابوجہل نے ولید سے کہا: محمدؐ کی گفتار کے بارے میں جو بحث ہوئی اور جسے نامکمل چھوڑ دیا تھا اب اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟

ولید نے کہا: جادو ہے چونکہ صرف ان کی گفتگو سننے سے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

اس حال میں سورۂ مدثر کی آیات رسول اللہؐ پر نازل ہوئیں: ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا. یعنی اس شخص کو چھوڑ دو کہ اسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

ولید کو وحید کا نام دیا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے قریش سے کہا تھا کہ ایک سال تک خانہ خدا کے پردے کا ذمہ لیتا ہوں اور اس کو میں تنہا مہیا کروں گا اور تم سب مل کر ایک سال کا ذمہ لو۔

ولید کے پاس بہت سا مال تھا اور کافی باغات تھے۔ اس کے دس بیٹے مکہ میں تھے اور دس غلاموں کا مالک تھا کہ ہر ایک کے پاس ہزار دینار سونے کے تھے کہ جن کے ساتھ وہ ولید کے لئے تجارت کرتے تھے۔ یعنی اس قدر اس کے پاس سونا تھا جس سے بیل کی کھال بھری جاسکتی تھی۔

خداوند عالم نے آیت ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا. اس کے بارے میں نازل کی۔ (تفسیر قمی، ص۷۰۲) سورۂ مدثر کی یہ آیات ولید کے بارے میں نازل ہوئیں اس سورت میں سے گیارہویں سے لے کر تیسویں آیت تک یہاں ذکر کرتے ہیں:

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ○ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ○ وَبَنِينَ شُهُودًا ○ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ○ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ○ كَلَّا ط إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ○ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ○ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ○ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ○ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ○ ثُمَّ نَظَرَ ○ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ○ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ○ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ○ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ○ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ○ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ○ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ○ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ○

اس شخص کو چھوڑ دو کہ میں نے اسے اکیلا پیدا کیا اور اسے بہت سا مال دیا اور نظر کے سامنے رہنے والے بیٹے دیئے اور اسے ہر طرح کے سامان کی وسعت دی۔ پھر اس پر بھی وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اور بڑھاؤں اور یہ ہرگز نہ ہوگا۔ یہ تو میری آیتوں کا دشمن تھا اور اپنے عناد کی وجہ سے فخر کرتا ہے۔ تو میں عنقریب اسے سخت عذاب میں مبتلا کروں گا۔ پھر اس نے آیات قرآن میں فکر اور تجویز کی (یعنی قرآن کی ترتیب اور اس کے معانی میں تقدیم و تاخیر کر کے اپنے مطلب کو حاصل کرنے کے لئے ناپ تول اور اندازہ لگانے شروع کئے۔ پھر اس نے اپنی فکر اور تجویز کے نتیجے سے مطلب حاصل کیا تا کہ قرآن کے ساتھ دشمنی رکھنے والوں کی خوشنودی حاصل ہو۔ بقول معروف آیات کی تحقیر کرنے کے بعد کہ آیا یہ شعر ہے، یا کہانت ہے، یا سابقہ لوگوں کے قصے اور افسانے ہیں، یا یہ بے فائدہ

باتیں ہیں۔ آخر اپنی فکر اور تجویز کی بناپر یہ نقطہ پیش کیا کہ یہ جادو ہے جس طرح جادوگر لوگوں کے دلوں پر اپنا اثر ڈالنے، شوہر اور بیوی، مرد اور اس کے خاندان اور بیٹوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے کے لئے کرتے ہیں، اسی طرح پرقرآن جادو ہے جو لوگوں کے دلوں میں اثر کرتا ہے اور ان کو اپنے معانی اور اپنی باریکیوں کی طرف جذب کرتا۔)

قرآن کہتا ہے کہ ولید نے فکر کی اور ناپ تول کی۔ پس یہ کمبخت مارڈالا جائے کہ اس نے کیسی تجویز کی؟ پھر وہ قتل ہو جائے اس نے ایسا اندازہ لگایا۔ پھر غور کیا اور پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنالیا۔ اس وقت اس نے اپنی ناپسندیدگی کو اپنے چہرے سے ظاہر کیا اور پھر قرآن کے معانی اور حقائق سے پیٹھ پھیرلی اور کہا کہ یہ قرآن نہیں مگر انسان کا کلام ہے۔ یہ قرآن نہیں ہے مگر جادو ہے جو (اگلوں سے) چلا آتا ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا: عنقریب میں اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔ اے ہمارے رسولؐ! آپ جانتے ہیں کہ جہنم کیا ہے، وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑ دے گی۔ اور بدن کو جلا کر سیاہ کردے گی اور اس پر انیس فرشتے معین ہیں۔
(۲۷۷/۵ بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم)

انیس ملائکہ جہنم کے محافظ ہیں

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ. یعنی جہنم کے انیس محافظ ہیں نازل ہوئی تو ابوجہل قریش کے ایک گروہ کے پاس آیا اور ازراہ

مذاق کہا: تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں! میں نے سنا ہے کہ ابن ابی کبشہ (جس سے اسکی مراد رسول اللہؐ تھے) کہتے ہیں کہ جہنم کے موکل اور محافظ انیس افراد ہیں اور تم ایک بڑی جماعت ہو، آیا تمہارے دس دس افراد طاقت نہیں رکھتے کہ ملکر ان پر حملہ کردیں اور خازن جہنم کے ایک فرد پر ٹوٹ پڑیں اور اسے سختی سے گرفتار کرلیں اور جہنم جس کے بارے میں محمدؐ کہتے ہیں، ان انیس افراد سے خالی کردیں۔

ابوالاسعد بن کلدۂ جمحی نے کہا: چونکہ میں ایک پہلوان اور بہادر شخص ہوں میں اکیلا سترہ افراد کو نکال دوں گا اور باقی ماندہ دو افراد سے بچنے کے لئے تم بھی میری مدد کرو گے۔ (۲۸۱/۵ بحوالہ المیزان ۱۷۰/۲۰)

اصحاب کہف کا عجیب قصہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سورۂ کہف کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ قریش کے ایک گروہ نے اپنے تین افراد نجران کی طرف بھیجے تاکہ یہود و نصاریٰ کے علماء سے کچھ مسائل حاصل کریں اور پھر ان کے متعلق رسول اکرمؐ سے پوچھیں اور جواب طلب کریں۔

جن تین افراد کو نجران کی طرف بھیجا گیا وہ یہ تھے۔ نضر بن حارث بن کلدۃ، عقبہ بن ابی معیط اور عاص بن وائل۔ یہ تینوں افراد نجران کی طرف چلے۔ وہاں علماء یہود کے پاس گئے اور ان سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔

علمائے یہود نے کہا: آپ لوگ محمدؐ سے گزشتہ زمانے کے تین واقعات پوچھیں۔ اگر وہ ہماری دستاویزات اور مدارک کے مطابق جواب دیں تو جان لو کہ وہ

سچے ہیں۔ پھر چوتھا سوال کریں۔ اگر وہ چوتھے سوال کے متعلق دعویٰ کریں کہ وہ جانتے ہیں تو سمجھو کہ وہ جھوٹے ہیں۔

ان تینوں قریشیوں نے پوچھا: وہ واقعات اور سوالات کیا ہیں؟

علمائے یہود نے کہا: آپ محمدؐ سے سوال کریں کہ وہ جوان جو گزشتہ زمانے میں تھے اور اپنی قوم اور شہر سے نکل کر غیبت اختیار کی اور سو گئے وہ کتنے عرصے تک سوئے رہے یہاں تک کہ نیند سے بیدار ہوئے۔ وہ تعداد میں کتنے افراد تھے اور ان میں ان کے علاوہ کون تھا اور ان کا واقعہ اور قصہ کس طرح ہے؟

دوسرا سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کریں کہ جب حضرت موسیٰ کو حکم خدا ہوا کہ ایک عالم کے پاس جاؤ اور اس سے تعلیم حاصل کرو، وہ عالم کون تھا اور حضرت موسیٰ نے اس کی کس طرح پیروی کی اور حضرت موسیٰ کا اس عالم کے ساتھ واقعہ کیا ہے؟

تیسرا سوال یہ کرو کہ وہ شخص جو سیاحت میں تھا جس نے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ سے لے کر غروب ہونے کی جگہ تک پیمائش کی یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کو روکنے کے لئے پہنچا، وہ مرد کون تھا اور اس کا قصہ کیا ہے؟

پھر ان یہودی علماء نے ان تینوں واقعات کی تفصیل ان تینوں قریشیوں کے لئے بیان کی اور کہا کہ اگر محمدؐ ہماری تشریح کے مطابق شرح بیان کریں تو جان لو کہ وہ صادق ہیں۔ اگر اس کے خلاف بیان کریں تو جان لو کہ وہ جھوٹے ہیں اور ان کی تصدیق نہ کرنا۔

قریشیوں نے دریافت کیا: اس کے بعد چوتھا سوال کونسا ہے؟

علمائے یہود نے کہا: ان سے سوال کرنا کہ قیامت کب برپا ہوگی۔ اگر وہ

دعویٰ کریں کہ وہ قیامت کے برپا ہونے کے وقت کو جانتے ہیں تو سمجھو کہ وہ جھوٹے ہیں کیونکہ قیامت کے برپا ہونے کے وقت کو سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جانتا۔

یہ تینوں افراد نجران سے واپس لوٹے اور مکے میں ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا: اے ابوطالب! تمہارا بھتیجا اس طرح سمجھتا ہے کہ اس پر آسمان کی غیب کی خبریں نازل ہوتی ہیں۔ ہمارے پاس کچھ مسائل ہیں اگر اس نے جواب دے دیئے تو ہم یقین کریں گے کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اگر جواب نہ دیئے تو ہم سمجھیں گے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

ابوطالبؑ نے کہا: آپ جو بھی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ سکتے ہیں۔

قریش نے ان تینوں مسائل کو رسول اللہؐ کے سامنے بیان کردیا۔

رسول خداؐ بغیر اس کے کہ جواب کو خدا کے ارادے اور مشیت کے ساتھ ملائیں اور انشاء اللہ کہیں، فرمایا: میں ان سوالات کا جواب کل دوں گا۔ (اس امید سے کہ جبرئیل امینؑ خدا کی طرف سے ان سوالات کا جواب لے کر آئیں گے)۔

اس حال میں چالیس روز تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا یہاں تک کہ اللہ کے رسولؐ پریشان اور غمگین ہوگئے۔ وہ صحابہ جو رسول اکرمؐ کے ہمراہ تھے، شک و شبہ میں پڑ گئے۔ ابوطالبؑ کا بھی غم و اندوہ زیادہ ہوگیا۔ قریش خوش ہوئے اور پیغمبر خداؐ اور مومنین کے ساتھ مذاق کرنے لگے۔

جب چالیس روز مکمل ہوگئے تو پیغمبر اکرمؐ پر سورۂ کہف نازل ہوئی۔ رسول اکرمؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ آپ نے تاخیر کیوں کردی۔ ان سوالات کے جواب میں بہت دیر ہوچکی ہے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ میں خدا کی اجازت کے بغیر نیچے آنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس دوران خداوند عالم نے یہ آیات بھیجیں:
اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ آیَاتِنَا عَجَبًا. اس کے بعد اصحاب کہف کے قصے کو رسول اکرمؐ کے سامنے بیان کیا: اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْکَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اصحاب کہف ظالم و جابر بادشاہ (دقیانوس) کے زمانے میں تھے جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اور جو بھی اس کی دعوت کو قبول نہ کرتا وہ قتل کردیا جاتا۔ یہ جوان لوگ باایمان اور خدائے واحد و یکتا کی عبادت کرنے والے تھے۔ بادشاہ نے شہر کے دروازے پر دربان معین کر رکھے تھے کہ جو شخص شہر سے باہر نکلے پہلے بتوں کو سجدہ کرے۔

جب ان لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی اور اپنے کو ہر طرح سے مجبور پایا تو آخر ایک دن شکار کے بہانے چپکے سے باہر نکلے۔ جب آبادی سے دور ہوئے تو ایک چرواہے پر نظر پڑی۔ ان لوگوں نے اس کو ہدایت کر کے اپنا ساتھی بنانا چاہا مگر اس چرواہے نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا مگر اس کے کتے نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ ہولیا۔

(حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حیوانات میں سے تین حیوان جنت میں داخل ہوں گے، ان میں ایک بلعم باعور کا گدھا، دوسرا حضرت یوسفؑ کا بھیڑیا اور تیسرا اصحاب کہف کا کتا)۔

غرض اصحاب کہف شکار کے بہانے سے شہر سے باہر نکلے۔ چونکہ بادشاہ کے آئین کی وجہ سے خوف میں مبتلا تھے جیسے ہی رات ہوئی وہ ایک غار میں داخل ہوئے اور ان کے کتے نے بھی ان کی معیت کی۔ خداوند عالم نے ان پر نیند کو طاری

کیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: فَضَرَبْنَا عَلٰی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا.

وہ غار میں آرام سے گہری نیند سوگئے یہاں تک کہ وہ ظالم اور سرکش بادشاہ ہلاک ہوگیا اور اس کی مملکت کے تمام افراد بھی مرگئے اور ان کا زمانہ بھی گزر گیا اور ان کی جگہ دوسرے لوگ آگئے۔

اس دوران اصحاب کہف نیند سے بیدار ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھا کہ ہمیں سوئے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا؟ دوسروں نے سورج کی طرف نگاہ کی تو سورج سر پر تھا لہٰذا انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارا یہاں قیام اور سونا ایک دن یا اس سے کچھ کم تھا۔

پھر اپنے ایک آدمی کو کہا کہ یہ پیسے لو اور شہر سے ہمارے لئے کھانا لے آؤ اور چپکے سے جاؤ تا کہ تم کو کوئی نہ پہچان سکے۔ اگر شہر والوں نے ہمیں پہچان لیا اور ہمارے حالات سے مطلع ہوگئے تو ضرور ہمیں قتل کردیں گے یا ہمیں اپنے آئین اور دین میں داخل کرلیں گے۔

وہ شخص کھانا خریدنے کے لئے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ اس شخص نے ان شہر والوں کو نہ پہچانا کیونکہ اس نے دیکھا کہ شہر کے لوگ پہلے لوگوں کے علاوہ ہیں، ان کی عادات سابقہ لوگوں کے خلاف ہیں اور ان کی زبان و کلام سے بھی وہ واقف نہ تھا اور شہر والے بھی اس کی زبان سے بے خبر تھے۔

لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس شخص نے اپنے واقعے سے ان کو آگاہ کیا۔

اس واقعے کے بارے میں بادشاہ کو آگاہ کیا گیا۔ بادشاہ اپنے تمام اراکین مملکت کے ساتھ اس واقعے کی حقیقت جاننے کے لئے شہر سے باہر نکلا اور وہ شخص

بھی ان کے ہمراہ تھا یہاں تک کہ غار تک پہنچے۔ انہوں نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں اور حقیقت حال سے باخبر ہوں۔

سوائے اس ایک آدمی کے جو خود اصحاب کہف میں سے تھا کوئی بھی غار میں داخل ہونے پر قادر نہ ہوا اسی لئے انہوں نے ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ ان کی تعداد تین تھی اور چوتھا ان میں کتا تھا۔ بعض نے کہا کہ ان کی تعداد پانچ تھی اور چھٹا ان میں کتا تھا اور بعض نے کہا کہ ان کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان میں کتا تھا۔

الغرض جب وہ ایک شخص داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھی غار میں خوف کے مارے کانپ رہے ہیں اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ جنہوں نے غار کے دروازے پر اجتماع کیا ہوا ہے سب ظالم وسرکش بادشاہ دقیانوس کے ساتھی ہیں اور ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔

ان کے ساتھی نے انہیں مطمئن کیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ دقیانوس اور اس کے تمام اہل شہر مر چکے ہیں اور یہ دوسرے لوگ ہیں۔ اس طرح خداوند عالم نے ان کو لوگوں کے لئے اپنی توحید کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا اور معاد اور روز جزا پر ان کو سچا شاہد مقرر کیا۔

اس حال میں سب رونے لگے اور خدا سے درخواست کی کہ دوبارہ ان پر نیند کو غالب کردے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور وہ دوبارہ سو گئے۔

چونکہ اس زمانے کا بادشاہ مومنین میں سے تھا اس نے کہا: بہتر یہ ہے کہ اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی جائے کیونکہ اصحاب کہف سب مومن تھے تا کہ لوگ ان کی اور مسجد کی زیارت کے لئے آئیں۔

اصحاب کہف سال میں دو بار پہلو تبدیل کرتے ہیں۔ چھ مہینے دائیں پہلو پر سوتے ہیں اور چھ مہینے بائیں پہلو پر سوتے ہیں اور ان کا کتا مستقلاً ان کی تابعداری میں ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ غار کے دہانے پر پھیلائے بیٹھا ہے۔ (۵/۲۹۴ بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی ص۔۳۹۲)

علامہ طباطبائی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ روایت متن کے نقطۂ نظر سے اس مقام پر وارد ہونے والی واضح ترین روایت ہے اور شک وشبہ سے بھی بعید ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ روایت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ جن لوگوں نے اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف کیا وہ لوگ تھے جنہوں نے غار کے دروازے پر اجتماع کیا اور یہ چیز ظاہر آیت کے خلاف ہے۔

اور دوسرے اس چیز پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اصحاب کہف دوسری بار فوت نہیں ہوئے بلکہ پہلی نیند کی طرف لوٹے ہیں۔ ان کا کتا زندہ اور حالت خواب میں ہے اور اصحاب کہف ہر سال ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی اسی ہیئت اور کیفیت کے ساتھ غار میں ہیں۔ لیکن ہمیں فی الحال اس غار کے بارے میں علم نہیں جس میں وہ اس ہیئت کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں۔ (المیزان ۱۳/۳۰۰)

اب ہم چند لحاظ سے اس واقعے اور قصے کو ختم کرتے ہیں:

۱۔ **کہف**— کسی شگاف اور سوراخ کو کہتے ہیں جو پہاڑ میں ہو اور غار سے کشادہ ہو کہ انسان اور حیوان اچھے طریقے سے اس میں قیام کرسکیں اور زندگی گزار سکیں اور **رقیم**— مرقوم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے جریح، مجروح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اصحاب کہف کو اصحاب رقیم کہنے کی علت یہ ہے کہ یا تو

ان کے نام تانبے یا سونے کی تختی پر نقش کر کے بادشاہ کے خزانے میں نصب کئے گئے یا پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نام غار پر نقش کئے گئے۔ اس لئے ان کو اصحاب کہف اور اصحاب رقیم کہتے ہیں۔

پس اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت ہے اور ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔ لیکن بعض ضعیف روایات اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ اصحاب رقیم اصحاب کہف کے علاوہ تھے۔

ان کا قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ مومنین میں سے تین افراد صحرا میں گئے تھے کہ ایک طوفان کی وجہ سے انہیں ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ ایک پتھر لڑھک کر غار کے دہانے پر آ گیا جس نے غار کے دہانے کو مکمل طور پر بند کر دیا۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور بہت کوشش کی کہ پتھر کو ہٹا کر باہر نکل جائیں لیکن وہ ناکام اور ناامید ہوگئے۔ پھر ہر ایک نے اپنے اپنے اعمال صالحہ کو خدا کی بارگاہ میں ذکر کیا جس سے پتھر کا ایک ایک تہائی حصہ غار کے دہانے سے ہٹتا گیا۔

یہ روایت قابل قبول نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کی سیاق آیات سے دور ہے کہ دو واقعات کو ذکر کرے۔ ایک کو تفصیل سے بیان کرے اور ایک کی تشریح سے چشم پوشی کرے۔

بعض نے کہا ہے کہ رقیم ایک پہاڑ کا نام ہے کہ جس میں یہ غار واقع ہے، یا ایک صحرا کا نام ہے کہ جس میں پہاڑ واقع ہے، یا اس شہر کا نام ہے جس سے نکل کر اصحاب کہف غار میں داخل ہوئے، یا اس کتے کا نام ہے جو اصحاب کہف کے ہمراہ تھا۔ لیکن ان دعووں کو قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان پر کوئی دلیل اور شاہد نہیں ہے بلکہ اس چیز پر شاہد موجود ہے کہ رقیم کے معنی نوشتہ ہے کیونکہ ان کے نام نقش

کئے گئے جس سے وہ اصحاب رقیم کے نام سے مشہور ہوئے۔

۲۔ اصحاب کہف کی تعداد قرآن مجید میں اس طرح ہے:

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلاَ ثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ وَ یَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ وَ ثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ مَا یَعْلَمُھُمْ اِلاَّ قَلِیْلٌ فَلاَ تُمَارِ فِیْھِمْ اِلاَّ مِرَآءً ظَاھِرًا وَّلاَ تَسْتَفْتِ فِیْھِمْ مِنْھُمْ اَحَدًا.

عنقریب وہ لوگ کہیں گے کہ وہ تین آدمی ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ پانچ آدمی ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ (یہ سب) غیب میں انکل لگاتے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ سات آدمی ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ اے رسولؐ! آپ کہدیں کہ ان کی تعداد میرا پروردگار ہی خوب جانتا ہے۔ ان (کی گنتی) کو تھوڑے لوگ ہی جانتے ہیں۔ تو اے رسولؐ! آپ (ان لوگوں سے) اصحاب کہف کے بارے میں سرسری گفتگو کے سوا زیادہ نہ جھگڑیں اور ان کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ پوچھیں۔ (سورۂ کہف: آیت۲۲)

علامہ طباطبائی چند جہات سے استفادہ کرتے ہیں کہ ان کی تعداد سات تھی:

اول: قرآن مجید نے پہلے دو قول بیان کئے اور اس کے آگے قرآن کہتا ہے کہ رَجْمًا بِالْغَیْبِ. یعنی یہ بغیر ہدف کے تیر پھینکنا ہے۔ یہ جملہ بغیر دلیل کے گفتگو کرنے سے کنایہ ہے اور اس کے بعد قرآن فرماتا ہے: وَ یَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ یعنی بعض کہتے ہیں کہ ان کی تعداد سات تھی۔ اس کے بعد قرآن نے کسی چیز کو ذکر نہیں کیا۔

دوم: آیت میں سَبْعَۃٌ وَّ ثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ میں ''واوٌ'' ذکر کی گئی ہے اور پہلے دو فقروں میں ''واوٌ'' نہیں لگائی گئی یہ کسی چیز کے ثبات اور استقرار پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ طباطبائی نے ''کشاف'' میں فرملیا ہے کہ یہ ''واوٌ'' جو جملے پر

لگائی گئی ہے یا تو نکرہ کی صفت میں آئی ہے یا پھر معرفہ سے حال واقع ہے۔ جیسا کہ آپ کہیں کہ جَآءَ نِیْ رَجُلٌ وَ مَعَهُ آخرُ وَ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَ بِیَدِهٖ سَیْفٌ. اور اسی طریقے پر خداوند عالم کا یہ فرمان ہے: وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ. (سورۂ حجر: آیت۴)

اس واوٗ کا فائدہ یہ ہے کہ یہ صفت کے موصوف کے اتصال کی تاکید کے لئے ہے اور اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ موصوف کا اس صفت کے ساتھ متصف ہونا ثابت اور استقراری ہے اور یہ واوٗ اعلان کرتی ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ''ان کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان میں کتا تھا'' یہ بات انہوں نے اطمینان دل کے لئے کہی ہے اور گمان و قیاس پر اکتفا کیا ہے جس طرح ان کے علاوہ دوسروں نے گمان پر عمل کیا رَجْمًا بِالْغَیْبِ. ان کے لئے کہا گیا ہے۔

ابن عباسؓ نے کہا: چونکہ ''واوٗ'' یہاں ذکر ہوئی تو پس ان کی تعداد اور شمار کرنا ختم ہوگیا۔ اس کے بعد ان کا شمار کرنے والا قابل توجہ نہیں ہوگا۔ قطع و یقین کی بنا پر ثابت ہوا کہ ان کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ (المیزان ۱۳/ ۲۸۷)

سوم: وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ. (سورۂ کہف: آیت ۱۹)

درج بالا آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ خداوند عالم نے ان کو بیدار کیا ایک شخص نے ان میں سے پوچھا کہ تم اس غار میں کتنی مدت ٹھہرے تو انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم ٹھہرے۔ انہوں نے کہا کہ جتنی دیر تم غار میں ٹھہرے اس کو تمہارا خدا بہتر جانتا ہے۔ چونکہ یہاں دو گفتگوؤں کی

فاعل دو جماعتیں ہیں اور جماعت تین افراد سے کم نہیں ہوتی۔ پس مجموعہ ان دو جماعتوں کا اس سوال کرنے والے ایک آدمی کے ساتھ سات آدمیوں سے کم نہیں ہوسکتے۔ (المیزان ۱۳/ ۲۷۸)

۳۔ اصحاب کہف کے نام:

علامہ طباطبائی نے کہا کہ اسلامی روایات میں جو کہ یونانی اور سریانی روایات کے ساتھ منتہی ہوتی ہیں اصحاب کہف کے نام اس طرح مذکور ہیں:

(۱)	میکس ملیانوس	MAXISS MILIANOS
(۲)	امیلخوس۔ ملیخا	IAMBLICHOS
(۳)	مرتیانوس۔ مرطلوس۔ مرطوس	MARTINOS (MARTELOS)
(۴)	ذوانیوس۔ ذوانیوانس۔ دنیاسیوس	DIONYSIOS
(۵)	ینیوس۔ یوانیس۔ نوانیس	JAONNES
(۶)	اکساکدوُدنیانوس۔ کسقسططیونس اکسقطوسطط۔ کشقوطط	EXAKOUSTODIANOS
(۷)	انطونس (افطونس) اندونیوس انطینوس	ANTONIOS

اور ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔

بعض نے کہا کہ ان کے عربی کے نام قدیم مصری زبان قبطی سے اخذ کئے گئے اور قبطی زبان کو سریانی زبان سے لیا گیا ہے۔ (المیزان ۱۳/ ۳۱۰)

۴۔ اصحاب کہف کی غار کا تعین کہ کہاں واقع ہے۔

اس وقت دنیا میں پانچ مشہور غار ہیں جن کی طرف اصحاب کہف کی نسبت دی جاتی ہے: (اوّل) قاسیون کے پہاڑ کا غار، (دوم) غارِ بتراء، (سوم) اسکنڈے

نیویا کے جزیرۂ شبہ میں واقع غار۔ (چہارم) غارِ اِفسوس اور (پنجم) غارِ رجیب۔

پہاڑ قاسیون کی غار دمشق میں ہے، غار بتراء فلسطین میں ہے، غار اسکنڈے نیویا اسی جزیرۂ شبہ میں واقع ہے۔ اس بنا پر ہم ان تینوں کے بارے میں بحث نہیں کرنا چاہتے۔

غارِ اِفسوس ترکی کے شہر خراب میں واقع ہے جس کی ازمیر سے ۷۳ کلومیٹر مسافت ہے۔ اس غار کا اِفسوس تک ایک کلومیٹر یا اس سے کم فاصلہ ہے۔ یہ غار ایاصولوک کے نزدیک کوہِ ینایرداغ کے دامن میں واقع ہے۔ یہ غار بہت وسیع ہے اور اس میں کئی سو قبریں اینٹوں سے بنائی گئی ہیں۔ یہ غار اس سے شمال مشرقی سمت میں واقع ہے لیکن وہاں کسی کلیسا یا گرجا گھر اور مسجد کے کوئی آثار نہیں۔ بہت سے مورخین ومفسرین اسی غار کو اصحاب کہف کا غار جانتے ہیں۔ نصاریٰ کے نزدیک بھی مشہور ترین کہف و غار یہی ہے اور بطور کلی تمام قوموں اور اصحاب کہف کے واقعے کا اعتقاد رکھنے والوں کے درمیان مشہور ترین کہف ہے۔

لیکن ہمارے استاد علامہ طباطبائی چند دلائل کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہیں کہ یہ غار ان غاروں میں سے نہیں ہے۔ ان کے استدلال مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی دلیل یہ کہ قرآن مجید اس غار کی جغرافیائی خصوصیات کے بارے میں فرماتا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ط مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًاO وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ

ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا.

یعنی جب سورج نکلتا ہے تو تو دیکھے گا کہ وہ ان کے غار سے داہنی طرف جھک کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔ اور تو ایسے خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں اور حالت خواب میں ہیں اور ہم ان کو دائیں پہلو سے بائیں پہلو کی طرف بدل دیتے ہیں (تاکہ ایک حال پر نہ رہیں اور ان کا بدن بوسیدہ اور متعفن نہ ہو)... (سورۂ کہف: آیت ۱۷و۱۸)

یہ آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ سورج طلوع کے وقت غار کی دائیں جانب روشنی کرتا ہے اور غروب کے وقت غار کی بائیں جانب۔ اس دھوپ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غار کا دہانہ جنوب کی جانب ہے نہ کہ شمال کی جانب۔

چونکہ غارِ اِفسوس کا دہانہ شمال کی طرف ہے اس وجہ سے مفسرین مجبور ہوئے کہ دائیں جانب اور بائیں جانب کے میزان کی نسبت اس شخص کی طرف دیں جو غار کے باہر سے اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔ لیکن یہ معنی صحیح نہیں بلکہ دائیں اور بائیں جانب کے میزان کی نسبت اس شخص کی طرف ہے جو غار کے اندر ہے اور باہر نکلنا چاہتا ہے۔ معمولاً جہات کی اس چیز کی بہ نسبت حساب کرتے ہیں۔

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہف کے دروازے کو کہکشاں کے مقابل قرار دیا ہے اور کہف کی نزدیک ترین سمت کو سرطان کے سرے کے مشرق اور مغرب کو قرار دیا ہے کہ جب سورج سرطان کے سر پر آئے تو سورج کہف یعنی غار پر اپنی روشنی ڈالتا ہے اور جب غار سے منحرف ہوتا ہے تو اس کی دائیں جانب آجاتا ہے کہ جس کی پشت مغربی سمت ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو غار کی بائیں جانب آجاتا ہے۔ اس وقت اس کی شعاعیں اس کی ایک

طرف پڑتی ہیں، ان کی عفونت کو ختم کرتی ہیں، ان کی ہوا کو معتدل بناتی ہیں، سورج کی دھوپ ان کے جسموں پر نہیں پڑتی اس طرح ان کے جسم کو تکلیف اور لباس کو بوسیدہ ہونے سے بچاتی ہے۔

معلوم ہے کہ بیضاوی غار کا غارِ افسوس پر انطباق کرنے پر مجبور تھا کہ اس نے دائیں اور بائیں جانب کو اس کے بیرونی حصے کی طرف نسبت دی نہ کہ اندرونی حصے کی طرف۔ بہت سے مفسرین نے بیضاوی کی اس بات سے اتفاق کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ کہ آیۂ مبارکہ میں **وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ** کے الفاظ بھی ہیں یعنی وہ اصحاب غار کے اندر ایک بلند مقام پر ہیں۔ غارِ افسوس میں تو کوئی بلند جگہ نہیں لیکن یہ اشکال اس صورت میں وارد ہوسکتا ہے جب **فَجْوَةٍ** بلند کے معنی میں استعمال ہو اور یہ معنی مشہور نہیں بلکہ بہت سے اس کو ہموار زمین اور صحن کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

تیسری دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں وارد ہوا: **قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا.** یعنی وہ لوگ جو غار کے دہانے پر آئے اور ان کے حالات سے مطلع ہوئے توانہوں نے کہا کہ ہم یہاں ایک مسجد بنائیں گے۔ (سورۂ کہف: آیت۲۱) لیکن غارِ افسوس پر کسی گرجا یا کلیسا اور مسجد کا کوئی نشان نہیں۔

چوتھی دلیل یہ کہ یہاں اصحاب کہف کے نام کی کتابت اور وہ کتا جو اُن پر شاہد ہے، ان کا کوئی اثر موجود نہیں بخلاف دوسری غاروں کے اور خصوصاً غارِ رجیب کے۔

غارِ رجیب پر بہت سے شواہد موجود ہیں جو کہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ وہی مشہور غار ہے۔ غارِ رجیب اردن کے دارالحکومت عمان سے آٹھ کلومیٹر

رجیب کے نزدیک جنوبی پہاڑ کے دامن میں پتھروں کی سرنگ میں واقع ہے۔ جس کی دوطرفیں دائیں اور بائیں کھلی ہیں اور ان پر سورج کی دھوپ پڑتی ہے۔ غار کا دہانہ جنوبی سمت میں ہے اور غار کے اندر ایک چھوٹا چبوترا ہے جس کی لمبائی تین میٹر اور چوڑائی دو میٹر ہے اور غار کے اندر گویا آتشکدہ کی صورت میں سات یا آٹھ قبریں موجود ہیں۔ دیوار پر قدیم یونانی اور ثمودی زبان میں نقوش اور خطوط لکھے ہوئے ہیں جو کہ رگڑ کی وجہ سے پڑھے نہیں جاسکتے اور سرخ رنگ کے کتے کی شکل بھی نقش شدہ ہے اور اس غار میں خوبصورت ملمع کی ہوئی چیزیں بھی موجود ہیں۔

اس غار کے اوپر بیزنطیہ گرجا کے آثار موجود ہیں اور بادشاہ جوستینوس کے زمانے کے کچھ سکے اور باقی چیزیں بھی ظاہر ہوئی ہیں کہ جس بادشاہ کا زمانۂ حکومت ۴۱۸ سے ۴۲۷ عیسوی تک تھا۔ علاوہ ازیں باقی آثار بھی موجود ہیں جو کہ اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے تسلط اور غلبے کے بعد اس گرجا کو ایک مسجد میں تبدیل کیا گیا کہ جس کے محراب، مقام مؤذن اور مقام وضو کے نشانات موجود ہیں۔

یہ غار بے توجہی کی نذر رہا اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ خراب اور منہدم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اُردن کی حکومت کے محکمۂ آثار قدیمہ نے سرنگیں کھودنے والوں کی مدد سے یہ دریافت کیا کہ یہ وہی غار ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ مسلمانوں کی بھی بعض روایات مذکورہ غارِ رجیب پر دلالت کرتی ہیں جو عمان میں ہے۔

یاقوت حموینی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ رقیم ایک بستی کا نام ہے جو کہ عمان کے نزدیک ہے اور مسلمانوں کی کچھ روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مذکورہ غار عمان میں ہے۔

اس کتاب کے مصنف پر جو اشکال کیا جاسکتا ہے کہ طراجان کے زمانے میں اصحاب کہف کا سونا اور شیوٴ دسیوس کے زمانے میں بیدار ہونا اس پر کفایت کرنے والی دلیل ہمارے پاس نہیں، اس بناپر اس قسم کی بنیاد قائم کرنا محض فرض ہے اس کو تاریخی شاہد قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسی بناپر علامہ طباطبائی نے بحث و نقد و تحلیل کے بعد ان کے زمانے کی تعیین سے گریز کیا اور بحث کو پس پشت نہیں ڈالا۔

حمداللہ مستوی نے کہا: وہ چھ افراد تھے اور گڈریا کے ساتھ سات افراد بنتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے دقیانوس کے زمانے میں تھے اور حضرت موسیٰؑ کے دین کو قبول کیا تھا چونکہ انہوں نے ظالم بادشاہ کی پیروی نہ کی اور غار میں پناہ لے لی اور تین سو نو سال سوئے رہے اور خداوند تعالیٰ نے ان کو حضرت عیسیٰؑ کے ظہور کے بعد زندہ کیا۔

دہخدا (تاریخ گزیدہ ۱۰۱، طبع لندن) نے اپنی لغت نامے میں اصحاب کہف کے بارے میں کہا: اصحاب کہف روم کے رہنے والے اور حضرت عیسیٰؑ کے دین کے پیروکار تھے اور ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے ظہور سے پہلے تھے۔ (مادۂ کہف صفحہ۴۲۳)

آیت اللہ شعرانی نے کہا: یہ واقعہ بہت قدیم زمانے میں واقع ہوا جس کو ارسطو نے نقل کیا اور خود ارسطو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے گزر چکا تھا۔ (ارسطو اسکندر مقدونی کا استاد تھا۔ اسکندر نے شہر اسکندریہ کو ارسطو کی پیشنگوئی پر بسایا تھا اور اسے دارالعلم قرار دیا تھا۔ اسکندر کی تاریخ مشہور و معروف ہے۔ افلاطون ارسطو کا استاد تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے تقریباً پانچ سو سال پہلے زندگی

گزاری)۔ تو پس خدا ہی جانتا ہے کہ اصحاب کہف ارسطو سے کتنے سال پہلے تھے۔

چھٹی دلیل یہ کہ کیا اصحاب کہف بیدار ہونے کے بعد دوبارہ سوگئے یا فوت ہوگئے؟

اس بارے میں جو روایات رسول اللہؐ اور اہلبیت رسولؐ سے منقول ہوئی ہیں مختلف ہیں۔ بعض روایات دلالت کرتی ہیں کہ دوبارہ سوگئے اور ابھی تک زندہ ہیں اور بعض روایات دلالت کرتی ہیں کہ بیدار ہونے اور بادشاہ کے مطلع ہونے کے بعد وہ مرگئے تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ خدا نے ان کو آیت الٰہی قرار دیا ہے: بَكَوْا وَسَأَلُوا اللّٰهَ اَنْ يُعِيْدَهُمْ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ نَائِمِيْنَ كَمَا كَانُوْا. یعنی وہ روئے اور خدا سے سوال کیا کہ وہ ان کو دوبارہ حالت نیند میں اپنی خوابگاہوں کی طرف پلٹا دے جس طرح وہ پہلے سے تھے۔

علامہ طباطبائی نے اس روایت پر اشکال کیا اور فرمایا: اس پوری روئے زمین پر ایسی کوئی غار نہیں جس میں وہ لوگ ان اوصاف کے ساتھ حالت نیند میں ہوں۔ (تفسیر المیزان ۱۳/۳۰۰)

نیز فرمایا: جملہ اختلاف جو اس قصے کے بارے میں روایات کے درمیان موجود ہیں، اس طرح ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے ان کی ارواح کو قبض کیا اور بعض کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے دوبارہ ان کو حالت نیند کی طرف پلٹا دیا۔ پس یہ لوگ روز قیامت تک سوئے رہیں گے اور خداوند عالم ہر سال ان کو دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں جانب تبدیل کرتا ہے۔ (المیزان ۱۳، ص۳۰۳)

مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم نے عقل سے دور بات کہی۔ (افسوس) ایک یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں کہ جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر (دوسرے) معبود بنائے ہیں۔ (پھر) یہ لوگ ان (کے معبود ہونے) کی صریحی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے اور جو شخص خدا پر جھوٹ بہتان باندھے اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا۔ (سورۂ کہف: آیت ۱۴و۱۵)

(۵/۲۸۴تا۳۰۰)

فرزند ابوبکرؓ کا معاد سے انکار کرنا

خداوند عالم نے سورۂ احقاف کی آیت ۱۷ تا ۱۹ میں معاد کا انکار کرنے کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا:

''جب ماں اور باپ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اللہ و رسول اللہؐ اور معاد پر ایمان لے آ، تو اس نے جواب میں کہا کہ تمہارا برا ہو تم مجھے ڈراتے ہو کہ میں دوبارہ قبر سے نکالا جاؤں اور زندہ ہوں اور محشور کیا جاؤں حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں کہ کوئی بھی قبر سے نہ نکلا اور بہت سے لوگ جو مجھ سے پہلے مر چکے ہیں انہوں نے بھی معاد اور بعث کا انکار کیا تھا۔''

ماں اور باپ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے کہ اے اللہ ہم اپنے بیٹے کی نجات کے لئے تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا: تجھ پر وائے ہو خدا کے فرمان، رسول اکرمؐ کے ارشادات، حدیث اور حشر نشر پر ایمان لے آ۔

اس فرزند نے جواب دیا: یہ قرآن مجید جس کی طرف مجھے تم دعوت دیتے

ہو یہ تو بس اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کا ارشاد ہوتا ہے:

''یہ وہی لوگ ہیں کہ جنات اور آدمیوں کی (دوسری) امتیں جو اُن سے پہلے گزر چکی ہیں ان ہی کے شمول میں ان پر بھی عذاب کا وعدہ متحقق ہو چکا ہے۔ یہ لوگ بے شک گھاٹا اٹھانے والے تھے۔''

بعض کہتے ہیں کہ یہ فرزند عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھا۔ تفسیر درمنثور میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: جب مروان بن حکم خطبہ دے رہا تھا تو میں اس وقت مسجد میں تھا اس نے کہا کہ خداوند عالم نے معاویہ کو اپنے بیٹے یزید کے بارے میں بہترین رائے دی کہ اسے اپنے بعد مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرے اور یہ کوئی تازہ اور نیا کام نہیں ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی اپنے بعد خلیفہ مقرر کئے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا: کیا حکومت روم کے طاقتور بادشاہ ہرقل کی مثل ہوتی ہے؟ خدا کی قسم میرے باپ ابوبکرؓ نے اپنی اولاد میں کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور نہ اپنے اہلبیت اور رشتہ داروں میں خلافت کو قرار دیا۔ لیکن معاویہ نے فقط اور فقط اپنے احترام اور اپنے بیٹوں کے اکرام کو مدنظر رکھ کر یزید کو خلیفہ بنایا۔

مروان نے کہا: اے عبدالرحمٰن! کیا تو وہی نہیں ہے جس نے اپنے باپ اور ماں سے کہا تھا: اُفٍّ لَّكُمَا اَتَعِدَانِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ.

عبدالرحمٰن نے کہا: اے مروان کیا تو اس لعین کا بیٹا نہیں کہ رسول خداؐ نے تیرے باپ پر لعنت کی تھی۔

(۶/۵۹ بحوالہ المیزان ۱۸/۲۲۶)

چھوٹے گناہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک ایسی زمین میں داخل ہوئے جس کی زراعت مکمل طور پر کاٹ دی گئی تھی اور کچھ باقی نہ تھا۔

حضور اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: خشک لکڑیاں لے آؤ۔

اصحاب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم ایسی زمین میں کھڑے ہیں جس کی گھاس کاٹ دی گئی ہے اور اس میں کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرے اور جو ہاتھ آئے اسے لے آئے۔

اصحاب نے زمین میں تلاش شروع کردی اور سب نے مل کر خشک لکڑیاں اکٹھا کیں اور انہیں لے کر رسول اکرمؐ کے سامنے حاضر ہوئے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ بھی جمع ہوتے ہیں۔ اے میرے اصحاب! ان چھوٹے چھوٹے گناہوں سے پرہیز کیا کرو جن کی پروا نہیں کی جاتی۔ (۷/۳۵ بحوالہ تفسیر برہان ۲/۸۸۶)

حضرت علیؑ کا علم

ابوذر غفاریؓ نے کہا: ایک مرتبہ میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کے ہمراہ کسی مقصد کے لئے جارہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں

چیونٹیوں کا سیلاب رواں دواں تھا۔ میں ان چیونٹیوں کے سیلاب کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ میں نے کہا: کس قدر بزرگ ہے وہ خدا جو ان چیونٹیوں کی تعداد سے واقف ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس طرح نہ کہو بلکہ کہو کس قدر بزرگ ہے وہ خدا جس نے ان چیونٹیوں کو پیدا کیا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے پیدا کیا اور معتدل انسان بنایا، میں ان کی تعداد سے بھی واقف ہوں اور خدا کے اذن سے یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں۔

(۷/۳۶ بحوالہ تفسیر برہان ۲/۸۸۶)

آخوند خراسانی کی شہادت

مرحوم آخوند ملا محمد کاظم خراسانیؒ جو کہ تحریک مشروطیت کے بانیوں میں سے تھے انہوں نے نجف سے ایران آنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے ایران آمد سے پہلے ایک بہت طاقتور ٹیلی گراف جو کہ تہدید اور ڈرانے پر مشتمل تھا اور دو سو کلمات پر مشتمل تھا ایران بھیجا کہ مدینۂ عشق کے عشاق پیرس کی راہ کو سامنے رکھیں اور یہاں سے نکل جائیں مدینۂ عشق سے مراد عشق آباد تھا (کیونکہ یہ شہر گمراہ فرقے کا مقام تھا) اسی ٹیلی گراف کے ذریعے آزادی کے متوالوں کی آواز کو دبا دیا گیا اور ان کو ایران سے نکال دیا اور سب کو جلا وطن کردیا کہ جس کا واقعہ بہت مفصل ہے۔

اور پھر خود ایران کی طرف روانہ ہونا چاہا۔ وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ جس رات سے دوسرے دن وہ ایران روانہ ہونے والے تھے اس رات کو ان کو قہوہ میں زہر دیا گیا جس کے سبب وہ دار دنیا سے کوچ کر گئے۔ (۷/۷۷)

خاندان رسالت کا احترام

میں نے ایک قابل وثوق شخص سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ ایک دن ایک عمامہ بردار شخص علامہ امینیؒ کی عیادت کے لئے تہران میں ان کے عارضی گھر گیا۔ اس وقت علامہ امینیؒ جو کہ (الغدیر) کے مصنف ہیں، سخت بیمار تھے اور پشت کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ دوران گفتگو اس نے کہا: اگر کوئی انسان حضرت عباسؑ کے ساتھ محبت اور دوستی نہ رکھتا ہو تو کیا اس نے اپنے ایمان کو ختم کر دیا۔

علامہ امینیؒ کی حالت متغیر ہوگئی وہ کمزوری کے باوجود اٹھ بیٹھے اور کہا: حضرت ابوالفضل کا نام تو آسان ہے۔ میں کہ حضرت ابوالفضل کے نوکروں میں سے ایک نوکر ہوں تو یہ خیال رکھتے ہوئے اگر کوئی میرے جوتے کے تسمے سے محبت نہ رکھتا ہو خدا کی قسم وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (۸۳/۷)

پیغمبر خداؐ کے رازوں کو ظاہر کرنا

سورۂ تحریم میں وارد ہے کہ ازواج رسولؐ میں سے بعض نے رسول اکرمؐ کے رازوں کو گھر سے باہر ظاہر کیا۔ حالانکہ رسول اکرمؐ کا ان سے عہد و پیمان تھا کہ راز کو فاش نہیں کریں گی۔ ایک عورت نے رسول اکرمؐ کی ایک دوسری زوجہ کے ساتھ جو کہ اس کی ہم نشین تھی، رسول اکرمؐ کے راز کو ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: ''اگر تم دونوں (اس حرکت سے) توبہ کرو تو (خیر کیونکہ) تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں اور اگر تم دونوں رسول اکرمؐ

کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہوگی تو (کچھ پروانہیں کیونکہ) خدا اور جبرئیلؑ اور تمام ایمانداروں میں نیک شخص (علی ابن ابی طالبؑ شیعہ وسنی روایت کے مطابق) مددگار ہیں اور ان کے علاوہ ملائکہ بھی ان کے مددگار ہیں۔'' (سورۂ تحریم: آیت ۳و۴)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں اس آیت کے معنی تلاش کرنے میں انتہائی کوشاں تھا کہ کسی ذریعے سے خود حضرت عمرؓ سے اس بارے میں سوال کروں یہاں تک کہ حضرت عمرؓ حج کے لئے روانہ ہونے لگے۔ میں بھی ان کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ جب ہم راستے میں جارہے تھے تو حضرت عمرؓ راستے سے قضائے حاجت کے لئے ایک طرف چلے اور میں بھی ان کے ہمراہ چلا۔ میں نے چمڑے کے ایک چھوٹے سے برتن کو پانی سے بھر کر وضو کے لئے اٹھایا۔ جب میں نے پانی کے اس برتن کو ان کے سامنے رکھا اور وہ وضو کرنے لگے تو میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر سوال کیا کہ وہ دو عورتیں کون سی ہیں؟

حضرت عمرؓ نے کہا: عجب ہے اے عباس کے بیٹے! (گویا میرے اس سوال کو وہ ناپسند کر رہے تھے اور یہ بات ان پر ناگوار گزر رہی تھی) اور پھر کہا کہ وہ عورتیں حفصہؓ اور عائشہؓ ہیں۔ (۱۰۸/۷ بحوالہ تفسیر کشاف ۲)

حاج عبدالزہرا کا واقعہ

نجف اشرف کے اطراف میں رہنے والا میرا ایک دوست تھا جس کا نام حاج عبدالزہرا گرعاوی نجفی تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ گرعاوی سے تھا لیکن وہ بچپن میں

نجف اشرف میں رہتا تھا وہ انتہائی عقلمند اور تیز ذہن کا مالک تھا اور اس کے ساتھ ہی بہت دیندار اور عاشق امام حسینؑ اور مصیبت امامؑ پر بہت زیادہ رونے والا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے مکاشفات میں مثالی صورتوں سے ملاقات بھی کی تھی۔

اس کا کاروبار بغداد میں لیکن گھر کاظمین میں تھا۔ اس کے پاس ایک گاڑی تھی جو وہ خود ہی چلاتا تھا۔ ہر شب جمعہ زیارت کے لئے کربلا معلیٰ آتا اور کبھی اپنے رشتہ داروں سے ملنے اور مولا امیرالمومنینؑ کی زیارت کے لئے نجف اشرف جاتا۔

ہماری اس سے آشنائی اور دوستی تیئیس سال سے تھی۔ عرصہ ہوگیا ہے کہ وہ اس دار فانی سے کوچ کرگیا (خدا اس پر رحمت کرے)۔

اس کے ساتھ میری دوستی کے ابتدائی دن تھے کہ میں گرمیوں کے اوائل میں اپنے تمام عیال اور دو بیٹوں کے ہمراہ زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ ہم نے چند دن سامرا میں گزارے اور اس کے بعد کاظمین زیارت کے لئے آئے۔ اس وقت حاج عبدالزہرا اپنی گاڑی میں نجف اشرف کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے اور کاظمین میں موجود نہ تھے۔

دوسرے دن جیسے ہی سورج نے طلوع کیا ہم نے حسب عادت کاظمین کے حرم مطہر کی زیارت کی۔ جب ہم حرم سے نکل رہے تھے تو میرے بڑے بیٹے جس کی اُس وقت چار سال عمر تھی، کی نگاہ کھیروں پر پڑی۔ اس نے کھیرے خریدنے پر اصرار کیا اور رونے لگا۔ اتفاقاً اس وقت اسے اسہال کی شکایت تھی اور اس کے لئے کھیرے مفید نہ تھے۔ ہم کھیرے خریدنے سے گریز کر رہے تھے لیکن وہ برابر اصرار کر رہا تھا۔ آخرکار میں نے اس کے رونے کی پروا نہ کی اور اسے تھپڑ مارا اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کھیروں کے سامنے سے لے گیا۔

سورج غروب ہونے کے نزدیک تھا کہ کربلا کا رہنے والا ہمارا ایک دوست مسافرخانے میں آیا اور کہا: حاج عبدالزہرا آج نجف اشرف کی زیارت سے واپس آگئے ہیں۔ کیا تم ان کی ملاقات کو چلنا چاہتے ہو اور نماز بھی وہیں پڑھیں گے۔

میں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا ہم مسافرخانے سے روانہ ہوئے۔ چونکہ اس کا گھر کاظمین سے باہر ایک نئی بستی میں قریب ہی تھا اس لئے ہم پیدل روانہ ہوئے۔ راستے میں میں نے دیکھا کہ لوگ کسی چیز کو گھیرے ہوئے ہیں اور اسے دیکھنے میں مشغول ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے سوال کیا کہ یہ کیا چیز ہے کہ جس کو لوگ دیکھ رہے ہیں۔

اس نے جواب میں کہا: یہ ٹیلی ویژن ہے جو کہ تازہ کاظمین میں آیا ہے اور لوگ اس کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ میں نے دور سے نگاہ کی کہ تصویریں اور شکلیں اسکرین کے اوپر حرکت کر رہی ہیں۔ میں بہت حیران ہوا کہ اے میرے اللہ! انسان کی صنعت کہاں تک پہنچ گئی ہے کہ دور سے آوازوں اور تصویروں کو کھینچ کر اسی وقت دیکھنے والوں کے سامنے پیش کردیتی ہے۔ یہ صرف میری باتیں تھیں جو میں اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔

ہم وہاں سے چلے اور حاج عبدالزہرا کے گھر پہنچے۔ جیسے ہی ہم داخل ہوئے ہم نے دیکھا کہ باغیچے کی ایک طرف اس نے سجادہ بچھایا ہوا ہے اور نماز پڑھنے میں مشغول ہے۔ ہم نے بھی نماز پڑھی اور نماز مکمل کرنے کے بعد ایک دوسرے سے احوال پرسی کی۔

اس نے کہا: حق، باطل کے ساتھ نہیں مل سکتا اور آخر حق ایک طرف اور باطل دوسری طرف چلا جاتا ہے۔

میں نے کہا: بالکل صحیح ہے۔

اس نے کہا: حق اور باطل تیل اور پانی کی مانند ہیں۔ اگر ان کو ایک دوسرے پر ڈال کر خواہ خوب جھٹکوں کے ساتھ مخلوط کرو لیکن آخر میں تیل اوپر آجائے گا اور پانی نیچے بیٹھ جائے گا۔

میں نے کہا: ہاں یہ بھی صحیح ہے۔

اس نے کہا: سید محمد حسین! تم جانتے ہو کہ انسان تمام مقامات اور مناصب تک منصوبہ بندی، غور وفکر اور فریب کے ذریعے پہنچ سکتا ہے، تاجر بن سکتا ہے، مالدار ہوسکتا ہے، عالم اور مجتہد بن سکتا ہے، بادشاہ اور وزیر اعظم ہوسکتا ہے لیکن خدا کے راستے کو منصوبہ بندی اور فریب کے ذریعے طے نہیں کرسکتا۔

میں نے کہا: ہاں یہ بھی اسی طرح ہے۔

اس نے کہا: آج میں صبح نجف سے نکلا اور کار پر کاظمین آرہا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ گویا ایک شخص عمارت کی دسویں منزل سے اپنی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے نچلی منزل پر آگرا۔

میں سمجھ گیا کہ یہ سب گفتگو اور سوالات اور خطاب مجھے سمجھانے کے لئے تھا۔ میرا اس بچے کو ہاتھ مارنا جو کھیرے طلب کر رہا تھا، صحیح نہیں تھا۔ ضروری تھا کہ بچے کو صبر وتحمل سے سمجھایا جاتا۔ جس وقت ہم کھیرے فروخت کرنے والے کی دکان سے گزر رہے تھے اس وقت وہ کار میں بیٹھا ہوا تھا اور حلہ کے راستے بغداد کی طرف جارہا تھا اور وہ ہمارے حال اور بچے کے کھیرے طلب کرنے، میرے اس کو مارنے سے مطلع تھا۔ وہ مجھے واضح طور پر نہیں کہنا چاہتا تھا کہ تو نے اس طرح کیا ہے۔

اس دوران میں نے بغیر اختیار کے کہا: وَاللّٰهِ لَقِصَّتُکَ اَعْجَبُ. یعنی خدا

کی قسم تیرا واقعہ اور تیرا نجف کے بیابان میں میرے اس کام کو دیکھنا جو تقریباً میں ایک سو کلو میٹر کے فاصلے پر انجام دے رہا تھا، ٹیلی ویژن کے واقعے سے عجیب تر ہے جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ (۱۱۶/۷)

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا خلاصہ

ارشاد خداوندی ہے:

''یاد کر اس زمانے کو جب ابراہیمؑ بیت اللہ کی بنیادیں درست کر رہے تھے اور اس کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے اور اسماعیلؑ بھی ان کے شریک کار تھے اور دونوں اس طرح دعا کر رہے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۲۷)

جب باپ اور بیٹا کعبہ کو بنانے میں مشغول تھے اور بیت اللہ کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے اور دونوں بارگاہ خداوندی میں دعا کر رہے تھے، کس قدر ان کا خدا سے ربط تھا، اور گفت وشنید میں کس قدر لذت تھی، خدا ہی جانتا ہے۔

قرآن ان کی دعا کو بیان کرتا ہے: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ. یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنے لئے مسلم قرار دے اور ہماری ذریت میں سے ایک مسلم جماعت قرار دے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۲۸)

پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جس اسلام کا حضرت ابراہیمؑ یہاں تقاضا کر رہے تھے وہ کونسا اسلام ہے؟ کیا وہی اسلام مراد ہے جو لوگوں میں رائج ہے کہ

صرف شہادتین کا زبان سے اقرار کرنے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔ کیا حضرت ابراہیمؑ اس اسلام کو چاہ رہے تھے اور اس کی تمنا کر رہے تھے؟ درحالانکہ حضرت ابراہیمؑ اولوالعزم پیغمبر ہیں اور صاحب شریعت و کتاب ہیں اور یہ تقاضا اللہ کے نبی نے بچپن یا اول بلوغ یا رسالت کے ابتدائی ایام میں نہیں کیا بلکہ اس وقت اللہ سے اس اسلام کا تقاضا کیا جب وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور سو سال یا ایک سو ستر سال زندگی گزار چکے تھے، چوبیس امتحانات دیئے اور درجۂ امامت پر فائز ہوئے جو کہ نبوت کے درجے سے بالاتر درجہ ہے۔

ان چوبیس امتحانات میں سے ایک امتحان اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا بھی تھا۔ وہ امتحان جو اللہ کے نبی نے سرزمین بابل پر دیا اور بتوں کو توڑا، اور پھر منجنیق کے ذریعے آگ میں پھینکے گئے۔ پھر اُردن اور فلسطین کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے، وہاں کئی سال تک توحید کی تبلیغ کی اور اپنے بھتیجے یا بھانجے حضرت لوطؑ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

اس کے بعد حضرت سارہ کی طرف سے تکالیف اٹھائیں چونکہ حضرت سارہ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور بابل کے بادشاہ نے ہاجرہ جو کہ خوبصورت لڑکی تھی، حضرت سارہ کو کنیزی کے طور پر بخش دی تھی اور حضرت سارہ نے یہ کنیز اپنے شوہر کو بخش دی تھی، لیکن حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سارہ کے احترام کو سامنے رکھتے ہوئے اس کنیز سے اولاد کے لئے مباشرت نہ کی۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ بوڑھے تھے اور کوئی اولاد بھی نہ تھی اور ساتھ ہی حضرت سارہ ان کی خالہ کی لڑکی تھیں۔ جب حضرت سارہ نے دیکھا کہ ان کے شوہر بوڑھے ہو چکے ہیں اور ان کی کوئی اولاد بھی نہیں ہے تو حضرت ابراہیمؑ کو ہاجرہ سے مباشرت کی اجازت دیدی۔ پس خداوند عالم

نے حضرت ابراہیمؑ کو ہاجرہ سے ایک بیٹا دے دیا جن کا نام اسماعیلؑ تھا۔

چونکہ حضرت سارہ بوڑھی تھیں اور سر کے بال سفید اور کمر جھکی ہوئی تھی تو جب یہ بچہ دنیا میں آیا تو حضرت سارہ پریشان ہوئیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کے درمیان جو باتیں ہوئیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ جناب ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو لے کر فلسطین سے چل پڑے اور ان کو حجاز کے بیابان کے درمیان لاکر چھوڑ دیا اور خود واپس چلے گئے۔ سال میں ایک یا دو بار ان کی حالت معلوم کرنے کے لئے وہاں جاتے یہاں تک کہ حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر خانۂ کعبہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے حضرت سارہ کو بڑھاپے کی حالت میں بیٹا عنایت فرمایا۔ جب حضرت جبرئیلؑ دوسرے فرشتوں کے ہمراہ قوم لوطؑ کو عذاب دینے کے لئے چلے تو حضرت ابراہیمؑ کے خیمے میں آئے اور حضرتؑ کو بشارت دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو سارہ کے شکم سے فرزند عنایت فرمائے گا۔

جب حضرت سارہ نے اس واقعے کو سنا تو فریاد بلند کی: ہائے افسوس! میں کس طرح صاحب اولاد ہوں گی حالانکہ میں بانجھ ہو چکی ہوں میری کمر جھک گئی ہے، بال سفید ہو چکے ہیں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہو چکا ہے، اب ہمارے نصیب میں اولاد نہیں۔

ملائکہ نے کہا: یہ خدا کا کام ہے اور بس۔ اس کی ذات رحیم و کریم ہے۔

پس خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو سارہ کے شکم سے بیٹا عنایت فرمایا جس کا نام اسحاقؑ تھا۔

یہ سب امتحانات حضرت ابراہیمؑ کے تھے یہاں تک کہ جب وہ مکہ آئے،

حج و منیٰ اور بیٹے کے ذبح کرنے اور خانہ کعبہ کی تعمیر کا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت خدا کے مقرب دونوں پیغمبروں نے بارگاہ خالق میں دعا کی: اے پروردگار! ہمیں اپنا مسلمان قرار دے۔

یہ کونسا اسلام ہے۔ یہ اسلام اعظم ہے۔ یعنی اپنے پورے وجود اور ہستی کو خدا کے جلال و عظمت اور کبریائی کے سامنے جھکادیں اور پورے وجود کو خدا کے سپرد کردیں۔ نہ صرف افعال بلکہ اپنی روحوں، اپنے اخلاق، ایمان، تمام عمر، وجود، موت وحیات سب کچھ خدا کے سپرد کردیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ. (سورۂ انعام: آیت۱۲۶)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کردیا، سب کچھ خدا کے سپرد کرنے کے بعد بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! میرے پاس صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے وہ اصل وجود ہے۔ اس کو بھی میں تیرے سپرد کررہا ہوں کہ تیری ذات کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ (۱۳۵/۷)

نماز شب

مرحوم آیت اللہ العظمیٰ جناب میرزا جواد آقا ملکی تبریزی اعلی اللہ مقامہ جن کا بزرگ علماء اور متقیوں میں شمار ہوتا ہے اور درجۂ کرامت پر فائز تھے اپنی دو کتابوں اسرار الصلوٰۃ اور اعمال السنہ یا مراقبات میں فرماتے ہیں:

رات کو جب انسان سوتا ہے تو اس پر موکل فرشتہ اسے نماز شب کیلئے بیدار

کرتا ہے اور جب بیدار ہونے کے بعد بھی انسان پروا نہ کرے، سستی اور کاہلی کرے اور دوبارہ سو جائے تو فرشتہ اس کو دوبارہ بیدار کرتا ہے۔ اگر تیسری بار بھی سو جائے تو پھر اسے بیدار کرتا ہے۔ یہ اس کا بیدار ہونا اتفاقی نہیں ہے بلکہ یہ بیداری ملکوتی ہے جو کہ ملائکہ کے ذریعے انجام دی جاتی ہے۔ اگر انسان اس بیداری سے استفادہ کرے اور اٹھ کھڑا ہو تو وہ اسے تقویت پہنچاتے ہیں اور اسکی تائید کرتے ہیں۔

مرحوم فرماتے ہیں: اگر انسان نیند سے بیدار ہو تو جن فرشتوں کو وہ نہیں دیکھ رہا ان پر سلام کرے اور ان کا شکریہ بجالائے۔ (۱۶۷/۷)

شب و روز کے فرشتے

میرے برادران ایمانی میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ ایک رات میں اذان صبح کے نزدیک حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کے حرم میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہم سب لوگ عبادت میں مشغول تھے۔ علم مکاشفہ اور اسرار غیبی جاننے والا ایک شخص جسے میں پہچانتا تھا وہ بھی سر مطہر کے بالائی طرف گہری سوچ وفکر میں مبتلا بیٹھا ہوا تھا۔

سب لوگ اذان صبح کے منتظر تھے تاکہ نماز فجر ادا کریں۔ میں اس شخص کے نزدیک آیا اور کہا: جناب صبح کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

اس نے میری طرف دیکھا اور کہا: مگر تو نابینا ہے؟ تو نے نہیں دیکھا کہ رات کے فرشتے چلے گئے ہیں اور صبح کے فرشتے آگئے ہیں۔

وہ گہری سوچ رکھنے والا شخص درست کہہ رہا تھا کیونکہ وہ روحانی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا لیکن دوسرے لوگ نہیں دیکھ رہے تھے۔ (۱۹۸/۷)

آیت اللہ اراکیؒ کی بیٹی کی امام زمانہؑ سے ملاقات

یہ واقعہ اسی سال کے آخری ایام حج میں پیش آیا جو کہ انتہائی توجہ طلب ہے۔ اس واقعے کا تعلق آیت اللہ اراکیؒ کی بیٹی سے ہے۔ محمد علی اراکیؒ جو کہ قم المقدسہ کے عظیم علماء میں سے تھے اور جن کا تقویٰ اور پرہیزگاری اور شخصیت تمام لوگوں کے نزدیک مشہور تھی؛ (آیت اللہ خمینی ان ہی کے شاگرد تھے)۔ انہوں نے خود فرمایا:

میری لڑکی جو کہ انتہائی نیک اور دیندار ہے اس کی تعلیم وتربیت اور امورشرعیہ کی ذمہ داری خود میں نے اپنے ذمے لی ہوئی ہے۔ میں اس کے تمام کاموں پر نظر رکھتا ہوں۔ اس کی سچائی ناقابل تردید ہے۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے وہ اکیلی بیت اللہ الحرام کی طرف روانہ ہوئی۔ اس کا شوہر اس کے ہمراہ نہیں تھا۔ وہ اس قدر پاکدامن اور باحیا تھی کہ دوسرے مردوں کے ساتھ ملاقات سے اجتناب کرتی تھی۔

اس اکیلے سفر نے اسے خوف میں ڈال دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ سوچ رہی تھی کہ اے میرے اللہ! میں کیسے اکیلے سفر کروں گی جبکہ میں نے ابھی تک فریضۂ حج بھی ادا نہیں کیا اور نہ میں مناسک اور آداب حج میں سے کسی چیز سے واقف ہوں تو میں کیسے طواف اور سعی کروں گی۔ یہاں تک کہ وہ سفر کے لئے تیار ہوئی۔ روانگی کے وقت میں نے اپنی بیٹی سے کہا: یہ ذکر مسلسل کہتی جاؤ: یَاعَلِیْمُ یَاخَبِیْرُ. تا کہ خدا تمہارا مونس و مددگار ہو۔ یہ سفر واجب ہے اور خدا اپنے مہمانوں کی جو راستے سے ناآشنا ہوں خود ہی امداد کرتا ہے۔

خداوند عالم کے فضل و مہربانی سے میری بیٹی نے اس سفر کو بخیر و خوبی مکمل کیا اور فریضۂ حج مکمل کر کے واپس آ گئی اور جو واقعہ اسے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے طواف کے سلسلے میں پیش آیا اس طرح بیان کیا:

میں نے میقات سے احرام باندھا اور احرام باندھنے کے بعد مسجدالحرام میں داخل ہوئی تاکہ طواف بجالاؤں۔ میں نے دیکھا کہ کعبہ کے اردگرد لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ مجھے طواف کرنے کی ہمت نہیں پڑی۔ حجراسود جو کہ طواف شروع کرنے کا مقامِ آغاز ہے، میں نے بہت کوشش کی کہ یہاں سے طواف شروع کروں لیکن لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے مجھے قدرت حاصل نہ ہوسکی۔ میں نے مجبور ہو کر بارگاہ خالق میں عرض کی: اے میرے اللہ! میں تیرے گھر کا طواف کرنے کے لئے آئی ہوں لیکن تو دیکھ رہا ہے کہ میں لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے طواف نہیں کرسکتی، اب میں کیا کروں۔

اس دوران میں نے اچانک دیکھا کہ حجراسود کے سامنے والی جگہ مثل ستون کے کشادہ ہوئی اور کسی کی آواز میرے کانوں تک پہنچی: "خود کو امام زمانہؑ کے سپرد کردے اور اس حالت میں امامؑ کے ساتھ طواف بجالا۔"

میں اس خالی جگہ میں داخل ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ امامؑ طواف میں مشغول ہیں اور امامؑ کے بائیں ایک دوسرا شخص طواف کر رہا تھا۔ میں ان کے پیچھے طواف میں مشغول ہوئی اور میں نے حجراسود سے طواف شروع کیا یہاں تک کہ اسی طریقے پر سات چکر مکمل کئے اور اس دوران مجھے لوگوں کی جمعیت کا احساس تک نہ ہوا بلکہ کسی کی انگلی بھی میرے بدن یا ہاتھ کو نہ لگی۔ طواف کے ان تمام چکروں میں میں امام زمانہؑ سے متوسل رہی اور امامؑ کے کندھوں کو مس کرتی رہی اور ساتھ ہی دعا

بھی کرتی رہی۔ لیکن اس دوران میں امامؑ کے چہرۂ انور کو نہ دیکھ سکی کیونکہ امامؑ طواف میں مشغول تھے اور ان کا چہرہ آگے تھا۔
سات چکر مکمل کرنے کے بعد میں اس حلقے سے باہر نکلی اور اس کے بعد میں نے امامؑ اور دوسرے شخص کو نہ دیکھا۔ میں نے بہت افسوس کیا کہ میں نے امامؑ کو سلام کیوں نہ کیا تا کہ ان کے جواب کو سنتی۔ (۱/۱۷۵)

خدا پر بھروسہ نہ کرنے کا انجام

آیت اللہ اراکیؒ نے فرمایا: میں ایک بار سفر حج سے مشرف ہوا۔ مجھے حجر اسود کو بوسہ دینے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن اپنے دوستوں کے ہمراہ طواف کے لئے چلا کہ شاید دوستوں کے تعاون اور امداد سے لوگوں کا ہجوم ہمیں راستہ دے اور ہم ایک بار حجر اسود کو بوسہ دے سکیں۔ جیسے ہی ہم حجر اسود کے نزدیک پہنچے اور بوسہ دینے کے قریب تھے کہ اچانک لوگوں کے ایک انبوہِ کثیر کے فشار کی وجہ سے ہم کونوں میں جا گرے۔ یہ سب کچھ خدا پر بھروسہ نہ کرنے اور لوگوں پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ تھا۔ (۷/۷۷)

مشہد کے راستے میں رجال الغیب کا امداد کرنا

ہمارے استاد حضرت آیت اللہ حاج شیخ مرتضیٰ حائری یزدی جو کہ اعلیٰ درجے کے استاد اور قم المقدسہ کے عظیم علماء میں سے تھے اور بہترین اخلاق و

عادات کے مالک تھے، انہوں نے حجۃ الاسلام حاج شیخ اسماعیل چاپلقی (جو کہ علمائے تہران اور مدرسین اخلاق میں سے تھے) سے ایک حیرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔ جناب حائری کا کہنا ہے کہ جناب چاپلقی نے مجھے بذات خود بتایا:

میں اپنے باپ اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ چاپلق سے خچروں اور گھوڑا گاڑیوں پر سوار ہو کر علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ (اس زمانے میں یہی چیزیں سفر کرنے کا ذریعہ تھیں۔ چاپلق سے جو کہ اراک کی ایک بستی ہے، تہران تک خچروں اور اونٹوں پر سفر کرنے سے دس دن صرف ہوتے تھے اور تہران سے مشہد تک ایک مہینے کی مسافت تھی)۔

تہران سے مشہد جانے والے قافلے اکثر شاہرود کے راستے سے جاتے چونکہ یہ درمیانہ راستہ تھا اور شاہرود میں دو دن نہانے، لباس دھونے اور آرام کے لئے توقف کرتے۔ چونکہ تہران سے شاہرود تک پندرہ دن کے سفر میں تھک جاتے، بدن اور کپڑے میلے اور کثیف ہو جاتے، اس لئے ایک دن نہانے اور کپڑے پاک کرنے کے لئے وقف کرتے اور دوسرا دن آرام کے لئے قرار دیتے۔

پہلے دن جب قافلہ شاہرود پہنچا تو طے یہ ہوا کہ دو دن یہاں قیام کریں۔ سب لوگ نہانے اور کپڑوں کو صاف کرنے میں مشغول ہو گئے لیکن میں نے صرف اپنے باپ کے کپڑوں کو دھویا اور انہیں نہانے کے لئے حمام لے گیا۔ یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا، نہ میں خود اپنے کپڑے دھو سکا اور نہ نہا سکا۔ دوسرا دن جو آرام اور استراحت کے لئے تھا، سب سو گئے۔ چونکہ اول شب کو قافلے نے کوچ کرنا تھا۔ میرے والد بھی آرام کے لئے سو گئے۔ لیکن میں اپنا لباس دھونے میں مشغول ہو گیا۔ سب کپڑوں کو پاک کیا اور خود بھی نہایا

یہاں تک کہ دن ختم ہوگیا۔ میں بالکل آرام نہ کر سکا اور میں اس قدر تھکا ہوا تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔

رات کو لوگوں نے نماز مغرب ادا کی اور اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ میں کچھ راستہ تو چلا لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں سواری پر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں اور مجھ پر اس قدر نیند اور تھکاوٹ کا غلبہ تھا کہ قریب تھا کہ میں سواری سے زمین پر گر جاؤں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے خچر سے اتر جانا چاہئے تا کہ راستے کے کنارے ایک گھنٹہ آرام کرلوں اور پھر بیدار ہو کر جلدی سے قافلے کو مل جاؤں گا۔ چونکہ پیادہ شخص کی رفتار قافلے سے زیادہ ہوتی ہے۔

پس میں سواری سے نیچے اترا اور جنگل میں اسی راستے کے کنارے سوگیا۔

جب میں بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ سورج سر پر پہنچ چکا تھا۔ میں پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور میری تمام تھکاوٹ ختم ہوچکی تھی۔ لیکن چونکہ میں ایک مکمل رات اور دن کا کچھ حصہ بھی سو چکا تھا اس لئے میں نے دل میں کہا کہ اے میرے اللہ! اب میں کیا کروں، کس طرح خود کو قافلے تک پہنچاؤں، اس جنگل میں تو حیوانات کے پاؤں کے نشانات بہت زیادہ ہیں، قافلے کے جانوروں کے نشانات پہچانے نہیں جاسکتے لہٰذا کس راہ پر چل کر خود کو قافلے تک پہنچاؤں۔ میرے اور قافلے کے درمیان ایک رات کا فاصلہ ہے لہٰذا میں کس طرح خود کو قافلے تک پہنچاسکوں گا۔

اس دوران میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے سامنے آئے جن میں سے ایک کا بھیگا ہوا لباس اور آدھی آستین تھی اس نے مجھ سے کہا: اٹھو اور اس راستے پر چلے جاؤ اور ان میں سے دوسرے نے اس راستے کی نشاندہی کی

جس پر حیوانوں کے قدموں کے نشان تھے۔

میں اٹھ کھڑا ہوا اور چل پڑا اور تقریباً پانچ منٹ بعد میں ایک قہوہ خانے تک پہنچا جو راستے کے کنارے تھا۔ قہوہ خانے میں داخل ہوا اور ایک کپ چائے پی۔ قہوہ خانے والے نے چاہا کہ دوسرا کپ لے آئے لیکن میں نے قبول نہ کیا کیونکہ دو کپ چائے کی قیمت ڈیڑھ سو دینار بنتی تھی اور میرے پاس سو دینار سے زیادہ نہ تھے۔ میرے بقیہ پیسے باپ کے پاس تھے اور میرا سازو سامان قافلے کے ہمراہ تھا۔

قہوہ تیار کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا کہ تو دوسرا کپ چائے کیوں نہیں پیتا؟ میں نے کہا کہ میرے پاس سو دینار سے زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے وہی سو دینار قبول ہیں۔ لہٰذا میں نے ان ہی سو دینار کے ساتھ دوسرا کپ چائے پی۔ میں ابھی پانچ منٹ ہی چلا تھا کہ قافلے کی قیامگاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابھی قافلہ وہیں ٹھہرا ہوا ہے اور میرا باپ قیامگاہ میں داخل نہیں ہوا اور وہ سرائے کے پیچھے دیوار کے سہارے بیٹھا ہوا تھا۔

میرے باپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ تو کہاں تھا؟ میں نے تمام واقعہ باپ کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ میں دس منٹ میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ میرے باپ نے کہا کہ عجیب بات ہے، ہم رات کو وہاں سے چلے اور صبح کو یہاں پہنچے ہیں۔ تو نے اتنی طویل مسافت اتنے تھوڑے وقت میں کیسے طے کی۔ یقیناً یہ ان رجال الغیب میں سے دو مردوں کی راہنمائی کا نتیجہ ہے جنہوں نے تیری امداد کی تھی۔

(۲۱۰/۷)

حضرت موسیٰؑ کو کس لئے پیدا کیا گیا؟

مرحوم آیت اللہ حاج شیخ محمد جواد انصاری ہمدانی رضوان اللہ علیہ نے فرمایا: ایک دن حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام زمین کو کھود رہے تھے کہ زمین کے نیچے ایک پتھر پر ہتھوڑا مارا جس سے پتھر شگافتہ ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے پتھر کے درمیان ایک کیڑے کو دیکھا۔

حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خالق میں عرض کیا: میں جاننا چاہتا ہوں کہ پتھر کے وسط میں اور زمین کی تاریکی میں اس کیڑے کو کس لئے پیدا کیا؟

فوراً خطاب ہوا: اے موسیٰؑ! یہ کیڑا بھی روزانہ ستر مرتبہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو کس مصلحت کے تحت تو نے پیدا کیا۔ (۲۱۵/۷)

حضرت علیؑ کی دعا

میثم تمار نے کہا کہ ایک رات مولا امیرالمومنین علیہ السلام مجھے کوفہ سے باہر لے گئے اور میں امامؑ کے ساتھ صحرا میں جارہا تھا یہاں تک کہ امامؑ مسجد جعفی تک پہنچے۔ قبلے کی طرف رخ کیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ نماز مکمل کرنے کے بعد تسبیح پڑھی اور اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کیا اور اس طرح دعا پڑھی:

اِلٰهِی کَیْفَ اَدْعُوْکَ وَقَدْ عَصَیْتُکَ وَکَیْفَ لاَ اَدْعُوْکَ وَقَدْ عَرَفْتُکَ وَحُبُّکَ فِیْ قَلْبِیْ مَکِیْنٌ مَدَدْتُ اِلَیْکَ یَدًا بِالذُّنُوْبِ مَمْلُوَّةً وَعَیْنًا بِالرَّجَاءِ مَمْدُوْدَةً. اِلٰهِی اَنْتَ مَالِکُ الْعَطَایَا وَاَنَا اَسِیْرُ الْخَطَایَا وَمِنْ کَرَمِ

الْعُظَمَاءِ الرِّفْقُ بِالْاُسَرَاءِ وَاَنَا اَسِیْرٌ بِجُرْمِیْ مُرْتَهَنٌ بِعَمَلِیْ. اِلٰهِی مَا اَضْیَقَ الطُّرُقَ عَلٰی مَنْ لَمْ تَکُنْ دَلِیْلَهُ وَ اَوْحَشَ الْمَسْلَکَ عَلٰی مَنْ لَمْ تَکُنْ اَنِیْسَه.

یعنی اے میرے پروردگار! میں کس طرح تجھے پکاروں حالانکہ میں تیری نافرمانی کر چکا ہوں اور کس طرح تجھے نہ پکاروں حالانکہ میں تجھے پہچان چکا ہوں اور تیری محبت میرے دل میں بیٹھ چکی ہے۔ میں گناہوں سے پُر اپنے ہاتھوں کو تیری طرف بلند کئے ہوئے ہوں اور امید کی آنکھوں سے تجھے دیکھ رہا ہوں۔ میرے پروردگار! تو عطاؤں اور بخششوں کا مالک ہے اور میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں کا قیدی ہوں۔ عظیم لوگوں کے اخلاق میں سے ہے کہ وہ قیدیوں سے نرمی برتتے ہیں اور میں گناہ اور جرم کا قیدی ہوں۔ میں اپنے عمل کا گروی ہو چکا ہوں۔ اے میرے اللہ! وہ راستہ کس قدر تنگ ہوگا جس کا تو رہبر نہ ہو اور کس قدر خوفناک ہوگا اس شخص کا راستہ جس کا تو مونس و مددگار نہ ہو۔

اس کے بعد امامؑ نے اپنی آواز کو دھیما کیا اور زیرلب دعا کہنی شروع کی۔ پھر سجدے میں چلے گئے اور اپنے چہرۂ مبارک کو خاک پر رکھا اور اس دوران سو مرتبہ کہا اَلْعَفْوُ اَلْعَفْوُ اس کے بعد کھڑے ہوئے اور مسجد جعفی سے باہر نکلے اور صحرا میں چل پڑے اور میں امام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

یہاں تک کہ ہم ایک ایسی جگہ پہنچے کہ امامؑ نے وہاں زمین پر ایک خط کھینچا اور مجھ سے فرمایا: خبردار! اس خط سے آگے نہ بڑھنا۔

پس میں رک گیا اور حضرت وہاں سے اکیلے روانہ ہوئے چونکہ رات انتہائی تاریک تھی اس لئے میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں امامؑ کا اکیلے جانا جبکہ امامؑ کے دشمن بھی زیادہ ہیں میرا ساتھ نہ جانا مناسب نہ تھا۔ پس خدا

اور رسول خداؐ کو کیا جواب دوں گا۔ پس خدا کی قسم میں امامؑ کے پیچھے ضرور جاؤں گا اور امامؑ کو تلاش کروں گا اگر چہ امامؑ کے حکم کی مخالفت بھی ہو۔ لہٰذا میں امامؑ کے پیچھے روانہ ہوا یہاں تک کہ میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں میں نے دیکھا کہ امامؑ اپنے سر کو نصف بدن تک کنوئیں میں کئے ہوئے ہیں اور اس کنوئیں سے مصروف گفتگو ہیں۔

حضرت نے میرے آنے کو محسوس کیا اور میری طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا: مولا میں میثم تمار ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: اے میثم! میں نے نہیں کہا تھا کہ تم اس خط سے تجاوز نہ کرنا۔

پھر امام نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے یہاں کہا ہے کیا تم نے سنا ہے۔

میں نے عرض کیا: نہیں! مولا میں نے کچھ نہیں سنا۔

حضرت نے فرمایا: اے میثم!

وَفِی الصَّدرِ لُبَانَاتٌ　　اِذَا ضَاقَ لَهَا صَدرِیُ
نَكَتُّ الْاَرْضَ بِالْكَفِّ　　وَ اَبْدَيْتُ لَهَا سِرِّیُ
فَمَهْمَا تُنْبِتِ الْاَرْضُ　　فَذَاكَ النَّبْتُ مِنْ بَذْرِیُ

یعنی میرے سینے میں حاجات اور خواہشات ہیں۔ جب میرا سینہ ان کی وجہ سے تنگی محسوس کرتا ہے تو میں ہاتھ سے زمین کو کھود کر اپنے رازوں کو زمین کے سامنے ظاہر کرتا ہوں۔ جس وقت زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے اور انگوری پیدا کرتی ہے، اس سے دانہ اگتا ہے اور وہی دانہ وہ راز ہیں جو میں نے زمین کے سپرد کئے تھے۔

واضح رہے کہ ہاتھ سے زمین کھودنے کا مقصد اپنے راز کو زمین کے اندر

چھپانا اور زمین کا اس سے انگوری پیدا کرنا یا یہ کنایہ ہے لوگوں کو اپنا درد دل بیان نہ کرنے سے یا حقیقت میں امامؑ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے نفس قدسیہ کے ذریعے ان رازوں کو زمین کے سپرد کریں تا کہ وہ اولیائے خدا جو امامؑ کے ہمراز ہیں ان کے لئے یہ اسرار و راز زمین سے انگوری کی شکل میں ظاہر ہوں۔

(۷/۳۴۰ بحوالہ بحارالانوار کتاب المزار)

زمین کو اپنا راز بتانا

جابر بن یزید جو کہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب خاص میں سے تھے انہوں نے کہا: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے ستر ہزار احادیث اور راز کی باتیں بتائیں جو کہ آج تک میں نے کسی کو نہیں بتائیں اور نہ بعد میں بتاؤں گا۔

انہوں نے کہا: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا قربان جاؤں! آپ نے جو مجھ پر بہت بڑا بوجھ ڈالا ہے کہ ان رازوں کو کسی کے سامنے بیان نہ کرنے کی وجہ سے میرے سینے میں تنگی اور جنون کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت نے فرمایا: اے جابر! اگر تمہیں اس قسم کی حالت پیش آئے تو گھر سے صحرا کی طرف چلے جاؤ اور زمین میں گڑھا کھودو اور اپنے سر کو اس گڑھے میں داخل کر کے کہو کہ محمد بن علیؑ نے مجھے اس طرح کہا ہے اور اس گڑھے کو اپنے رازوں سے آگاہ کرو۔ (۷/۲۴۵ بحوالہ رجال کشی ۱۲۸)

حجر اسود فرشتہ تھا

بکیر بن اعین نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ حجر اسود کیا تھا۔

میں نے کہا: مولا مجھے معلوم نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا: وہ خدا کے بزرگ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا۔ جب خداوند عالم نے فرشتوں سے عہد و پیان لیا تو ان میں سے سب سے پہلے جو فرشتہ خدا پر ایمان لایا وہ یہی فرشتہ تھا۔ اس وجہ سے خداوند عالم نے اسے مخلوق پر اپنا امین مقرر کیا۔ پھر عہد و پیان کو امانت کے طور پر اس کے سپرد کیا۔

اس کے بعد حضرت نے مفصل واقعہ بیان فرمایا اور اس کے آخر میں یہ روایت بیان فرمائی:

فرشتوں کے درمیان کوئی ایسا فرشتہ نہ تھا جس کی محمدؐ و آل محمدؐ سے محبت اس پتھر سے زیادہ ہوتی۔ اس بنا پر خداوند عالم نے اسے دوسرے فرشتوں سے اختیار کیا اور میثاق اس کے حوالے کیا۔

پس حجر اسود قیامت کے دن ایسے حال میں آئے گا کہ اس کی بولتی ہوئی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں ہوں گی اور وہ ہر اس شخص کی گواہی دے گا جو اس مقام پر اس کے نزدیک آیا اور عہد و پیان کو قبول کیا۔

(۷/۲۴۶ بحوالہ بحارانوار ۶/۵)

حجر اسود کا گواہی دینا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب حضرت سید الشہداء حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو محمد بن حنفیہ حضرت سجاد علی بن حسین علیہما السلام کے پاس آئے اور تنہائی میں امامؑ سے ملاقات کی۔ اس کے بعد محمد بن حنفیہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے اپنے بعد امامت و وصایت کے منصب کو علی بن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد کیا۔ ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بعد حسینؑ بن علیؑ امام و جانشین منتخب ہوئے۔ تمہارے باپ شہید ہوگئے اور امامت و وصایت کے بارے میں انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی۔

میں تمہارا چچا ہوں۔ میں اور تمہارے والد ایک ہی شاخ سے ہیں۔ اس وجہ سے کہ میں کہ تم سے عمر میں بڑا ہوں، تم سے مقدم ہوں اور یہ کہ میری ولادت علیؑ کے گھر میں ہوئی ہے۔ چنانچہ اس حال میں کہ تم نوجوان ہو میں امر خلافت و امامت کا زیادہ سزاوار ہوں اور اس میں بحث کی گنجائش نہیں اس لئے امامت و وصایت کے بارے میں مجھ سے جھگڑا نہ کرو اور مجھ سے دوری مت اختیار کرو۔

حضرت امام سجادؑ نے فرمایا: اے چچا جان خدا سے ڈرو ایسا دعویٰ نہ کرو جس کے تم حقدار نہیں ہو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ امامت کے بارے میں میرے باپ نے عراق روانہ ہونے سے پہلے مجھے وصیت کی تھی اور اپنی شہادت سے ایک گھنٹہ پہلے بھی مجھ سے عہد کیا اور رسول اکرمؐ کا اسلحہ بھی میرے پاس ہے۔ لہٰذا میرے درپے نہ ہو، ورنہ میں تمہاری عمر کے کم ہونے سے ڈرتا ہوں۔ اگر تم اس چیز سے آگاہ ہونا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ چلو حجر اسود

کے پاس اپنے شکایت لے کر جاتے ہیں اور اسے اپنا حکم مقرر کرتے ہیں اور اس سے اس بارے میں سوال کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: یہ گفتگو ان دونوں کے درمیان مکے میں ہوئی۔ پس دونوں حجر اسود کے پاس آئے۔ اس دوران حضرت سجادؑ نے فرمایا کہ اے چچا خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اس پتھر کو آپ کے حق میں گویا کرے اور اس کے بعد اپنے دعوے کے بارے میں اس سے سوال کرو۔ پس محمد بن علی (ابن حنفیہ) نے خداوند عالم سے اپنی دعا میں آہ و زاری شروع کی اور بارگاہ خداوندی میں درخواست کی کہ پتھر ان کے لئے بولے اور اس کے بعد پتھر کی طرف مخاطب ہوئے اور اپنے دعوے کے بارے میں سوال کیا لیکن پتھر نے کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت سجادؑ نے فرمایا: اے چچا جان! اگر تم وصی اور امامؑ ہوتے تو ضرور پتھر تمہارے سوال کا جواب دیتا۔

محمد بن حنفیہ نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! اب تم بھی حجر اسود سے سوال کرو۔ چنانچہ حضرت علیؑ بن حسینؑ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور پھر پتھر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے انبیاءؑ، اوصیاءؑ اور تمام لوگوں پر میثاق قرار دیا ہے مجھے بتا کہ امام حسینؑ کے بعد امام اور وصی کون ہے؟ اس وقت حجر اسود اتنا حرکت میں آیا کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ اس کے بعد فصیح و بلیغ عربی میں گویا ہوا کہ پروردگار نے حسین بن علی علیہما السلام کے بعد علیؑ بن حسینؑ بن فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کو امام و وصی منتخب فرمایا ہے۔

محمد بن حنفیہ حجر اسود کی گواہی کے بعد واپس لوٹے اور علی بن حسین علیہما السلام کی امامت و وصایت کو تسلیم کرلیا۔ (۷/۲۴۷ بحوالہ بحارالانوار کمپانی ۹/۶۱۷)

حجر اسود گواہی دے گا

ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کے دوران سب سے پہلے حج میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ میں بھی تھا اور ہم نے حج ادا کیا۔ جب حضرت عمرؓ مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو حجر اسود کے نزدیک پہنچے اور اسے بوسہ دیا اور اس پر ہاتھ پھیرا۔

اس کے بعد کہا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان دے سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہؐ کو تجھے بوسہ دیتے اور ہاتھ پھیرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا اور نہ ہاتھ پھیرتا۔

اس دوران امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے عمر! یہ پتھر نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے پیغمبروں سے خطاب ہے کہ اے پیغمبرو! یاد کرو اس وقت کو جب خداوند عالم نے ذریت بنی آدم کو ان کی صلبوں سے باہر نکالا تو ان کو اپنے اوپر گواہ قرار دیا کہ آیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے کہا کہ ہاں! آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی توحید پر گواہ بنالیا اور انہوں نے بھی اقرار اور اعتراف کرلیا کہ پروردگار کی ذات صاحب عزت و جلال ہے تو اس کے بعد اس عہد و پیمان کو ایک نازک چمڑے پر لکھا گیا اور اس پتھر (حجر اسود) کو کھلایا گیا۔

اے عمرؓ! آگاہ ہو کہ اس سیاہ پتھر کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں۔ قیامت کے دن جس شخص نے اس کی زیارت کی ہوگی اور یہاں زیارت کے لئے آیا ہوگا اس کے بارے میں یہ پتھر گواہی دے گا۔

یہ پتھر خدا کی طرف سے اس جگہ پر امین ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! جہاں آپ نہ ہوں وہاں خداوند عالم مجھے زندہ نہ رکھے۔ (۷/۲۵۰ بحوالہ بحرالانوار کمپانی ۸/۲۹۸)

اہلسنت کی مساجد میں نماز پڑھنا

ابن ابی عمر نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں اہلسنت کی مساجد میں نماز پڑھنا ناپسند کرتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اہلسنت کی مساجد میں نماز پڑھنے کو ناپسند نہ کرو کیونکہ کوئی مسجد تعمیر نہیں ہوتی مگر کسی پیغمبر یا وصی کی قبر پر جو شہید کیا گیا۔ چونکہ اگر ایک قطرہ بھی پیغمبر یا وصی کا زمین پر گرا، خداوند عالم چاہتا ہے کہ اس قطرۂ خون کی برکت کی وجہ سے پیغمبر یا وصی کے نام کی خانقاہ زمین پر تعمیر ہو۔

پس ان مساجد میں نماز واجب بھی پڑھ سکتے ہو اور نوافل بھی ادا کر سکتے ہو اور قضا نماز بھی ادا کر سکتے ہو۔[1] (۷/۲۵۰ بحوالہ بحارالانوار کمپانی ۸/۲۹۸)

ملائکہ کا نماز میں مومن کے ساتھ اقتدا کرنا

مرحوم آیت اللہ حاج شیخ جواد انصاری ہمدانیؒ نے فرمایا کہ ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص نماز پڑھنے میں مشغول ہے

۱۔ اہلسنت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں من لا یحضرہ الفقیہ، اردو ترجمہ، جلد اول، احادیث ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۸ اور ۱۵۶۸ سے بھی رجوع کیا جائے۔ (از مصحح)

اور ملائکہ کی دو صفیں اس کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی ہیں لیکن اس بوڑھے آدمی کو ملائکہ کی ان صفوں کے بارے میں بالکل علم نہیں تھا۔ میں نے جان لیا کہ اس بوڑھے شخص نے اپنی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی ہے چونکہ روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ کی واجب نمازوں میں اذان اور اقامت دونوں کہے تو دو ملائکہ کی صفیں اگر ان میں سے ایک کہے تو ملائکہ کی ایک صف اس کی اقتدا میں نماز ادا کرتی ہے کہ ایک صف مشرق سے مغرب تک طولانی ہوتی ہے۔[1]

(یہ اذان و اقامت کا اثر روحانی ہے۔ اگرچہ اذان و اقامت کہنے والے خود اس سے مطلع نہ ہوں)۔ (۷/۲۵۸)

قرآن اور اس پر عمل کرنا

یعقوب احمر نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول! میں آپ پر قربان جاؤں! اتنے رنج و غم اور دوسری چیزیں مجھ پر داخل ہو گئیں ہیں کہ مستحبات اور دوسرے اچھے کام مجھ سے چھوٹ گئے ہیں یہاں تک کہ قرأت کے لئے قرآن کا کچھ حصہ بھی مجھے یاد نہ رہا۔

جب امامؑ نے مجھ سے قرآن کا نام سنا تو خوفزدہ ہو گئے اور فرمایا: کچھ لوگ قرآن کی کسی سورت کو بے پرواہی کی وجہ سے بھول جاتے ہیں، وہ سورت قیامت کے دن اس کے نزدیک آئے گی کہ اس کے اور سورت کے درمیان ایک قدم سے

۱۔ اصل حدیث کے لئے من لا یحضرہ الفقیہ، اردو ترجمہ، جلد اول، احادیث ۸۸۷ تا ۸۸۹ سے رجوع کیا جائے۔ (از مصحح)

زیادہ فاصلہ نہ ہوگا اس سے کہے گی: **السلام علیک**. وہ مرد جواب میں کہے گا: **وعلیک السلام** تو کون ہے۔ وہ سورت کہے گی کہ میں فلاں سورت ہوں کہ تو نے مجھے ضائع کیا اور چھوڑ دیا۔ اگر تو مجھ سے تمسک کرتا تو مقام توبہ کے بلند درجے کو حاصل کئے ہوئے ہوتا۔

اس کے بعد امامؑ نے انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا: تم پر ضروری ہے کہ قرآن کو یاد کرو۔ بعض لوگ اس لئے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہیں کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص بہترین پڑھنے والا ہے اور بعض لوگ آواز کی خاطر قرآن سیکھتے ہیں تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص کی آواز بہترین ہے حالانکہ اس میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ کچھ اپنے مفاد کی خاطر قرآن سیکھتے ہیں اور اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ کوئی ان کے علم حاصل کرنے سے مطلع ہو یا نہ ہو۔ (۷/۳۱۴ بحوالہ اصول کافی ۳/۶۰۸)

نیز کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا: قاری تین قسم کے ہیں:

کچھ افراد تجارت کی غرض سے قرآن پڑھتے ہیں تاکہ اس ذریعے سے بادشاہ اور حکام سے دنیاوی فائدے حاصل کریں اور لوگوں پر برتری اور فوقیت حاصل کریں۔

کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور اس کے قواعد اور تجوید کو بھی یاد کرتے ہیں لیکن قرآن کی حدود اور معانی کو ضائع کرتے ہیں۔ خداوند عالم ان دو قسم کے قاریوں کو زیادہ نہ کرے۔

کچھ لوگ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن کو درد دل کے لئے دوا کے طور پر

استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کے ذریعے شب بیداری کرتے ہیں، دن کو روزہ اور رات کو سجود میں مشغول رہتے ہیں، قرآن کے ذریعے بستر کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اس قسم کے قاریان قرآن کی وجہ سے خداوند تعالیٰ عزیز و جبار لوگوں سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔ ان کے واسطے سے خداوند عالم دشمنوں سے حکومت چھین لیتا ہے اور ان کو سونپ دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے خداوندعزوجل آسمان سے بارش نازل کرتا ہے۔ لیکن خدا کی قسم! قاریٔ قرآن کبریت احمر سے بھی نادر تر اور کمیاب تر ہیں۔ (۷/۳۱۵ بحوالہ اصول کافی ۲/۶۲۷)

مومن کی پہچان

پہلے زمانے میں جب میں علم حاصل کرنے کے لئے نجف اشرف گیا ہوا تھا تو ایک دن ایک مجلس میں شیعہ اور شیعہ کے طرز تفکر کے بارے میں بحث چلی۔

نجف کے مراجع عظام میں سے ایک نے کہا: چند سال پہلے مصر کی (الازہر) یونیورسٹی میں مذاہب اسلامی کے بارے میں ایک سیمینار اور کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ تمام ممالک سے مذہب اسلام کے علماء موجود تھے۔ میں نے بھی نجف کے علماء کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کی۔ میں نے مذہب اور مکتب تشیع کا تعارف کراتے ہوئے اپنی تقریر کے دوران حضرت امام سجادؑ سے نقل شدہ ایک روایت کو تفصیل سے بیان کیا اور اس کی تشریح بیان کی جس پر سب لوگوں نے مجھے داد تحسین دی۔ سب لوگ حیران ہوئے کہ شیعہ مذہب میں اس مکتب سے تربیت حاصل کرنے والوں کے لئے کس قدر باریکیاں موجود ہیں اور ان کو پاک و پاکیزہ

بنانے کے لئے ان کے ائمہ کی طرف سے کس قدر تحقیق عمل میں لائی گئی ہے۔

وہ روایت یہ تھی جس کو شیخ طبرسیؒ نے اپنی سند سے حضرت امام رضاؑ سے اور انہوں نے حضرت امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا:

اگر آپ کسی شخص کو دیکھیں جس کی روش اور طریقہ اچھا ہے اور آہستہ سے گفتگو کرتا ہے اور اپنے کاموں اور حرکات میں عجز و انکساری سے کام لیتا ہے تو فوراً اس کی طرف توجہ نہ کریں اور اپنے ہاتھ کو روکے رہیں اور توقف کریں کہ کہیں وہ شخص آپ کو دھوکا نہ دے کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ نیت کی سستی اور ہمت کی پستی کی وجہ سے ان کے دل دنیا کو حاصل کرنے اور حرام کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے عاجز ہیں۔ اسی وجہ سے وہ دین کو دنیا تک پہنچنے اور دنیاوی فوائد اور شہوت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو اپنے ظاہری لباس کے ذریعے دھوکا دیتے ہیں اور حرام کو حاصل کرنے کے لئے خود کو مشقت اور تکلیف میں ڈالتے ہیں اور اپنے ہاتھ آلودہ کرتے ہیں۔

اگر آپ ایسے شخص کو دیکھیں جو مال حرام سے اجتناب کرتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو حرام سے آلودہ نہیں کرتا تو صبر کریں اور اس کی طرف رغبت کرنے میں جلدی نہ کریں کہ کہیں آپ کو دھوکا نہ دے۔ چونکہ لوگوں کی خواہشات نفسانی مختلف ہیں اس لئے بہت سے لوگ مال حرام کو حاصل کرنے سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے حرام کام مثلاً زنا وغیرہ سے خود کو نہیں روکتے اور اگر کوئی مکروہ شکل عورت نظر آجائے تو حرام کے ذریعے اس سے آمیزش کرتے ہیں۔

اگر آپ اس مرد کو ایسا پائیں کہ وہ برے عمل سے پرہیز کرتا ہے تو پھر بھی اس کی طرف مائل ہونے میں جلدی نہ کریں مبادا کہ آپ کو دھوکہ دیدے یہاں تک

کہ خوب اسے پرکھ لیں کہ اس کی سوچ اور ارادہ کس قسم کا ہے کیونکہ بہت سے لوگ دنیا کو حاصل کرنے اور حرام کا ارتکاب اور مال حرام کے حصول سے تو اجتناب کرتے ہیں لیکن مضبوط عقل اور محکم سوچ نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کے کام کا فساد ان کی اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے جو فساد برپا کرتے ہیں ان کی اصلاح سے زیادہ ہے۔

اگر آپ نے دیکھا کہ اس کی عقل بھی مضبوط ہے تو پھر بھی اس کی پیروی کرنے میں جلدی نہ کریں یہاں تک کہ اسے اچھی طرح آزمالیں کہ کیا وہ اپنی خواہشات نفسانی کے تابع ہے۔ اپنی عقل کے خلاف قیام کیا ہے یا اپنی عقل سے متفق ہے اور اپنی خواہشات کے خلاف جنگ کے لئے کمربستہ ہو چکا ہے۔ یہ بھی دیکھیں کہ کیا وہ دنیا کی بیہودہ ریاست کا شوق رکھتا ہے یا نہیں۔ چونکہ لوگوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے دنیا و آخرت دونوں کو ترک کردیا اور دنیا کو دنیا کے حاصل کرنے کے لئے چھوڑ دیا اور سمجھتے ہیں کہ بیہودہ اور فضول ریاست کی لذت مال حرام کی لذت اور حلال و مباح نعمتوں سے زیادہ ہے۔ اس وجہ سے فضول اور باطل ریاست کو حاصل کرنے کے لئے ان سب چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اگر ان کو کہا جائے کہ خدا سے ڈرو! تو ان کو ان کی جھوٹی عزت گناہ کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس ان کے لئے جہنم ہے اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے۔ اس قسم کا انسان مثل اس کے ہے جس کی ایک آنکھ ہو اور ساتھ ہی امور میں بے بصیرت ہو۔ پہلا قدم جو وہ باطل کی طرف اٹھاتا ہے اسے وہ خسارے اور نقصان کے آخری درجے کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پس وہ اپنی مراد کو نہیں پاسکتا، اے خداوند عالم سرکشی

اور طغیانی میں ڈال دیتا ہے۔ اس صورت میں وہ خدا کی حرام کردہ چیز کو حلال شمار کرتا ہے اور جسے خدا نے حلال کیا ہے اسے حرام خیال کرتا ہے۔

ریاست باطل جس کے پیچھے وہ جا رہا ہے اور جس کو حاصل کرنے کے لئے خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور شقاوت اپناتا ہے ایسے شخص کا کوئی دین نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے اپنا غضب نازل کیا ہے اور جن کے لئے سخت اور ذلت آمیز مقام تیار کر رکھا ہے۔

لیکن نیک انسان وہ ہے جو اپنی خواہشات کو خدا کے تابع فرمان بنائے اور اپنے تمام اعضاء کو خدا کی خوشنودی میں استعمال کرے۔ اس ذلت کو اچھا سمجھے جو اسے عزت ابدی کے نزدیک کردے اس عزت کے مقابلے میں جو باطل کے ذریعے حاصل ہو۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ خدا کی خوشنودی کی خاطر دنیا کی تکالیف پر صبر کرنا بہشت کی ان ہمیشگی نعمات کا باعث بنے گا جن میں زوال اور فنا نہیں ہے۔ نیز وہ جانتا ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی سے جو دنیا میں خوشی حاصل ہوگی خداوند تعالیٰ کے اس عذاب کی طرف لے جائے گی جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ پس اس طرح جانچ لو کہ دھوکہ باز مرد کون ہے۔

پس جو پسندیدہ اور استوار شخص ہو اس کے ساتھ تمسک کرو اور اس کی روش اور طریقے و سیرت کی اقتدا کرو اور اس کے وسیلے سے اپنے پروردگار سے متوسل ہو جاؤ کیونکہ ایسے شخص کی دعا و درخواست رد نہیں ہوتی اور اس کی خواہش و دعا محرومیت سے دوچار نہیں ہوتی۔

(۷/۳۲۶ بحوالہ احتجاج طبرسی)

حضرت علیؑ کا کباب شدہ جگر کی خواہش کرنا

ایک دن امیرالمومنین علیہ السلام نے کباب شدہ یا بھنے ہوئے جگر کی خواہش کی تا کہ اسے نرم روٹی کے ساتھ کھائیں۔ اسی خواہش میں ایک سال گزر گیا لیکن اس خواہش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا۔

ایک سال گزرنے کے بعد کہ امیرالمومنینؑ روزے سے تھے، اس خواہش کو اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کے سامنے ظاہر کیا۔ امام حسنؑ نے اپنے باپ کے لئے کباب تیار کئے۔ جب افطار کا وقت پہنچا تو امام حسنؑ نے اس کھانے کو اپنے باپ کے سامنے پیش کیا۔ اتنے میں گھر کے دروازے پر سائل نے دستک دی۔ حضرت نے فرمایا: اے میرے نورنظر! اس کھانے کو اٹھا کر سائل کو دے دو تا کہ کل قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں یہ لکھا ہوا نہ دیکھوں کہ ”تم نے اپنے اچھے اعمال پست دنیاوی زندگی میں ہی ضائع کردیئے ہیں۔“ (سورۂ احقاف: آیت ۱۹) اور اس پست دنیاوی زندگی میں ان سے فائدہ بھی اٹھایا اور ان سے بہرہ مند بھی ہوئے۔ (۸/ ۳۷ بحوالہ سفینۃ البحار ۲/ ۴۵۸)

(حضرت علی ابن ابی طالبؑ جو کہ مسلمانوں کے خلیفہ اور پورے عالم اسلام پر حاکم تھے، انہوں نے بھنے ہوئے جگر کی خواہش کی لیکن پورے ایک سال تک ہمت نہ ہوئی کہ کسی کے سامنے اس خواہش کا اظہار کریں۔ اس واقعے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ زمانۂ خلافت کا ہے جبکہ آپ مسلمانوں کے امور کی اصلاح کرنے میں مشغول تھے)۔

خداوند عالم کی عیادت

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا: اے موسیٰ! میں مریض ہوں میری عیادت کے لئے کیوں نہیں آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے تمام جہانوں کے پالنے والے! کیا تو بھی مریض ہوتا ہے؟

خطاب ہوا: ہاں! میرا فلاں دوست فلاں مقام پر مریض ہوا ہے۔ اس کی عیادت کو نہیں گئے تو گویا میری عیادت نہیں کی۔ (۸/۹۰)

برے کام کی اسی دنیا میں سزا

ایک سچے بوڑھے مرد نے کہا کہ فوجی انقلاب کے بعد جب کمانڈر محمد ولی خان کے فوجی تہران میں داخل ہوئے تو خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک دن قنات آباد کے نواح میں ان میں سے دو فوجی گھوڑوں پر سوار ہو کر بندوقیں اٹھائے اور کارتوسوں کی پیٹیاں سینے پر باندھے انتہائی شان و شوکت سے مغربی سمت یعنی امامزادہ حسنؓ کے مزار کی سمت سڑک کے درمیان میں جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک بڑا حقہ تھا جسے پینے میں وہ مشغول تھا۔

سڑک کے کنارے ایک درویش فقیر جس نے اپنے سر پر تازہ اُسترا پھرایا ہوا تھا، اپنے زانوؤں پر سر رکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور اپنے ہی حال میں مشغول تھا۔

جیسے ہی ان دونوں بندوق برداروں کا وہاں سے گزر ہوا اور ان کی نگاہیں

اس مرد فقیر پر پڑیں، وہ فوجی جس کے ہاتھ میں حقہ تھا اس کے نزدیک آیا اور اپنے گھوڑے سے جھک کر اس نے اپنے حقے کی آگ اس کے سر پر ڈال دی اور دونوں وہاں سے چلے گئے۔

اس مرد فقیر نے اپنے سر کو زانو سے اٹھایا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ کون صاحب تھے۔

ابھی وہ فوجی تھوڑی دور ہی نہ چلا تھا اور امامزادہ کے مزار تک نہ پہنچا تھا کہ میں اس جگہ پر پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس بندوق بردار کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ گھوڑے نے اس کو زمین پر ڈالا ہوا ہے اور گھوڑے کا ایک پاؤں اس کے سینے پر ہے اور دوسرے پاؤں سے اس کے سر، سینے اور بدن کو کوٹ رہا ہے یہاں تک کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیا۔

نیکی کی اسی دنیا میں جلدی جزا

آیت اللہ حاج شیخ مرتضیٰ حائریؒ جو کہ انتہائی قابل وثوق اور قابل اعتماد اور بہت ہی متقی اور پرہیزگار تھے۔ وہ شیخ الفقہاء والمجتہدین جناب شیخ عبدالکریم حائری یزدیؒ کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ میرے باپ شیخ عبدالکریم جو کہ اپنے ماں باپ کے اکیلے فرزند تھے اور میرے دادا اور دادی کی ان کے علاوہ کوئی اولاد نہیں تھی۔

توضیح مطلب یہ ہے کہ میرے دادا مرحوم محمد جعفر اہل علم میں سے نہیں تھے بلکہ ہمارے خاندان میں میرے باپ کے علاوہ کوئی بھی عالم نہیں تھا۔ میرے دادا کو

کئی سال شادی کئے ہوئے گزر گئے لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ میرے دادا نے اولاد کی خاطر متعہ کیا کہ شاید کوئی اولاد ہو لیکن کوئی اولاد مقدر نہ بن سکی۔

متعہ کئے ہوئے بھی مدت گزر گئی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ایک دن سردیوں کے موسم میں جبکہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، میرے دادا متعہ والی عورت کے گھر میں نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ اس عورت نے خیال کیا کہ شاید معاشقہ کے لئے آئے ہیں۔ اس نے اپنی بچی کو جو کہ پہلے شوہر سے تھی، چاہا کہ اسے کسی بہانے سے گھر سے باہر نکالے۔ چونکہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، بچی باہر نہیں جانا چاہتی تھی، یہاں تک کہ میرے دادا نے نماز کو مکمل کیا۔

اس عورت پر اس عمل کی وجہ سے انتہائی ناراض اور غصہ ہوئے کہ تو اس بچی کو ٹھنڈی ہوا میں باہر کیوں بھیجنا چاہتی ہے؟ اسی وقت متعہ کی بقیہ مدت اسے بخش دی اور واپس چلے آئے اور تہیہ کرلیا کہ آئندہ متعہ نہیں کروں گا۔

اے میرے اللہ! میں نے تیرے علاوہ غیر کی طرف فرزند کی خاطر ہاتھ دراز کیا جو کہ ٹھنڈی ہوا میں یتیم بچی کی اذیت کا موجب بنا۔

اس واقعے کے بعد خداوند منان نے اسی دائمی عورت سے جس کی اولاد نہیں تھی اور اسی محرومیت میں کئی سال گزر گئے تھے (یعنی میری دادی) کو ایک لڑکا عطا کیا کہ جس کا نام عبدالکریم رکھا گیا۔

میرے والد مرحوم انتہائی ذہین اور علمی لیاقت رکھتے تھے اور بچپن سے انہیں تعلیم کا شوق تھا، اس لئے میرے دادا نے ان کو تعلیم کے لئے دیہات سے شہر کی طرف بھیجا اور پھر کربلا روانہ ہوئے۔ وہ اس مقدس مقام پر درس لیتے رہے۔

مرحوم فاضل اردکانی جو حاج میرزا محمد حسن شیرازی کے ہمعصر تھے، بہت

سے لوگ ان کو علمی لحاظ سے شیخ انصاری پر مقدم جانتے ہیں، جب مرحوم فاضل نے میرے باپ کی استعداد کو دیکھا تو ان کو سامرا بھیجا اور ایک خط بڑے میرزا محمد حسن کی طرف لکھا۔ اس وقت میرے والد مرحوم کی عمر ابھی بیس سال سے زیادہ نہ تھی، مرحوم فاضل کے خط کو لے کر میرزا محمد حسن کی خدمت میں پہنچے اور ان کی شاگردی اختیار کی لیکن ان کے زیادہ دروس مرحوم سید محمد فشارکی اصفہانی کے پاس تھے۔

اس واقعے کو بیان کرنے سے ہمارا مطلب میرے دادا کی خالص اور اچھی نیت کی وجہ سے خدا کی طرف ملنے والی جزا اور اجر ہے کہ جب میرے دادا نے صرف خدا سے امید وابستہ کی اور دوسرے تمام وسائل کو پس پشت ڈال دیا اور ایک یتیم بچی پر رحم کیا جس کے نتیجے میں خدا نے اسی عورت سے جس سے وہ مایوس ہو چکے تھے، عبدالکریم نامی فرزند عطا فرمایا کہ یہی بچہ کربلا و سامرا کے دارالعلوم میں علم حاصل کرنے کے بعد ایک بہت بڑی علمی شخصیت بنا۔ (۸/۱۹۹)

خداوند کریم کا عفوودرگزر

یہ روایت حُجر بن زائدہ نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت ابی جعفر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول! میری ایک حاجت ہے۔

امامؑ نے فرمایا: مکے میں میرے پاس آنا۔

پھر میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول! میری حاجت ہے۔

امامؑ نے فرمایا: منیٰ میں میرے پاس آنا۔

میں نے پھر عرض کیا: اے فرزند رسول! میں ایک حاجت رکھتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: بتا تیری حاجت کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول! میں ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں کہ میرے اور خدا کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ میں اس کا متحمل نہیں ہوسکتا کہ آپ ایک مدت معین فرمائیں اور میں اس مدت تک صبر کروں اور پھر وہاں آپ کی خدمت میں پہنچوں۔

حضرت نے فرمایا: روز حساب خدا خود بندۂ مومن کے گناہوں کا حساب کرے گا اور پھر سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اس طرح بندۂ مومن کے گناہوں کا حساب کرے گا کہ اس کے گناہوں سے کوئی بھی آگاہ نہ ہوگا یہاں تک کہ مقرب فرشتہ اور پیغمبر مرسل کو بھی علم نہ ہوگا۔ (۸/۲۳۲ بحوالہ تفسیر قمی ص۲۸۶)

زمین کی مسافت کا طے کرنا

جس رات حضرت سلمان فارسیؓ نے مدائن میں رحلت فرمائی اسی رات حضرت امیرالمومنینؑ زمین کی مسافت طے کرتے ہوئے مدینے سے مدائن پہنچے اور اسی رات جناب سلمانؓ کی تجہیز وتکفین کی اور ان کو دفن کیا اور واپس مدینہ آگئے۔

جب حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ شہید ہوئے تو امام محمد تقیؑ اپنے باپ کی شہادت کے وقت مدینے سے طوس پہنچے اور بند دروازے سے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کو غسل وکفن دینے اور نماز پڑھ کر دفن کرنے کے بعد مدینے واپس لوٹ گئے۔

اسی طرح حضرت امام سجاد زین العابدینؑ اپنے باپ سیدالشہداءؑ اور دوسرے شہداء کو دفن کرنے کے لئے کوفہ سے کربلا پہنچے اور اپنے باپ کے پیکر اقدس پر نماز جنازہ ادا کی اور دفن کیا اور باقی شہداء کی قبروں کے مقامات کو معین کیا۔

(۸/۲۵۸)

زمانے کا طے کرنا

نجف اشرف میں ایک عربی شخص رہتا تھا جو کہ انتہائی سچا اور خدا کی محبت میں دیوانہ اور عاشق تھا۔ اس نے کہا کہ جب میں عالم حیرت میں زندگی گزار رہا تھا تو ایک ماہ سے زیادہ گزر گیا کہ میرے پاس اپنے اور اپنے عیال کے لئے قوت لایموت اور کھانے کی کوئی چیز نہ تھی اور میں نے اس طرح زمانے کے گزرنے کو محسوس بھی نہ کیا۔ ہم سب خیر وخوشی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے اور میرے عیال کو اس طرح زمانہ گزرنے پر علم بھی نہ ہوا اور نہ آج تک میں نے ان کو بتایا۔

(۸/۲۵۸)

برزخ میں زمانے کا گزرنا

حضرت ارمیا علیہ السلام جو کہ اللہ کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر تھے خداوند عالم نے ان کو اور ان کے گدھے کو موت دیدی۔ پھر ایک سو سال مُردہ رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کیا کہ تم

کتنی مدت مردہ رہے تو حضرت ارمیاءؑ نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم۔
خداوند عالم نے ان کو خطاب فرمایا: اسی طرح مُردہ حالت میں تم کو سو سال گزر گئے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۵۹)

اسی طرح جب اصحاب کہف پر خدا نے نیند کو مسلط کیا اور وہ تین سو سال شمسی یا تین سو نو سال قمری سوئے رہے۔ جب خداوند عالم نے ان کو بیدار کیا تو ایک نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے پوچھا: ہم کتنی مدت سوئے رہے؟

ان کے ساتھیوں نے جواب دیا: ایک دن یا اس سے کچھ کم، حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت سوئے رہے۔ (۸/۲۶۰ سورۂ کہف: آیت ۱۸)

اعضائے بدن سے سوال ہوگا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا کہ ایک شخص نے امام صادقؑ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میرے ہمسائے میں گانے والی عورتیں رہتی ہیں۔ جب میں بیت الخلاء میں ہوتا ہوں تو ان کے گانے اور سازوں کی آواز میرے کانوں تک پہنچتی ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ کچھ دیر زیادہ بیٹھا رہوں تا کہ ان کی آواز کو سنوں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: یہ کام نہ کیا کرو۔

اس مرد نے عرض کیا: خدا کی قسم میں ان عورتوں کے نزدیک گانے کو سننے کی نیت سے تو نہیں جاتا بلکہ فقط ان کی آواز کو سنتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا؟

اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! میں نے گویا اصلاً یہ آیت نہ کتاب خدا سے سنی اور نہ کسی عربی شخص سے اور نہ عجمی شخص سے۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ یہ کام نہیں کروں گا اور خدا سے معافی طلب کرتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اٹھ جا اور غسل توبہ کر اور جتنی نماز پڑھ سکتا ہے پڑھ کہ تو ایک بڑے کام سے رک گیا ہے۔ پس کس قدر برا ہوتا کہ تو اس حالت میں مر جاتا۔ پس خدا کی حمد بجالا اور توبہ کر اور اس چیز سے معافی طلب کر جس کو خدا ناپسند کرتا ہے چونکہ برے عمل کے علاوہ خدا کسی عمل کو ناپسند نہیں کرتا۔ برا عمل اس کے لئے کر جو اس کا اہل ہو چونکہ ہر کردار کے لئے اس کا اہل موجود ہے۔

اس روایت کو علامہ طباطبائی نے کافی سے خود اپنی سند سے ابوعمر اور زبیری سے نقل کیا اور انہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

(۸/۳۰۰ بحوالہ تفسیر المیزان ۱۳/۱۰۷)

قیامت کے دن حضرت نوحؑ کا حساب

یوسف بن ابی سعید نے کہا کہ میں ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے مجھے فرمایا: جب قیامت کا دن برپا ہوگا تو خداوند تبارک وتعالیٰ مخلوق میں سے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ

السلام کو بلائے گا۔ جب حضرت نوحؑ حساب کے لئے آئیں گے تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ اے نوحؑ! کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟

حضرت نوحؑ عرض کریں گے: جی ہاں میرے اللہ۔

اس کے بعد ان سے کہا جائے گا: تمہاری اس گفتگو پر گواہ کون ہے؟

حضرت نوحؑ کہیں گے: محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گواہ ہیں۔ پس حضرت نوحؑ اپنی جگہ سے چل کر لوگوں سے گزرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ آنحضرتؐ مشک کے منبر پر رونق افروز ہوں گے اور آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت علیؑ بھی ہوں گے۔

حضرت نوحؑ آنحضرتؐ سے کہیں گے: اے محمدؐ! خداوند تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ کیا تم نے تبلیغ کی تھی تو میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ تمہارا گواہ کون ہے تو میں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پس حضرت محمدؐ کہیں گے: اے جعفرؓ اور اور حمزہؓ جاؤ اور گواہی دو کہ حضرت نوحؑ نے تبلیغ کی تھی۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جعفرؓ اور حمزہؓ دو افراد پیغمبروں کی تبلیغ کے گواہ ہیں۔

پس میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! اس وقت حضرت علیؑ کہاں ہوں گے؟

حضرت نے فرمایا: حضرت علیؑ کا درجہ اس سے بلند ہے۔

(۸/۳۱۷ بحوالہ روضۂ کافی ص ۲۶۷)

قیامت کے دن پیغمبروں سے سوال

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جناب خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰؑ! تمہارے دو دنوں میں سے بہترین دن وہ ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ پس تلاش کرو کہ وہ کونسا دن ہے اور اس دن کے لئے سوالوں کا جواب بھی تلاش کرو۔

پس اس دن ضرور تمہیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اور تم سے بازپرس کی جائے گی۔ پس اس دنیا سے نصیحت حاصل کرو جیسے دنیا بڑی اور چھوٹی ہے۔ (بڑی ہے اس لحاظ سے کہ وہ دنیا جو ہزاروں سال سے بڑی ہے اور وہ ابھی تک نہیں آئی اور چھوٹی ہے اس لحاظ سے کہ جو کچھ اس لمبی عمر میں ہے بغیر کمی و بیشی کے اس چھوٹی عمر میں ہے اور یہ چھوٹی عمر اس لمبی عمر کی نمائشگر ہے)۔ پس اس طرح عمل کرو گویا تم اس کی جزا اور ثواب کو دیکھ رہے ہو۔ عمل کی یہ قسم تمہیں جنت کی زیادہ مشتاق بنائے گی اور جو دنیا ابھی تک نہیں آئی ہے بعینہ اسی طرح ہے جو کہ گزر چکی ہے۔

(جو کچھ کہا گیا ہے اس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ پیغمبروں سے بھی سوال و جواب ہوگا اور سوال و حساب ہر کسی کی شان کے مطابق ہوگا۔ لیکن انبیاءؑ کا حساب بہت دقیق اور گہرا اور نہایت سخت ہوگا اور پھر انبیاءؑ سے ان کے مرتبے کے مطابق حساب ہوگا جس کا جتنا مرتبہ اور منزلت ہوگی اتنا اس کا حساب ہوگا۔)

(۸/۳۱۹ بحوالہ اصول کافی ۲/۴۵۹)

قیامت کے دن عمومی سوال وحساب

ضریس نے حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ. کے ذیل میں حضرت نے فرمایا: جب قیامت کا دن برپا ہوگا اور لوگوں کو حساب کے لئے محشور کیا جائے گا تو لوگوں میں سے ہر ایک کو قیامت کے دن خوفناک مراحل سے گزرنا ہوگا اور میدان قیامت تک نہیں پہنچیں گے مگر تعب و مشقت اٹھا کر۔ بالآخر جب وہ میدان محشر میں پہنچیں گے تو وہاں حساب کے لئے رک جائیں گے۔

پس سب سے پہلے جنہیں پکارا جائے گا (اور اس ندا کو سب لوگ سنیں گے) بنامِ محمدؐ بن عبداللہ النبی القرشی العربی ہوگی۔ آنحضرتؐ سامنے آئیں گے یہاں تک کہ عرش کی دائیں طرف کھڑے ہوجائیں گے۔ اس کے بعد تمہارے دوست اور ساتھی کو پکارا جائے گا۔ پس علیؑ سامنے آئیں گے اور یہاں تک کہ رسول خداؐ کی بائیں جانب کھڑے ہوجائیں گے۔ اس کے بعد امت محمدیہ کو ندا دی جائے گی۔ پس وہ حضرت علیؑ کے دائیں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ایک ایک پیغمبر اور ان کی امت کو آواز دی جائے گی۔ ہر ایک نبی اپنی اپنی امت کے ساتھ حاضر ہوگا اور عرش کی بائیں طرف کھڑے ہو جائیں گے۔

اس کے بعد سب سے پہلی چیز جسے سوال کے لئے پکارا جائے گا وہ قلم ہے۔ پس قلم آدمی کی صورت میں سامنے آئے گا اور خداوند عالم اسے خطاب فرمائے گا کہ جو کچھ تیری طرف وحی اور الہام کیا گیا کیا اسے تو نے لوح میں لکھا؟

قلم جواب دے گا: جی ہاں! اے میرے پروردگار! تیری ذات جانتی ہے

کہ جو تو نے حکم دیا اور الہام کیا اسے میں نے لوح میں لکھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کون ہے جو اس بارے میں تیرے لئے گواہی دے سکے؟

قلم جواب دے گا: اے میرے پروردگار! تیرے پوشیدہ رازوں پر تیرے سوا کون ہے جو مطلع ہو سکے۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: پس تو اپنی دلیل و حجت میں کامیاب ہوا اور برگزیدہ ٹھہرا۔

اس کے بعد لوح کو پکارا جائے اور لوح آدمی کی صورت میں سامنے آئے گی اور قلم کے ساتھ آ کر کھڑی ہو جائے گی اور کہے گی: جی ہاں میرے پروردگار! جو کچھ لکھا گیا اس کی میں نے اسرافیلؑ کو تبلیغ کی۔

اس وقت اسرافیل کو پکارا جائے گا اور اسرافیلؑ لوح وقلم کے ساتھ بشر کی صورت میں کھڑے ہو جائیں گے۔ خداوند عالم ان سے خطاب فرمائے گا: قلم نے جو میرا حکم اور وحی لوح پر لکھی لوح نے تجھ تک اس کو پہنچایا؟

اسرافیلؑ جواب دیں گے: جی ہاں اے میرے پروردگار! اس کو میں نے جبرئیلؑ تک پہنچا دیا تھا۔

اس وقت جبرئیلؑ کو پکارا جائے گا۔ پس جبرئیلؑ سامنے آ کر اسرافیلؑ کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: جو کچھ اسرافیلؑ تک پہنچایا گیا کیا اسرافیلؑ نے تم تک پہنچایا؟

جبرئیلؑ عرض کریں گے: جی ہاں اے میرے پروردگار! میں نے بھی اس وحی کو تیرے تمام پیغمبروں تک پہنچایا اور جو کچھ تیری طرف سے حکم ہوا میں نے ان تک پہنچایا اور تیرے پیغام کو تیرے ایک ایک پیغمبر اور رسول تک پہنچایا اور تیری تمام

وحی اور حکمت کو ان تک پہنچایا اور آخری پیغمبر جن کی طرف میں نے تیری وحی و حکمت وعلم اور کتاب کو پہنچایا وہ تیرے حبیب محمدؐ بن عبداللہ العربی القرشی تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ان واقعات کے بعد اولاد آدم میں سے سب سے پہلا شخص جسے سوال وگفتگو کے لئے پکارا جائے گا وہ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

خداوند کریم اپنے حبیبؐ کو اتنا اپنے نزدیک کرے گا کہ مخلوق خدا میں سے اتنا کوئی بھی نزدیک نہ ہوگا۔ خداوند عالم فرمائے گا: اے محمدؐ! جبرئیلؑ کو جو میں نے وحی اور کتاب وحکمت اور علم دے کر بھیجا تھا کیا جبرئیلؑ نے یہ سب چیزیں تم تک پہنچائیں؟

رسول اکرمؐ عرض کریں گے: جی ہاں! اے میرے پروردگار! جو تو نے وحی کی جبرئیلؑ نے مجھ تک پہنچائی اور جو کتاب وحکمت اور علم دے کر تو نے انہیں بھیجا تھا انہوں نے مجھ تک پہنچایا۔

خداوند عالم حضرت محمدؐ سے فرمائے گا: جبرئیلؑ کو جو میں نے کتاب وحکمت اور علم دے کر تم تک بھیجا تھا تو تم نے ان چیزوں کی اپنی امت کو تبلیغ کی تھی۔

رسول اکرمؐ عرض کریں گے: جی ہاں! اے میرے پالنے والے! جو کچھ تیری طرف سے وحی ہوئی میں نے اپنی امت تک پہنچائی اور میں نے تیرے راستے میں سعی وکوشش کی تھی۔

خداوند عالم حضرت محمد مصطفیٰؐ سے فرمائے گا: کون ہے جو اس امر پر تمہاری گواہی دے؟

حضرت محمدؐ عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! ایک تو گواہ ہے میرے

لئے کہ جبرئیلؑ نے پیغام رسالت پہنچایا اور تیرے فرشتے بھی گواہ ہیں اور میری امت میں سے نیک لوگ گواہ ہیں۔ وَ کَفٰی بِکَ شَہِیْدًا.

اس دوران تمام ملائکہ کو بلایا جائے گا اور وہ سب گواہی دیں گے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے لوگوں کو تبلیغ رسالت کی ہے۔

اس کے بعد امت محمدیہ کو بلایا جائے گا اور ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا حضرت محمدؐ نے میری کتاب وحکمت اور علم کی تم کو تبلیغ کی تھی اور تم کو ان چیزوں سے آگاہ کیا تھا؟

امت محمدیہ سب گواہی دے گی: جی ہاں اے ہمارے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰؐ نے رسالت وحکمت اور علم کی تبلیغ کی تھی۔

خداوند تبارک وتعالیٰ حضرت محمدؐ سے فرمائے گا: کیا تم نے اپنے بعد اپنی امت کے درمیان اپنا جانشین مقرر کیا تھا جو ان کے درمیان میری حکمت اور علم کو برپا کرے اور میری کتاب کی ان کے لئے تفسیر کرے اور ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو ختم کرے کہ جو تمہارے بعد میری ان پر حجت ہو اور میرا روئے زمین پر خلیفہ ہو؟

حضرت محمد مصطفیٰؐ عرض کریں گے: جی ہاں اے میرے پروردگار! میں نے علی بن ابی طالبؑ کو جو کہ میرا بھائی اور وزیر اور وصی اور میری امت میں سے سب سے بہتر تھا اسے میں نے اپنی امت کے درمیان خلیفہ اور جانشین کی حیثیت سے مقرر کیا اور اپنی زندگی کے دوران اسے میزان قرار دیا اور لوگوں کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا، اسے امت پر خلیفہ قرار دیا اور اہم بنایا تاکہ میری امت میرے بعد اس کی پیروی کرے۔

اس کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو بلایا جائے گا اور خداوند عزوجل فرمائے گا: اے علیؑ! کیا محمدؐ نے تمہیں اپنا وصی معین کیا تھا اور تمہیں اپنی امت پر خلیفہ و جانشین مقرر کیا تھا اور تمہیں اپنی زندگی کے دوران اپنا میزان قرار دیا تھا اور کیا تم نے ان کے بعد اپنے مقام کے لئے قیام کیا تھا؟

حضرت علیؑ عرض کریں گے: جی ہاں اے میرے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰؐ نے میرے لئے وصیت کی تھی اور مجھے اپنی امت میں قائم مقام بنایا تھا اور مجھے اپنی زندگی کے دوران اپنا معاون و مددگار بنایا تھا لیکن حضرت محمدؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کی امت نے میرا انکار کردیا، میرے ساتھ دھوکہ اور فریب سے پیش آئے اور مجھے اپنے قہر و غلبہ کا نشانہ بنایا۔ قریب تھا کہ مجھے قتل کردیں اور میرے برابر جس کو تو نے موخر کیا تھا اسے مقدم کردیا اور جس کو تو نے مقدم کیا تھا اسے موخر کردیا اور انہوں نے میری باتوں کو نہیں سنا اور میرے حکم کو قبول نہ کیا پس میں نے تیری خوشنودی کی خاطر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہوں نے مجھے قتل کردیا۔

خداوند تبارک و تعالیٰ حضرت علیؑ سے خطاب فرمائے گا: کیا تم نے اپنے بعد امت محمدیہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ معین کیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو میرے دین اور میرے راستے کی طرف دعوت دے۔

حضرت علیؑ عرض کریں گے: جی ہاں اے میرے پروردگار! میں نے اپنے بیٹے حسنؑ کو جو کہ تیرے نبی کی بیٹی کا بھی فرزند ہے، جانشین مقرر کیا تھا۔

اس دوران حسنؑ بن علیؑ کو پکارا جائے گا اور ان سے بھی وہی سوال کیا جائے گا جو علی ابن ابی طالبؑ سے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہر امام سے اس کے اہل زمانہ کے بارے میں پوچھا جائے گا اور وہ اپنے لئے حجت قائم کریں گے اور خدا

ان کے عذر کو قبول فرمائے گا اور ان کی حجت کو نافذ قرار دے گا۔

اس کے بعد خداوند عالم فرمائے گا: هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ.

ضریس جوکہ اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام کی روایت یہاں پر ختم ہوگئی۔ (۳۲۳/۸ بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم ص ۱۷۸)

نعمتوں کے بارے میں سوال

ابوخالد کابلی نے کہا کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں گیا۔ اس وقت دن کے کھانے کا وقت تھا۔ حضرت نے کھانا طلب فرمایا۔ میں امام کے ساتھ کھانا کھانے میں شریک ہوا۔ وہ ایسا کھانا تھا کہ ایسا لذیذ اور پاکیزہ کھانا میں نے آج تک نہیں کھایا تھا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو حضرت نے فرمایا: اے ابوخالد! کیسا کھانا تھا؟

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں ایسا پاکیزہ اور لذیذ کھانا میں نے آج تک نہیں دیکھا لیکن کتاب خدا میں یہ آیت ہے کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ. یعنی قیامت کے دن ضرور تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس نعیم سے دنیا کی نعمتیں مراد نہیں بلکہ ہماری ولایت مراد ہے جس پر تم اپنے امور کی بنیاد رکھتے ہو اور اسی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

نعمت ولایت

ابراہیم بن عباس صولی نے کہا کہ ایک دن میں حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ امام نے فرمایا: دنیا میں حقیقی نعمت نہیں ہے۔

بعض فقہاء جو حضرت کی خدمت میں موجود تھے انہوں نے عرض کیا: خداوند عزوجل فرماتا ہے کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ. یعنی اس سے مراد یہی دنیاوی نعمتیں ہیں اور ٹھنڈا پانی ہے۔

حضرت نے اس وقت اپنی آواز کو بلند کیا اور فرمایا: جس طرح تم تفسیر کر رہے ہو اور اسے قسموں میں تقسیم کر رہے ہو کہ کچھ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لذیذ کھانا ہے اور بعض آرام کی نیند مراد لیتے ہیں لیکن میرے باپ نے مجھے بتایا اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابوعبداللہ جعفرؑ بن محمد صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ جب اس قسم کے تمہارے اقوال ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ. کی تفسیر کے بارے میں امام کے سامنے بیان ہوئے تو امام سخت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عزوجل نے جو مہربانی اپنے بندوں پر کی ہے اس کے بارے میں سوال نہیں کرے گا اور ان پر احسان نہیں جتلائے گا۔ جبکہ بندوں کا دوسروں پر احسان جتانا قبیح ہے تو ایسی چیز کی نسبت خدا کی طرف کیسے دی جاسکتی ہے جسے خدا اپنی مخلوق کے لئے پسند نہیں کرتا؟ یہاں نعیم سے مراد ہماری محبت اور دوستی ہے کہ توحید اور نبوت کے سوال کے بعد محبت اہلبیتؑ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس جو شخص اس چیز کی پاسداری کرے گا تو اسے بہشت اور نہ ختم ہونے والی سعادت نصیب ہوگی۔ (۳۵۶/۸ بحوالہ محاسن ۳۹۹/۲)

اصحاب فیل

تمام مؤرخین نے اصحاب فیل کے واقعے اور مکہ کو تباہ و ویران کرنے کے ارادہ کو تحریر کیا ہے اور قصے کو مبداء و آغاز تاریخ قرار دیا ہے کہ کس طرح یمن کے بادشاہ ابرہہ بن صباح اشرم جس کی کنیت ابویکسوم اور جو نجاشی بادشاہ کا دادا تھا، ہاتھیوں کے ایک عظیم لشکر کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا کہ جس کے مقابلے کے لئے خدا نے چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل بھیجے۔ ان پرندوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر سب کو ہلاک کردیا تھا۔

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ. تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ. خدا نے ان پر ابابیل پرندوں کے لشکر کو گروہ در گروہ کی صورت میں بھیجا یہاں تک کہ انہوں نے پتھر یا ڈھیلوں کی کنکریوں کا ان کو نشانہ بنایا۔ (سورۂ فیل: آیت ۳و۴)

جب سورج نے طلوع کیا تو یہ پرندے لشکر کے سروں پر فضا میں ظاہر ہوئے اور اپنی تیراندازی میں مشغول ہوگئے۔ ہر پرندے کے پاس تین سنگریزے تھے۔ ایک اس کی چونچ میں اور دو اس کے دونوں پاؤں کے ساتھ محفوظ تھے۔ انہوں نے اپنی کنکریوں کو ٹھیک ٹھیک نشانے پر مارا۔ جب وہ تین کنکریاں مار چکے ہوتے تو وہ چلے جاتے تو ان کی جگہ تازہ دم تیار پرندے آجاتے اور کوئی بھی پرندہ پیٹ پر سنگریزہ نہیں مارتا مگر یہ کہ اسے پارہ پارہ کردیتا اور اگر ہڈیوں پر مارتا تو ان میں سوراخ ہوجاتا۔

(۳۶/۹)

حضرت سلیمانؑ اور ہدہد

وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ مَالِیَ لاَ اَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ کَانَ مِنَ الْغٰئِبِیْنَ لاَعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْلاَ اَذْبَحَنَّهٗ اَوْلَیَاتِیَنِّیْ بِسُلْطَانٍ مُّبِیْنٍo فَمَکَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍo اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کے حال کا جائزہ لیا اور جب سب حاضر ہوئے تو فرمایا کہ کیا ہے مجھے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ غائب ہے۔ اگر اس نے اپنے غائب ہونے کا معقول عذر پیش نہیں کیا تو میں اسے سخت عذاب دوں گا یا اسے ضرور ذبح کروں گا یا یہ کہ وہ معقول عذر پیش کرے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہدہد حاضر ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی میں آپ کے لئے ایک ایسی خبر لے کر آیا ہوں جس کا آپ کو بھی علم نہیں ہے۔ میں شہر سبا سے آپ کے لئے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ (سورۂ نمل: آیت ۲۰ تا ۲۲)

میں نے وہاں دیکھا ہے کہ اس ملک کی بادشاہ عورت ہے، ہر چیز اس کے ماتحت ہے اور ایک بڑے تخت کی مالک ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ اور اس کی پوری قوم سورج کی پوجا کرتی ہے اور خدا کا سجدہ نہیں کرتی۔ شیطان ان پر غالب آ چکا ہے اور ان کے کردار کو ان کے لئے مزین کیا ہے جس کے نتیجے میں وہ راہ خدا سے دور ہو چکے ہیں اور ان تک ہدایت نہیں پہنچی۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: میں اس بارے میں غور و فکر کروں گا کہ کیا تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ یہ میرا خط لے کر اس تک پہنچا اور پھر اس سے ہٹ جا اور دیکھ کہ وہ اس کے ردعمل میں کیا کرتی ہے۔

اس واقعے میں ہدہد کے احوال سے چند چیزیں غور طلب ہیں:

(۱) یہ کہ پہلی نوبت میں ہدہد حضرت سلیمانؑ کے پاس موجود نہیں تھا۔ بعد میں حاضر ہوا۔ ہدہد کے شہر سبا سے آنے اور خبر لانے کا حضرت سلیمانؑ کو علم تھا اور باطن میں بھی مطلع تھے۔ لیکن ہدہد نے تاخیر سے آنے کو حضرت سلیمانؑ کے لئے نئی خبر کے معقول عذر سے مربوط کیا۔

(۲) یہ کہ حضرت سلیمانؑ جانتے تھے کہ شہر سبا میں بادشاہ ایک عورت ہے اور مرد عورت کے درمیان فرق بھی رکھتے تھے اور اس کے علاوہ اس کی طاقت و عظمت سے بھی باخبر تھے۔

(۳) یہ کہ حضرت سلیمانؑ کے ذہن کے بارے میں بھی ہدہد کو علم تھا اور وہ جانتا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کو اس موضوع کے بارے میں علم نہیں ہے۔

(۴) ہدہد یہ بھی جانتا تھا کہ وہ عورت بلقیس ہے اور وہ بمع اپنی قوم کے سورج پرست ہے، خدا پرست نہیں ہے۔ نیز وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سب کچھ شیطان کی چکنی چپڑی باتوں کی وجہ سے ہے کہ جس نے ان کو خدا کے راستے سے دور رکھا ہے۔ حالانکہ حق کا راستہ اور واضح راستہ خدا کا راستہ ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے بھی ہدہد کے کلام کی نفی نہ کی بلکہ یہ کہا کہ میں تیرا امتحان لوں گا کہ تو نے سچ کہا ہے یا نہیں۔ یہاں ہدہد کی سچائی کی تشخیص کے لئے حضرت سلیمانؑ امتحان اور خط بھیجنے کے محتاج ہوئے۔

حضرت امام سجادؑ کی سواری

حضرت امام سجادؑ کی شہادت کے بعد امام کی سواری ناقہ نے قطعاً نہ کھایا اور نہ پیا بلکہ امامؑ کی قبر کی طرف چلی اور زمین پر اس قدر سر مارا کہ اپنی جان دیدی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ جب میرے والد کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو میرے والد نے فرمایا:

یہی وہ رات ہے کہ جس میں میری وفات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پس میری ناقہ کو باڑے میں بند کردینا اور اس کے لئے گھاس مہیا کرنا۔ جب حضرت کو دفن کیا گیا تو ناقہ نے خود کو آزاد کیا اور باڑے سے نکلی اس کے بعد سیدھی امامؑ کی قبر پر آئی حالانکہ اس سے پہلے اس نے قبر کو نہیں دیکھا تھا، اپنے سینے کو قبر پر رکھا اور نالہ و فریاد کرنا شروع کیا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ جب اس کی خبر امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو امامؑ ناقہ کے نزدیک آئے اور فرمایا کہ خاموش ہوجا اور واپس لوٹ جا۔ ناقہ اپنی جگہ پر واپس آ گئی لیکن کچھ دیر کے بعد دوبارہ قبر پر آئی اور اس قدر نالہ وفریاد کیا کہ تین دن کے بعد فوت ہوگئی۔ (۹/۴۲ بحوالہ منتہی الامال ۲/۲۸)

حضرت امام رضاؑ کی قبر پر اونٹ کا پناہ حاصل کرنا

اونٹ کا مشہد کے ذبح خانے سے فرار کرنا اور شہر سے باہر قصاب خانے سے فرار کرنا اور شہر کی گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے امام رضاؑ کے صحن مطہر میں داخل ہونا اور وہاں سے لوہے کے بنے پنجرے کی طرف آنا جو کہ حاجات طلب کرنے

والوں کی مخصوص جگہ ہے اور وہاں اس کا زمین پر بیٹھ کر قبر مطہر کی جالی کی طرف منہ کر کے التجا کرنا، یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور سب نے اس واقعے کو دیکھا تھا۔

ہم نے بھی اس واقعے کو اخبارات میں پڑھا تھا اور ہم نے نہیں سنا کہ کسی نے انکار کیا ہو بلکہ سب اہل مشہد اور آستانہ مقدس کے لوگ اس واقعے کی سچائی پر گواہ ہیں۔

(بالآخر آستانہ مقدس رضوی نے اس اونٹ کو مالک سے خرید کر دوسرے اونٹوں کے ساتھ جنگل میں آزاد کردیا)۔ (۹/۴۳)

حیوانوں کی محبت اور دوستی

ہماری والدہ مرحومہ نے اپنے بیٹوں کو بتایا کہ جس وقت تہران میں موٹر کاریں نہیں تھیں اور لوگ گھوڑوں اور خچروں کے ذریعے سفر کرتے تھے، علماء کے پاس بھی اپنی سواری ہوتی تھی کہ جسے وہ گھر سے باہر علیحدہ چاردیواری میں باندھتے تھے۔

ہماری والدہ نے کہا کہ تمہارے باپ کے پاس بھی ایک مصری خچر تھا جو تیز رفتاری میں مشہور تھا۔ مسجد اور درس وغیرہ جہاں جانا چاہتے اسی مصری خچر پر جاتے اور جب بھی باہر سے گھر آتے تو آرام سے پہلے اپنے خچر کو چارا ڈالتے یہاں تک کہ وہ اونٹوں کے ذریعے مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے اور اپنے

گھر کو ہمارے بڑے چچا مرحوم حاج سید محمد کاظم کے حوالے کیا کہ وہ ہمارے گھر کی حفاظت کریں۔ ہمارے چچا جب بھی اس خچر کو گھاس ڈالتے وہ بالکل نہ کھاتا تھا۔ جتنی بھی مہربانی اور شفقت سے پیش آتے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا یہاں تک کہ وہ تین دن تک بھوکا رہا۔ مجبوراً اس حیوان کو کسی اور کو بخش دیا تا کہ جس طرح ممکن ہو اس سے نرمی برتی جائے تا کہ اس کی زندگی بچ سکے۔

یہاں میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس واقعے کا تعلق خود ان ہی سے تھا لیکن چونکہ بزرگان اس قسم کے واقعے کو اپنی طرف نسبت نہیں دیتے لہٰذا اس واقعے کو ایک نیک اور مقرب شخص کے عنوان سے بیان کیا۔ (۹/۴۴)

کتے کی محبت

ایک دن مرحوم میرزا حسین علی جو کہ ہمارا فرمانروا تھا دریا میں تیرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا ایک کتا تھا جو اس کے مانع ہوا لیکن فرمانروا نے کوئی پرواہ نہ کی۔ لیکن جیسے ہی اس نے دریا میں کودنے کی کوشش کی کتا اس کے آگے آ گیا اور فوراً ہی ایک مگر مچھ اسے نگل گیا۔ فرمانروا دریا میں جانے کے اپنے ارادے سے باز آ گیا اور سمجھ گیا کہ کتا اسے دریا میں جانے سے کیوں روک رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا منع کرنا کوئی فائدہ نہیں دے رہا تو وہ سامنے آیا اور اپنی جان کو اپنے آقا کی سلامتی کے لئے قربان کر دیا اور خود کو مگر مچھ کے منہ میں ڈال دیا۔

کتے کی وفا

مرحوم حاج معتمد الدولہ فرہاد سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ تہران میں میری ایک برطانوی سفیر سے دوستی تھی۔ ایک دن میں اس کی ملاقات کو گیا تو وہ اپنی تصویروں کی البم لے آیا۔ ایک ایک تصویر کے بارے میں مجھے آگاہ کیا یہاں تک کہ ایک کتے کی تصویر تک پہنچا۔ جب اس نے کتے کی تصویر کو دیکھا تو وہ رو دیا۔

میں بہت حیران ہوا اور اس سے سوال کیا کہ آپ روئے کیوں۔

اس نے کہا کہ میں نے اس کتے کی عجیب قسم کی وفا دیکھی۔ ایک دن مجھے لندن میں ایک عہدے پر مامور کیا گیا۔ میں اپنی ڈیوٹی کے لئے شہر سے باہر جانے لگا۔ چونکہ ڈیوٹی کی جگہ تک کچھ سفر تھا اس لئے میں نے اپنا بیگ اٹھایا جس میں ضروری کاغذات کے علاوہ پیسے بھی تھے۔ میرا ایک کتا بھی تھا جو میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ میں ایک درخت تک پہنچا۔ میں نے درخت کے سائے میں تھوڑا سا آرام کیا اور پھر اٹھا اور روانہ ہونے لگا۔

اس وقت کتا میرے آگے بڑھنے میں رکاوٹ بنا اور ہر چند چاہا کہ میں نہ جاؤں لیکن میں جانے پر مجبور تھا جبکہ برابر وہ مجھے روک رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے پاس موجود سات تیر نکالے اور چند اس کو مارے اس کے بعد میں چل پڑا۔ میں نے تھوڑی ہی مسافت طے کی تھی کہ مجھے یاد آیا کہ میں اپنا بیگ درخت کے نیچے بھول آیا ہوں تو میں اپنا بیگ اٹھانے کے لئے فوراً درخت کی طرف واپس لوٹا اور میں سمجھ گیا کہ کتا مجھے اسی لئے روک رہا تھا۔

جب میں درخت کے نیچے پہنچا تو میں بہت پریشان ہوا کہ میں نے کتے کو بلا وجہ قتل کردیا ہے اور بیگ بھی میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو کہا کہ کتے کی تلاش میں جاؤں اور دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ جب میں تیر مارنے کی جگہ پر پہنچا تو میں نے کچھ خون زمین پر دیکھا اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ کتا وہاں سے جاچکا ہے۔ میں خون کے چھینٹوں کے نشانات پر چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ کتا ایک گڑھے میں مرا پڑا ہے اور بیگ کو اپنے دانتوں میں پکڑا ہوا ہے۔

میں نے سمجھ لیا کہ اس حیوان نے میرے جانے میں اپنی ممانعت کو بے فائدے کے دیکھا۔ میرے تیر مارنے اور چلے جانے کے بعد اس نے سوچا کہ بیگ کو راستے سے دور لے جائے تاکہ راہگیروں کی دسترس سے محفوظ رہے اور شاید اس طرح بیگ میرے ہاتھ تک پہنچ سکے۔ لہٰذا وہ اپنے زخمی ہونے کے باوجود بیگ کو درخت کے نیچے سے کھینچ کر جو کہ سرِراہ پڑا ہوا تھا ایک گڑھے میں لے گیا اور وہاں اپنی جان دے دی۔ تو کیا سزاوار نہیں کہ میں اس کتے کے لئے غمگین ہوں۔

بہت سے لوگوں نے کتے کی وفا کی حکایات اور قصے نقل کئے ہیں اور جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ اس حیوان نے اپنے مالک کے مال کی حفاظت اور پاسداری کے لئے سردی میں اپنی جان دے دی حالانکہ اس کے لئے دھوپ کی پناہ لینا بھی ممکن تھا۔ بعض حیوانات کی حس انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے جیسے کہ کتے کو زلزلے کا علم اس کے آنے سے پہلے ہو جاتا ہے نیز بلی اور چیونٹی کی سونگھنے کی حس بڑی قوی ہوتی ہے۔ یہ سب حیوانات کے معاد اور حشر کے زندہ ثبوت ہیں جو انسانوں کی طرح متعدد امتوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اپنے وجود کے دائرے میں ہزاروں اثرات اور خاصیتیں رکھتے ہیں کہ جن سے انسان بہت ہی کم واقف ہے۔

ائمہ طاہرینؑ کی دنیا میں شفاعت

۱۳۷۶ ہجری قمری رمضان المبارک کے مہینے میں ابوعبداللہ الحسین کی زیارت اور کربلائے معلّٰی میں سکونت کے لئے نجف اشرف سے جہاں ہماری مستقل سکونت تھی، اپنی اہل و عیال کے ساتھ کربلا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ایک کمرہ کرائے پر حاصل کیا اور سیدالشہداءؑ کی برکات سے بہرہ مند ہوئے۔

اس سال ماہ رمضان المبارک گرمیوں کے موسم میں تھا۔ چونکہ راتیں چھوٹی تھیں اس لئے میری عادت تھی کہ میں رات کو نہیں سوتا تھا۔ صبح کو ظہر سے دو گھنٹہ پہلے تک سوتا اور اس کے بعد وضو کرتا اور حرم مطہر کی زیارت کے لئے روانہ ہو جاتا ظہر تک حرم میں رہتا اور نماز پڑھ کر گھر واپس آ جاتا۔

میرا ایک دوست تھا جس کا نام حاج عبدالزہرا گرعاوی تھا جو عربی تھا۔ وہ نہایت دیندار اور روشن ضمیر تھا اور کاظمین میں رہتا تھا۔ کبھی کبھی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے خصوصاً جمعہ کی راتوں میں آتا اور زیارت کرنے کے بعد اسی رات کو واپس لوٹ جاتا تاکہ روزہ قصر نہ ہو۔ (خدا اس پر رحمت کرے)۔

ایک دن میں حسب عادت نیند سے بیدار ہوا اور وضو کیا تاکہ زیارت کے لئے حرم مطہر جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ میری حالت سخت خراب ہے اور عجیب قسم کے قبض میں مبتلا ہوں۔ میں انتہائی مشقت اور تکلیف کے ساتھ حرم مطہر میں پہنچا لیکن مجھ میں زیارت کرنے کی طاقت نہ تھی۔ کچھ دیر تک میں صحن کے ایک گوشے میں بیٹھا رہا لیکن زیارت سے مشرف ہونے کی مجھ میں رغبت

پیدا نہ ہوئی یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔

اس دوران اچانک میں نے اپنے اندر حد سے زیادہ تازگی اور خوشی محسوس کی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور انتہائی رغبت کے ساتھ زیارت سے مشرف ہوا اور پہلے کی طرح امامؑ سے توسل و زیارت اور نماز میں مشغول ہوا۔

اسی رات مرحوم حاج عبدالزہرا کاظمین سے کربلا آیا اور کہا: سید محمد حسین! آج تمہارا یہ کیا حال تھا۔ ظہر کے قریب بغداد میں میں اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ تمہاری حالت انتہائی خراب ہے اور سخت قبض ہے۔ فوراً میں اپنی کار میں سوار ہو کر کاظمین آیا اور تمہاری صحت یابی کے لئے خدا کو میں نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کا واسطہ دیا اور خدا کے دربار میں حضرت کو شفیع بنایا۔ پس حضرت نے شفاعت فرمائی اور تمہارا حال بہتر ہوا۔ (۹/۱۰۱)

ائمہؑ کی برکت سے حالت معنوی

جناب سید جمال الدین گلپایگانیؒ جو کہ متقی، پرہیزگار اور نجف اشرف کے مراجع عالی قدر میں سے تھے اور خداوند تعالیٰ سے معنوی اور باطنی رابطہ رکھتے تھے۔ وہ ایک محکم و مضبوط اور خدا سے خوف رکھنے والے مرد تھے۔ اس وجہ سے اگر انہیں جمال السالکین الی اللہ تعالیٰ کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کے اعمال لوگوں کے لئے اسوہ اور ان کا صبر نمونہ تھا۔ تقویٰ اور پرہیزگار اور خوف خدا اور وسعت نفس وقوی ذہانت کے مالک تھے۔

ان کی پیشانی راست گو علماء کا نمونہ تھی۔ وہ مذہب جعفریہ کے ایک بہت بڑے عالم، ائمہؑ طاہرینؑ کے سیر و سلوک کا آئینہ اور نشانی اور خدا اور عالم آخرت کو بہت یاد کرنے والے تھے۔

خوف خدا کی وجہ سے ان کے رونے کی آوازیں ان کے ہمسائے سنتے تھے۔ یہ ایسی حکایات اور واقعات ہیں جو لوگوں سے سنے گئے۔ ان کی رحلت ۱۹ محرم الحرام ۱۳۷۷ ہجری قمری میں ہوئی اور ان کا مقبرہ وادی السلام میں ہے۔

وہ صحیفۂ سجادیہ کا سب کتابوں سے زیادہ مطالعہ کرتے تھے۔ امام سجادؑ کی پندرہ مناجات سے بہت زیادہ لطف اندوز ہوتے اور یہ مناجات ان کو حفظ تھیں۔ بالخصوص آٹھویں مناجات جو کہ مناجات مریدین ہے، اس سے تو ان کو عشق تھا۔ ان کے مطالعے کا کمرہ ملاقاتیوں کی وجہ سے چھوٹا پڑ جاتا تھا اور خاص طور پر گرمی کے موسم میں نجف میں اور مشکل ہوجاتی ہے۔ پریشانیاں چاروں طرف سے ان پر آرہی تھیں۔ آخر میں دل اور پراسٹیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ پراسٹیٹ کا آپریشن کرایا اور بستر پر آگئے۔ دوسری طرف ان کے ذاتی اخراجات اور طلباء کے مصارف کی وجہ سے ان پر بہت زیادہ قرض ہوگیا نیز اپنے ایک رشتہ دار کے آپریشن کے اخراجات برداشت کرنے کی بناپر انہوں نے چارسو عراقی دینار پر اپنا مکان گروی رکھوا دیا۔ ان وجوہات کی بناپر وہ انتہائی غمگین و پریشان رہتے۔ بندۂ حقیر ہفتے میں دوبار ان کی خدمت میں جاتا تھا اور کچھ دیر تک ان کے ساتھ مصروف گفتگو رہتا۔

ایک دن جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ فرش پر چت لیٹے ہوئے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر نوے سال کی ہوچکی تھی اور ایک چھوٹی سی

کتاب کو پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ اس وقت وہ جس قدر نشاط و سرور میں تھے اس کو بیان کرنے سے زبان عاجز ہے کہ گویا خدا سے شدت انس کی وجہ سے اپنے میں سمانہیں رہے تھے اور چاہتے تھے کہ پرواز کر جائیں۔

میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب سلام کے بعد کہا کہ بیٹھ جاؤ! اور کہا: اے فلاں شخص تو میرے حالات سے واقف ہے۔ (اور اس طرح اپنی تمام تکالیف کی طرف اشارہ کیا یعنی بیماری، آپریشن، تنہائی، مرض کی فراوانی، موسم کی گرمی، قرض کی زیادتی اور گھر کا گروی رکھنا وغیرہ)۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے میری طرف منہ کیا اور فرمایا: میں خوش ہوں کہ جو شخص معرفت نہیں رکھتا، نہ اس کی دنیا ہے اور نہ آخرت ہے۔

ایک دن انہوں نے مجھے بتایا کہ سیر وسلوک کے ابتدائی مراحل میں میرے لئے ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی کہ میں نے اپنے کو یہ خیال کیا کہ میں ہی تمام موجودات کو رزق و حیات اور علم و قدرت کا فیض پہنچانے والا ہوں اور موجودات میں سے ہر موجود مجھ سے مدد حاصل کرتا ہے اور میں ہی عطا کرنے اور فیض پہنچانے والا ہوں۔ یہ میرا حال تھا لیکن میں علماء سے جان چکا تھا کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان چیزوں کا مبدا اور مالک خدا ہے۔

چند دن اس طرح گزرے۔ مولا امیرالمومنینؑ کے حرم مطہر میں گیا اور ان چیزوں سے رہائی حاصل کرنے کی درخواست کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں نے کاظمین جانے کا ارادہ کیا تا کہ امامؑ سے التجا کروں تا کہ ان کے وسیلے سے خداوند

متعال مجھے اس چیز سے نجات دے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور میں موسیٰ بن جعفرؑ کے حرم مطہر کی زیارت کے لئے نجف سے کاظمین روانہ ہوا۔ جب میں حرم مطہر میں داخل ہوا تو اپنے سر کو ضریح کے سامنے سنگ مرمر پر رکھا اور اس قدر رویا کہ میری آنکھوں کا پانی سنگ مرمر پر جاری ہوگیا۔ میں نے ابھی اپنے سر کو زمین سے نہیں اٹھایا تھا کہ حضرت نے میری شفاعت فرمادی اور میری حالت تبدیل ہوگئی اور میں نے جان لیا کہ میں کیا ہوں۔ میری ایک ذرے کی بھی حیثیت نہیں ہے۔ ان سب چیزوں کا مالک خدا ہے، وہی بغیر کسی پابندی کے فیض پہنچانے والا ہے، وہی زندہ اور زندگی دینے والا ہے، وہی عالم اور علم عطا کرنے والا ہے، وہی قادر ہے اور قدرت دینے والا ہے، وہی رازق ہے اور روزی دینے والا ہے۔ اور میرا نفس اس نور علی الاطلاق کا ایک دریچہ اور نشانی ہے۔

اس دوران میں اٹھا، زیارت اور نماز ادا کی اور نجف اشرف کی طرف واپس لوٹا۔ چند دن اور رات تک خدا کو فیض پہنچانے والا، زندہ اور تمام عالم پر قادر دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر زیارت حرم مطہر امیرالمومنینؑ سے مشرف ہوا اور گھر کی طرف لوٹتے ہوئے پھر میری پہلی حالت ہوگئی کہ جس کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ تقریباً دس منٹ تک میں نے اپنے سر کو دیوار پر رکھا اور چلنے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی۔ اس وقت امیرالمومنینؑ نے میری امداد کی۔ وہ حالت جو میری موسیٰ بن جعفرؑ کے حرم میں تھی وہ اس حالت کا مقدمہ تھی جو یہاں حاصل ہوئی۔ (یہ ائمہؑ کی شفاعت کی زندہ دلیل ہے)۔

قیامت کے دن شفاعت

تفسیر عیاشی میں اس آیت عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا. (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۹) کے ذیل میں خیثمہ جعفی سے منقول ہے کہ میں نے اور مفضل بن عمر ایک شب حضرت جعفر بن محمدؑ کی خدمت میں موجود تھے اور ہمارے سوا اور کوئی وہاں نہ تھا۔

مفضل جعفی نے کہا: قربان جاؤں! ہمیں ایسی حدیث سنائیں جس سے ہم خوش ہوجائیں۔

حضرت نے فرمایا: ہاں! جب قیامت کا دن ہوگا تو خداوند عالم تمام مخلوق کو میدان محشر میں جمع کریگا کہ سب پابرہنہ اور عریاں اور ختنہ نہ کئے ہوئے ہوں گے۔

مفضل نے عرض کیا: قربان جاؤں! غیر مختون سے مراد کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا: جس طرح وہ ابتداً خلقت میں پیدا کئے گئے تھے اور ان کا میدان محشر میں کھڑا ہونا اتنا طولانی ہوگا کہ پسینے سے شرابور ہوں گے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ اے خداوند تعالیٰ! ہمارے حساب کو جلد ختم کر اور جلد فیصلہ صادر فرما چاہے جہنم کا کیوں نہ ہو، کیونکہ اپنے حال کی سختی کی وجہ سے وہ آتش جہنم کو اپنے لئے راحت تصور کریں گے۔

اس دوران وہ جناب آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں، آپ خدا کے پیغمبر ہیں، ہماری طرف سے خدا کی بارگاہ میں درخواست کریں کہ ہمارے لئے جلد فیصلہ صادر فرما چاہے آتش جہنم کا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت آدمؑ کہیں گے: میری یہ حیثیت نہیں ہے کیونکہ پروردگار نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور مجھے عرش پر جگہ دی اور فرشتوں کو میرے سجدے کا حکم دیا اور پھر مجھے ایک حکم دیا لیکن میں نے نافرمانی کی مگر میں تمہاری اپنے سچے فرزند کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جس نے اپنی قوم کے درمیان نوسو پچاس سال گزارے اور ان کو دعوت توحید دی اور جتنا بھی ان لوگوں نے اس کو جھٹلایا اس نے اپنی دعوت کو جاری رکھا۔ وہ (حضرت) نوح (علیہ السلام) ہے۔

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ بارگاہ خداوندی میں التجا کریں کہ ہمارا جلدی فیصلہ صادر فرمائے چاہے آتش جہنم کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت نوحؑ فرمائیں گے: میری یہ حیثیت نہیں ہے۔ میں وہ ہوں جس نے کہا تھا کہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے لیکن میں تمہاری رہنمائی اس شخص کی طرف کرتا ہوں جس کو خدا نے دنیا میں اپنا خلیل بنایا۔

پس وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ فرمائیں گے: میری یہ حیثیت نہیں۔ میں وہ ہوں کہ جس نے کہا کہ میں مریض ہوں۔ میں تمہاری رہنمائی اس کی طرف کرتا ہوں جس کے ساتھ خدا نے کلام کیا۔ وہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور حضرت موسیٰ فرمائیں گے: میری حیثیت ایسی نہیں ہے کیونکہ میں نے کسی کو قتل کیا تھا۔ لیکن میں تمہاری رہنمائی ایسے شخص کی طرف کرتا ہوں جس نے خدا کے اذن سے مُردوں کو

زندہ کیا اور مادرزاد اندھے کو بینا کیا اور برص میں مبتلا مریض کو خدا کے اذن سے صحت یاب کیا۔ وہ (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔

لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی کہیں گے: میری ایسی حیثیت نہیں ہے کہ میں تمہاری سفارش کرسکوں لیکن میں اس شخص کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں کہ جس کے دنیا میں آنے سے پہلے میں نے اس کی بشارت دی تھی۔ وہ (حضرت) احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے محمدؐ! بارگاہ خداوندی میں درخواست کریں کہ ہمارا فیصلہ جلدی صادر فرمائے۔ اگرچہ آتش جہنم کی طرف ہی کیوں نہ بھیجے۔

رسول اکرمؐ فرمائیں گے: ہاں میں وہی ہوں اور خدا کے گھر کی طرف جائیں گے جو کہ بہشت عدن ہے اور مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے دروازے کے حلقوں میں سے ایک کو ہلائیں گے۔

درحالانکہ خداوند عالم اپنے رسول سے زیادہ جانتا ہے، کہا جائے گا کہ کون ہے۔ رسول اکرمؐ عرض کریں گے کہ میں ہوں! کہا جائے گا کہ ان کے سامنے دروازہ کھولا جائے۔ پس دروازہ کھولا جائے گا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جب میں اپنے پروردگار کی طرف نگاہ کروں گا تو ایسی خدا کی حمد وتعریف کروں گا کہ مجھ سے پہلے کسی نے بھی ایسی حمد و تعریف نہ کی ہوگی اور نہ میرے بعد کوئی ایسی تعریف کرے گا۔ اس دوران میں اپنی پیشانی کو زمین پر رکھوں گا۔

خداوند عالم فرمائے گا: اِرْفَعْ رَاسَکَ وَقُلْ یُسْمَعْ قَوْلَکَ! وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ! وَسَلْ تُعْطَ. یعنی اپنے سر کو بلند کیجئے اور کہئے آپ کی بات کو قبول کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا اور سوال کیجئے جو آپ چاہتے ہیں، آپ کو عنایت کیا جائے گا۔ جب میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور اپنے پروردگار پر میری نظر پڑے گی تو پھر ایسی تعریف کروں گا جو پہلے سے زیادہ بہتر ہوگی اور دوسری بار پھر اپنے سر کو سجدے میں رکھوں گا۔

خداوند علم فرمائے گا: اپنے سر کو بلند کیجئے اور کہئے آپ کی بات کو قبول کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا اور سوال کیجئے جو آپ چاہتے ہیں، آپ کو عنایت کیا جائے گا۔ جب میں اپنے سر کو سجدے سے اٹھاؤں گا اور اپنے پروردگار پر نظر پڑے گی تو ایسی تعریف کروں گا کہ جو پہلی اور دوسری مرتبہ سے بھی بہتر ہوگی اور تیسری مرتبہ پھر سجدے میں جاؤں گا۔

خداوند عالم فرمائے گا: اپنے سر کو بلند کیجئے اور کہئے آپ کی بات کو قبول کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا اور سوال کیجئے جو آپ چاہتے ہیں، آپ کو عنایت کیا جائے گا۔

جب میں تیسری بار سجدے سے سر اٹھاؤں گا تو عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما اگرچہ آتش جہنم کا ہو۔

خداوند تعالیٰ فرمائے گا: ہاں اے محمدؐ! اس وقت ایک ناقہ کو لایا جائے گا جو خود یاقوت سرخ سے ہوگی اور اس کی مہار سبز زبرجد کی ہوگی اور میں اس پر سوار ہوں گا اور مقام محمود پر آؤں گا تاکہ وہاں تضاوت اور فیصلہ کروں۔ مقام محمود عرش

کے برابر ایک جگہ ہے جو کہ مکمل مشک خوشبو سے بنا ہوا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی اسی طرح کی ناقہ پر سوار ہو کر آئیں گے یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی دائیں طرف توقف کریں گے۔

اس دوران رسول اکرمؐ نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے کندھے پر رکھ کر فرمایا کہ خدا کی قسم اس قسم کی ناقہ کو لائیں گے اور تجھے بھی اس پر سوار کریں گے اور وہ ناقہ میرے اور ابراہیمؑ کے درمیان آ کر کھڑی ہوگی۔ اس دوران خدا کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا کہ کیا تمہارے پروردگار کے یہ عدل میں سے نہیں کہ ہر قوم کے لئے اسی کو ولی بنائے جس کو دنیا میں اس نے اپنے لئے ولی بنایا تھا۔ لوگ جواب دیں گے کہ جی ہاں۔

اس وقت شیطان اپنی جماعت کے ساتھ آئے گا جس کو اس نے گمراہ کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت عیسٰیؑ وہی اللہ ہے اور اللہ کا بیٹا ہے۔ تمام جماعت اس شیطان کے پیچھے ہوگی یہاں تک کہ وہ آتش جہنم میں چلے جائیں گے۔ دوسرا شیطان اپنی جماعت کے ساتھ آئے گا جن کو اس نے گمراہ کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت عزیزؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ اس کی تمام جماعت اس کے پیچھے ہوگی یہاں تک کہ وہ داخل جہنم ہوں گے۔

ہر ہر شیطان اپنی اپنی جماعت جس کو اس نے گمراہ کیا آئے گا، سب آتش جہنم میں چلے جائیں گے اور فقط رسول اکرمؐ کی امت باقی رہ جائے گی۔

اس دوران خدا کی جانب سے منادی ندا کرے گا کہ کیا تمہارے پروردگار

کے عدل میں نہیں ہے کہ ہر گروہ کا ایک رہنما اور ولی بنایا جائے جس کو اس نے دنیا میں ولی بنایا تھا۔ لوگ کہیں گے کہ جی ہاں۔

ایک شیطان آ کر کھڑا ہوگا اور جس نے بھی دنیا میں اس کی پیروی کی ہوگی وہ اس کے پیچھے ہوگا۔ اس کے بعد دوسرا شیطان آئے گا اور جس نے اس کی پیروی کی ہوگی وہ اس کے پیچھے ہوگا۔ اس کے بعد تیسرا شیطان آئے گا اور اس کی پیروی کرنے والے اس کے پیچھے ہوں گے۔

پھر معاویہ آ کر کھڑا ہوگا اور اس کے پیروکار اس کے پیچھے ہوں گے۔

حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ آئیں گے اور ان کے موالی اور محبؒ ان کے پیچھے ہوں گے۔

حضرت حسنؑ آئیں گے اور ان کے پیروکار ان کے پیچھے۔

حضرت حسینؑ آئیں گے اور ان کے ماننے والے ان کے پیچھے۔

اس کے بعد مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان آئیں گے اور ان دونوں کے پیچھے ان کے پیروکار ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ بن الحسینؑ آئیں گے اور ان کے پیچھے ان کے پیروکار ہوں گے۔

اس کے بعد ولید بن عبدالملک آئے گا اور اس کے پیچھے اس کے پیروکار ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت محمد بن علیؑ آئیں گے اور ان کے پیچھے ان کے محبؒ ہوں گے۔

اس کے بعد میں کھڑا ہوں گا اور میرے پیچھے میرے پیروکار ہوں گے۔

امامؑ نے فرمایا: گویا اس طرح کہوں کہ تم دونوں (خیثمہ جعفی اور مفضل بن عمر جعفی) میرے ساتھ ہوگے۔ ان کے بعد ہمیں لائیں گے اور ہمارا پروردگار ہمیں عرش پر جگہ دے گا اور تمام لوگوں کے نامۂ اعمال کو لایا جائے گا۔ اس وقت ہم اپنے دشمنوں کے خلاف گواہی دیں گے اور اپنے مرہق شیعوں کی شفاعت کریں گے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! مرہق شیعوں سے کون لوگ مراد ہیں۔

حضرت نے فرمایا: گناہگار شیعہ۔ لیکن شیعوں میں سے وہ افراد جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا وہ کامیاب اور رستگار ہوں گے اور ان کو کسی قسم کی پریشانی مس نہ کرے گی۔

خیثمہ نے عرض کیا: اس دوران حضرت کی کنیزوں میں ایک کنیز حضرت کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فلاں قریشی آیا ہے اور دروازے کی ایک طرف بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دو اور ہمیں فرمایا کہ تم خاموش ہو جاؤ۔ (۱۳۵/۹ بحوالہ تفسیر عیاشی ۳۱۰/۲ تا ۳۱۳)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام بھی موجود تھے۔ اس دوران رسول اکرمؐ نے عرض کیا:

"اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ یہ میرے اہلبیتؑ ہیں اور میرے

نزدیک ان کی بہت فضیلت ہے۔ پس تو اُن کو دوست رکھ جو اِن کو دوست رکھیں اور اُن سے دشمنی رکھ جو اِن سے دشمنی رکھیں۔ محبت و مہربانی اختیار کر اُن کے ساتھ جو اِن کے ساتھ محبت اور مہربانی اختیار کریں۔ غضب نازل کر اُن پر جو اِن پر غضبناک ہوں۔ اُن کی مدد کر جو اِن کی مدد کریں۔ اِن کو ہر رجس سے دور رکھ اور اِن کو ہر گناہ سے اپنی حفظ و امان میں رکھ۔ اِن کی اپنی جانب سے روح القدس کے ذریعے تائید فرما۔"

نیز فرمایا: اے علیؑ تو میری امت کا امام ہے اور میری طرف سے ان پر جانشین ہے اور تو بہشت کی طرف جانے والے مومنین کے قافلے کا قائد اور سپہ سالار ہوگا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بیٹی فاطمہؑ قیامت کے دن نور کے ایک گھوڑے پر سوار آرہی ہے جس کے دائیں طرف ستر ہزار فرشتے، بائیں طرف ستر ہزار فرشتے، سامنے ستر ہزار فرشتے اور پیچھے بھی ستر ہزار فرشتے چل رہے ہیں اور میری امت کی مومن عورتوں کو بہشت کی طرف لے جارہی ہے اور ان کی رہنمائی کر رہی ہے۔

لہٰذا جو عورت روزانہ کی نماز پنجگانہ کو ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، حج بیت اللہ کرے، اپنے مال کی زکوٰۃ دے، اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو اور میرے بعد علیؑ کی ولایت کو قبول کرے، ایسی عورت میری بیٹی فاطمہؑ کی شفاعت کی وجہ سے داخل بہشت ہوگی اور فاطمہؑ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے۔

رسول اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا فاطمہؑ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار مریم

بنت عمران ہیں لیکن میری بیٹی فاطمہؑ دونوں جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ فاطمہؑ جب محراب میں کھڑی ہوتی ہیں تو ستر ہزار ملائکہ ان پر سلام کرتے ہیں اور جس طرح مریم کو کہتے تھے اسی طرح فاطمہؑ کو کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے تمہیں برگزیدہ اور پاکیزہ بنایا، تمہیں عالمین کی عورتوں پر برگزیدہ بنایا۔

اس کے بعد رسول اکرمؐ نے علیؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے علیؑ! فاطمہؑ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، وہ میری نورچشم اور میوۂ دل ہے، اُس نے مجھے غمگین کیا جس نے اس کو غمگین کیا اور اُس نے مجھے خوش کیا جس نے اسے خوش کیا۔ وہ میری اہلبیتؑ میں سے پہلی فرد ہے جو میرے ساتھ ملحق ہوگی، میرے بعد اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔

حسنؑ اور حسینؑ میرے دو بیٹے ہیں اور میرے دو پھول ہیں۔ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں جس طرح تم اپنی آنکھ اور کان کو عزیز سمجھتے ہو اُن کو بھی عزیز سمجھنا۔

اس کے بعد رسول اکرمؐ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں اُس کا دوست ہوں جو اِن کو دوست رکھے اور میں اس سے بغض رکھتا ہوں جو اِن سے بغض رکھے۔ میری اُس سے صلح ہے جس کی اِن سے صلح ہے اور میری اُس سے جنگ ہے جو اِن سے جنگ کرے۔ میں اس کا دشمن ہوں جو اِن کا دشمن ہو اور اس کا دوست ہوں جو اِن سے دوستی رکھے۔

(۱/۱۷۴/۱ بحوالہ امالی صدوق ۲۹۱)

ایک عجیب حقیقت کا انکشاف

جب آثار قدیمہ تلاش کرنے والے روس کے ایک مشہور مقام وادیٔ قاف[1] میں زمین کھودنے اور آثار قدیمہ کی تلاش میں مشغول تھے تو انہوں نے زمین کی گہرائیوں میں چند بوسیدہ موٹے تختوں کے ٹکڑے دیکھے جن کے بارے میں بعد میں علم ہوا کہ یہ کشتیٔ نوح کے جدا شدہ ٹکڑے ہیں جو دریائی موجوں کے اثر کی وجہ سے زمین میں پانچ ہزار سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اسی طرح زمین کی گہرائیوں میں موجود اور باقی رہے۔

آثار قدیمہ کے محققین نے ان تختوں کو اپنے پاس محفوظ کر لیا اور مزید دو سال زمین کو کھودنے اور غور و فکر میں صرف کئے یہاں تک کہ انہوں نے اسی جگہ ایک اور تختی کو پایا جو کہ ایک لوح کی مثل تھی جس پر چند چھوٹی سطریں انتہائی پرانی اور انجان تحریر میں ثبت تھیں۔ یہ تختی بغیر اس کے کہ بوسیدہ ہو اسی طرح سالم اور

۱۔ قرآنی تصریح کے مطابق کشتی نوحؑ طوفان کے بعد کوہ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔

صاحب ''مراصد الاطلاع'' اور ''منجد العلوم'' کے دعوے کے مطابق یہ پہاڑ جزیرۂ ابن عمر سے شمال مشرقی سمت میں ۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ شام میں نہر دجلہ کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کی سال ۹۲۱ میں حسن بن عمر خطاب ثعلبی نے بنیاد رکھی تھی۔ دوسرے مصنفین کے مطابق جن میں سے المیزان کے مولف بھی ہیں کہ کشتی نوحؑ ایران اور روس کی ریاست ترکستان کے درمیان ارمینیہ کے پہاڑ آرارات پر لنگر انداز ہوئی اور ترکستان موصل کے نواح میں دیار بکر میں واقع ہے۔ البتہ وہ سب نظریات جو ماسکو کے مقام وادیٔ قاف کے بارے میں ہیں موافق پائی جاتی ہے۔ اگر یہ محل وادی قاف کے نزدیک نہ بھی ہو تب بھی ممکن ہے کہ زمانے کے گزرنے اور دریا کی موجوں اور تبدیلی کی وجہ سے کئی ہزار سال کا عرصہ گزرنے کے بعد کشتی کے تختے وادیٔ قاف میں زمین کی گہرائیوں میں پائے گئے ہوں۔

باقی تھی اور بہت ہی حیران کن تھی۔ اب بھی یہ تختی ماسکو کے عجائب گھر میں موجود ہے جسے دیکھنے کے لئے ملکی اور غیر ملکی سیاح آتے ہیں۔

اس انکشاف کے بعد روسی محکمۂ آثار قدیمہ نے اس لوح اور تختی کی تحقیق کے لئے ایک کمیٹی بنائی جو کہ سات افراد پر مشتمل تھی جس میں ماہر علم تاریخ، خط شناسی کے استاد اور روس اور چین کے ماہر زبان دان شامل تھے۔ جن افراد کو تحقیق پر مامور کیا گیا ان کے نام اس طرح ہیں:

۱۔ پروفیسر سولی نوف — جو کہ پرانی زبانوں کا استاد اور ماسکو کی یونیورسٹی کا ماہر علم تاریخ تھا۔

۲۔ ایفاہان خینو — جو کہ زبان شناسی کا پروفیسر اور چین کی لولوہان یونیورسٹی کا استاد تھا۔

۳۔ میشانن لوفارنگ — جو کہ روس کے تمام آثار قدیمہ کا مہتمم تھا۔

۴۔ قاغول گورف — جو کہ کیفز و یونیورسٹی میں لغات کا استاد تھا۔

۵۔ پروفیسر دی راکن — جو کہ علوم لنین اکیڈمی میں ماہر علوم تاریخ تھا۔

۶۔ ایم احمد کولا — جو کہ روس کے ادارۂ تحقیقات عمومی کا مہتمم تھا۔

۷۔ میجر کولتوف — جو کہ اسٹالین یونیورسٹی کا سربراہ تھا۔

اس کمیٹی نے آٹھ ماہ کی تحقیق اور مطالعے اور باقی خطوط وکلمات قدیم کے نمونوں کو دیکھنے کے بعد اپنی مندرجہ ذیل رپورٹ روس کے ماہرین آثار قدیمہ کے حوالے کی:

(۱) لکڑی کی بنی ہوئی یہ تختی ان ہی تختیوں کے ٹکڑوں میں سے ہے جن کا پہلی

دفعہ کھوج لگایا گیا تھا اور ان سب کا تعلق کشتی نوحؑ سے تھا۔ یہ تختی باقی تختوں کی مثل بوسیدہ نہیں ہوئی تھی اور اس قدر سالم تھی کہ اس پر نقش شدہ تحریر کو پڑھنا آسانی کے ساتھ ممکن تھا۔

(۲) اس عبارت کے حروف وکلمات سامانی یا سامی زبان میں تھے کہ درحقیقت ام اللغات (زبانوں کی ماں) ہے اور جس کی نسبت سام بن نوحؑ کی طرف دی جاتی ہے۔

(۳) ان حروف وکلمات کے معانی کی تشریح اس طرح تھی: اے میرے پروردگار! اے میرے یاور و مددگار! ان نفوس مقدسہ یعنی محمدؐ، ایلیا (علیؑ)، شبّر (حسنؑ)، شُبیر (حسینؑ) اور فاطمہؑ کے وسیلے سے اپنی رحمت وکرامت سے ہماری مدد فرما جو کہ فضیلت اور عظمت کے مالک ہیں اور جن کی برکت سے یہ دنیا قائم ہے۔ ان بابرکت ناموں کے صدقے ہماری مدد فرما۔ صرف تیری ہی ذات ہے کہ جو میری راہ راست کی طرف رہنمائی فرما سکتی ہے۔

اس کے بعد ایک انگریز دانشور این۔ ایف۔ میکس جو کہ مانچسٹر یونیورسٹی میں پرانی زبانوں کا استاد تھا، نے ان کلمات کے روسی زبان میں ترجمے کو انگریزی زبان کی طرف منتقل کیا۔ اسی طرح ان کو مندرجہ ذیل انگریزی اخبارات اور رسالوں میں بھی نشر کیا گیا:

۱۔ ہفت روزہ اخبار، ویکلی مرر، لندن شمارہ ۲۸/ دسمبر ۱۹۵۲ء

۲۔ اخبار اسٹار انگریزی، لندن شمارہ جنوری ۱۹۵۴ء

۳۔ روزنامہ سن لائٹ جو مانچسٹر سے نشر ہوتا تھا، شمارہ جنوری ۱۹۵۴ء

۴۔ ویکلی مرر، یکم فروری ۱۹۵۴ء

۵۔ روزنامہ الہدیٰ، قاہرہ مصر، ۳۰ر مارچ ۱۹۵۳ء

اس کے بعد ایک پاکستانی دانشور اور محدث حکیم سید محمود گیلانی جو کہ ایک موقع پر روزنامہ اہدالحدیث پاکستان کے مدیر اور اہلسنت کے سربراہ تھے، اس کے بعد تحقیق کی بنا پر مذہب شیعہ اختیار کیا اور ان مطالب کو زبان اردو میں منتقل کر کے ''ایلیا مرکز نجات ادیان عالم'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ (کتاب ایلیا اردو زبان میں ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے جسے دائرۃ المعارف الاسلامیہ لاہور پاکستان نے ۱۳۸۱ھ میں ۴۲ویں نشریہ کے عنوان سے نشر کیا۔)

اس وقت اخبار ''برزہ نجف'' شوال اور ذی القعدہ کے شماروں میں ۱۳۸۵ھ کے سال اول صفحہ نمبر ۷۸ سے ۸۱ تک ''وہ مبارک نام جن کو حضرت نوحؑ نے وسیلہ بنایا'' کے عنوان سے اردو سے عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔

اب ضروری ہے کہ ہم اپنے محترم قارئین کی بطور خلاصہ چند نکات کی طرف رہنمائی کریں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اس قدیمی انکشاف کی علمی اور تاریخی اہمیت کے معتقد ہوں۔

۱۔ ان تختوں اور لوح کا انکشاف اُن دلائل میں سے ایک ہے جو کہ قرآن مجید اور احادیث دینی کی واقعیت اور اصلیت پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کشتی نوحؑ کے قضیہ اور اس پر گزرنے والے واقعات کو تفصیل سے بیان کرتی ہیں۔ اسی طرح اسلامی اور غیر اسلامی مؤرخین نے بھی لکھا ہے۔

۲۔ اہلبیتؑ کے بارے میں شیعہ اعتقادات، رہبران شیعہ اور مولفین کی شخصی

اغراض اور رجحانات کی بنا پر نہیں بلکہ علمی اور تاریخی حقائق پر مبنی ہیں کہ شیعوں نے اپنے آپ کو ان چیزوں کا پابند ہونے کے لئے ناچار دیکھا اور جس کے نتیجے میں انہوں نے اہلبیتؑ کی پیروی کا انتخاب کیا۔

واضح رہے کہ حضرت نوحؑ کا خاندانِ رسالت سے امداد طلب کرنا، نزول قرآن اور پیدائش اہلبیتؑ سے چند ہزار سال پہلے ان کے بابرکت ناموں کا کشتی پر نقش ہونا، مسلمانوں کا مختلف فرقوں یعنی شیعہ اور سنی میں تقسیم ہونا، ان چیزوں کی خدا کی طرف سے الہام اور اشارۂ غیبی کے بغیر کوئی چیز تفسیر نہیں کر سکتی۔

درست ہے کہ پنجتن پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے مقدس نام لوح پر تبرک اور دعا کے عنوان سے نقش تھے۔ درحقیقت یہ عجیب پیشنگوئی بہت طویل عرصے قبل خاندان رسالت کی پیدائش کے بارے میں ہے جنہوں نے طوفان کے پانچ ہزار سال بعد اس دنیا میں قدم رکھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس قسم کا قدیمی کھوج ایک غیر اسلامی ملک اور غیر اسلامی افراد کی ایک جماعت کے ہاتھوں سے ظاہر ہوا اور ایک ایسی جگہ پیش آیا کہ جہاں نصف صدی سے زیادہ عرصے سے دین، مبداء، معاد، وحی اور رسالت کے عقیدے کا انکار کیا جا رہا تھا اور وہ صرف مادہ پسند تھے اور اسی پر قائم تھے۔

(۹/۱۷۹ بحوالہ مجلہ مکتب السلام شمارہ ۱۴۲، سال ۱۲/۱۰)

پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت

محمد بن ابراہیم بن کثیر نے کہا کہ ہم ابونواس حسن بن ہانی کی عیادت کے لئے گئے اور اسی مرض میں وہ فوت ہوگیا۔

عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے اس سے کہا: اے ابوعلی! تو دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میں ہے۔ وہ کردار اور گناہ جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں، اور جو لغزشیں اور خطائیں تجھ سے سرزد ہوئی ہیں اب خدا سے ان کے بارے میں توبہ کر۔

ابونواس نے کہا: مجھے بٹھاؤ۔ جب اس کو بٹھایا گیا تو اس نے کہا کہ تو مجھے خدا سے ڈراتا ہے۔ حماد بن سلمہ نے ثابت بنانی سے اور اس نے انس بن مالک سے روایت نقل کی ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیغمبر کے لئے حق شفاعت ہے اور میں نے اپنے حق شفاعت کو اپنی امت کے گناہان کبیرہ کے ارتکاب کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن کے لئے ذخیرہ کررکھا ہے۔ کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں اُن میں سے نہیں ہوں۔

(۹/۲۳۹ بحوالہ امالی شیخ ص ۳۸۹)

امام حسینؑ کی قبر پر جابرؓ کا آنا

اعمش نے عطیہ عوفی کوفی سے نقل کیا ہے کہ میں جابرؓ بن عبداللہ انصاری کے ہمراہ اباعبداللہ الحسین ابن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی زیارت کے لئے

کربلا روانہ ہوا۔ جب ہم کربلا میں داخل ہوئے تو جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے فرات کے کنارے غسل کیا، اس کے بعد ایک لنگی کو کمر کے ساتھ باندھا اور دوسرے کپڑے کو عبا کے طور پر اپنے کندھوں پر ڈالا، جیب سے عطر نکالا اور اسے اپنے کپڑوں پر چھڑکا۔ وہ ہر قدم پر ذکر خدا کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم قبر کے نزدیک پہنچے۔
(تاریخ اور احادیث کے مطابق جابرؓ زندگی کے آخری ایام میں نابینا ہوگئے تھے۔)

عطیہ کا بیان ہے کہ جابرؓ نے مجھ سے کہا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر قبر حسینؑ پر رکھدو۔ میں نے جابرؓ کا ہاتھ پکڑ کر قبر پر رکھا۔ جیسے ہی اُن کا ہاتھ قبر پر پہنچا تو بے ہوش ہوکر قبر پر گر پڑے۔ میں نے تھوڑا سا پانی ان کے چہرے پر چھڑکا۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو تین مرتبہ کہا: یاحسینؑ! یاحسینؑ! یاحسینؑ! اس کے بعد کہا کہ کیوں ایک دوست دوسرے دوست کے سوال کا جواب نہیں دیتا۔

اس کے بعد کہا: ہاں تو کیسے جواب دے جبکہ تیری گردن کی رگیں جدا ہوچکی ہیں اور تیرے سر اور بدن کے درمیان جدائی ہوچکی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو خاتم النبیینؐ کا بیٹا ہے اور فرزند تقویٰ و ہدایت ہے، خامس اصحاب کساء اور سیدالنقباء اور فاطمہ زہرا سیدۃ النساءؑ کا بیٹا ہے۔ اور کیوں تو اس طرح نہ ہوتا درحالانکہ تو نے انبیاءؑ کے سردار کے ہاتھ سے غذا حاصل کی تھی اور امام متقیان کے زیر سایہ پرورش پائی تھی اور سینۂ ایمان سے دودھ حاصل کیا تھا۔ واہ واہ! کس قدر پاک و پاکیزہ تھی تیری زندگی، واہ واہ! کس قدر پاک و پاکیزہ تھی تیری موت، مگر یہ کہ تیری جدائی سے مومنوں کے دل غمگین اور پریشان ہیں، تیرے بہترین احوال جن کو خدا نے تیرے لئے پسند فرمایا ان میں شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے۔

(۹/۲۹۳ بحوالہ بشارۃ المصطفیٰ)

آل محمدؑ کے دوست

کرمند (راوند اور اصفہان کے درمیان ایک بستی ہے) کا رہنے والا ایک شخص امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ ایک سفر میں خراسان کی طرف جارہا تھا اور امام کا ساربان تھا۔ وہ اہلسنت میں سے تھا۔

جب اس نے خراسان سے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول! اپنے خط مبارک میں سے کچھ تحریر مجھے عطا فرمائیں تاکہ بطور تبرک میرے پاس ہو۔

امامؑ نے اس کے لئے خط اس طرح تحریر کیا:

''آل محمدؑ کا دوست بن اگرچہ تو فاسق ہو! ان کے دوستوں کا دوست بن اگرچہ وہ فاسق ہوں۔''

راوندی نے کہا: حضرت کا وہ خط کرمند کے بعض لوگوں کے پاس موجود ہے۔

(۹/ ۲۸۸ بحوالہ سفینۃ البحار ۱/۱۹۹)

بہشت کی کھجور سے فاطمہؑ کا نطفہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی تو جبرئیلؑ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور بہشت میں لے گئے۔ بہشت کی تازہ کھجور مجھے دی جو میں نے کھائی۔ وہ تازہ کھجور میرے صلب میں نطفے کی صورت میں

تبدیل ہوئی اور جب میں زمین پر واپس لوٹا تو میں نے خدیجہؑ سے مباشرت کی اور خدیجہؑ فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں۔ پس فاطمہؑ انسانی شکل میں ایک حور ہے۔

میں جس وقت بھی جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنی بیٹی کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔

(۱۰/۷۴ بحوالہ عیون الاخبار الرضا ص ۶۵)

بہشت میں راضیہ مرضیہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب پروردگار نے مجھے سات آسمانوں کی سیر کرائی تو جبرئیلؑ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور بہشت کے مخمل کے فرشوں میں سے ایک فرش پر مجھے بٹھایا اور مجھے ایک دانہ دیا۔ میں نے اسے دو ٹکڑے کیا کہ اچانک ایک حور ان کے درمیان سے برآمد ہوئی اور میرے سامنے کھڑی ہو کر عرض کیا: اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ! اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ یَا اَحْمَدُ! اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ.

میں نے کہا: وَعَلَیْکِ السَّلاَمُ تو کون ہے؟

اس حور نے جواب دیا: میں راضیہ مرضیہ ہوں۔ خداوند جبار نے مجھے تین چیزوں سے پیدا کیا۔ میرے بدن کا بالائی حصہ کافور سے ہے اور درمیانی حصہ عنبر سے ہے اور نچلا حصہ مشک سے ہے۔ خداوند تعالیٰ نے میرے وجود کو آب حیوان سے خمیر کیا تھا اور پھر پروردگار نے مجھ سے فرمایا کہ تو باقی رہ۔ اسی لئے میں آپ

کے بھائی اور وصی علی بن ابی طالبؑ کے لئے ہوں۔

(یہ واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات بہشت کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور ان مطالب اور واقعات کے الٹ جہنم پر صادق آتے ہیں)۔

(۱۰/ ۷۸ بحوالہ تفسیر نعمانی ص ۱۰۵)

بہشت میں درخت

طوبیٰ بہشت میں ایک درخت ہے جو امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کے گھر میں ہے اور کوئی شیعہ ایسا نہیں ہوگا جس کے گھر میں اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ نہ ہو اور یا اس کے پتوں میں سے ایک پتہ جس کے سائے کے نیچے امتی آرام کریں گے۔ (۱۰/ ۱۲۷ بحوالہ تفسیر قمی ص ۳۴۱)

بہشت میں ہمسر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں معراج کے سفر میں بیت المعمور سے نکلا۔ اس دوران دو نہریں میری اطاعت میں جاری ہوئیں۔ ان دو نہروں میں سے ایک نہر کا نام کوثر تھا اور دوسری کا نام رحمت تھا۔ میں نے نہر کوثر سے پانی پیا اور نہر رحمت سے غسل کیا۔ پھر ان دو نہروں پر چلتے چلتے میں بہشت میں داخل ہوا۔

جب میں بہشت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کے اطراف اور کناروں پر میرا گھر اور میری ازواج کے گھر ہیں اور میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی مثل مشک کے ہے اور میں نے دیکھا کہ ایک کنیز بہشت کی نہروں میں مشغول تھی اور پانی سے خود کو دھو رہی تھی۔ میں نے سوال کیا کہ اے کنیز تو کس کی خاطر ہے تو اس نے کہا کہ میں زید بن حارثہ کے لئے ہوں اور جب صبح ہوئی تو میں نے زید کو یہ خوشخبری سنائی۔ (۱۰/ ۱۲۷ بحوالہ تفسیر قمی ص ۳۴۱)

درخت طوبیٰ حضرت زہراؑ کا مہر ہے

جابرؓ نے حضرت باقر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خداؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ ام ایمن داخل ہوئیں انہوں نے اپنی چادر اور روپوش کے نیچے کوئی چیز چھپائی ہوئی تھی۔ رسول خداؐ نے دیکھا تو فرمایا: اے ام ایمن اپنی چادر کے نیچے کیا رکھتی ہو؟

ام ایمن نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! فلاں عورت کی بیٹی کی شادی ہوئی ہے اور جو چیزیں اس پر نچھاور کی گئیں اُن چیزوں میں سے کچھ کو میں نے اٹھایا۔ اس کے بعد ام ایمن نے رونا شروع کیا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟

ام ایمن نے عرض کیا: آپ کی بیٹی فاطمہؑ کی تزویج ہوئی لیکن اس پر کوئی چیز تصدق نہیں کی گئی۔

رسول خداؐ نے فرمایا: مت رو! مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے مبشر و نذیر پیغمبر بنایا، فاطمہؑ کی تزویج کے وقت جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور اسرافیلؑ ہزاروں فرشتوں کے ہمراہ موجود تھے۔ خداوند عالم نے درخت طوبیٰ، موتی، زمرد اور یاقوت و عطر کو ان پر نچھاور کیا اور فرشتوں نے ان پر نچھاور کی گئی کچھ چیزوں کو اٹھایا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کو کیا کریں۔ خداوند تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو مہر کے طور پر فاطمہؑ کو بخش دیا۔ درخت طوبیٰ علی بن ابی طالبؑ کے گھر میں ہے۔

(۱۔۱۰/ ۱۲۸ بحوالہ تفسیر عیاشی ۲/ ۲۱۱)

حضرت فاطمہؑ میں بہشت کی خوشبو

ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ کا طریقہ و عادت تھی کہ فاطمہؑ کو بہت زیادہ چومتے تھے۔ عائشہؓ رسول اکرمؐ کو اس رویے پر ٹوکتیں اور کہتی تھیں کہ یارسول اللہؐ! آپ فاطمہؑ کو زیادہ چومتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا: وائے ہو تیرے لئے! جب مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی تو جبرئیلؑ نے مجھے درخت طوبیٰ سے گزارا اور اس کا میوہ مجھے دیا جسے میں نے کھایا اور خداوند تعالیٰ نے اس کو میری پشت میں نطفہ کی صورت میں تبدیل کیا اور جب میں زمین پر واپس آیا تو میں نے خدیجہؑ سے مباشرت کی جس سے وہ فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں۔ میں کبھی بھی فاطمہؑ کو بوسہ نہیں دیتا مگر یہ کہ اس سے درخت طوبیٰ کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ (۱۰/ ۱۲۹ بحوالہ تفسیر عیاشی ۲/ ۲۱۱)

بہشت کے عجائب

ایک دن ایک اعرابی رسول اکرمؐ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! قرآن میں ایک درخت کا نام لیا گیا ہے جو تکلیف دیتا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ بہشت میں کوئی ایسا درخت ہو جو اپنے مالک کو اذیت دے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: وہ کون سا درخت ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: وہ سدر کا درخت ہے۔ چونکہ وہ خاردار ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: مگر کیا خدا نے نہیں فرمایا: فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ''کہ جو بیری کا درخت خاردار ہے'' اسے اللہ تعالیٰ ہر خار اور کانٹے سے پاک کرے گا اور ہر خار کی جگہ ایک میوہ اُگائے گا اور اس میوے سے اور میوے اُگیں گے اور ان میں سے ہر میوے سے میوے پیدا ہوں گے اور ستر رنگ اس کے ظاہر ہوں گے اور کھانے کے لحاظ سے کوئی ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوگا۔

(۱۰/ ۱۶۹ بحوالہ المیزان ۱۹/ ۱۴۵)

بہشت میں حور فروشوں کا بازار

جامع الاخبار میں امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہشت میں ایک بازار ہے کہ جہاں مرد اور عورتوں کے علاوہ کسی قسم کی خرید و فروخت نہ ہوگی۔ جو شخص جس صورت کی خواہش رکھتا ہوگا وہ اس بازار میں داخل ہوگا اور وہاں خوش صورت اور دلکش حورالعین جمع ہوں گی اور

لوگوں کو ایسی شیریں آواز کے ساتھ پکاریں گی کہ لوگوں نے ایسی آواز نہ سنی ہوگی اور اس طرح کہیں گی: ہم ہمیشہ خوش و خرم ہیں اور کبھی غمگین اور پریشان نہیں ہوتیں۔ ہم سیر و شاداب ہیں اور کبھی بھوکی نہیں ہوتیں۔ ہم ہمیشہ لباس میں رہتی ہیں کبھی برہنہ نہیں ہوتیں۔ ہم زندہ و جاوید ہیں اور کبھی بھی نہیں مریں گی۔ ہم ہمیشہ خوش وخرم ہیں کبھی غمگین نہیں ہوتیں۔ ہم ایک ہی جگہ رہتی ہیں اور کبھی اِدھر اُدھر نہیں جاتیں۔ پس خوشا بہ حال اس کا جو ہمارے لئے ہوگا اور ہم اس کے لئے ہوں گی۔ ہم نیک سیرت اور نیک صورت عورتیں ہیں اور ہمارے شوہر نیک اور کریم افراد ہوں گے۔ (۱۰/۱۷۸ بحوالہ جامع الاخبار ۲۰۲)

بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے

علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ابوزکریا یحییٰ بن ابی بکر سے روایت کی ہے کہ نظام نے ہشام بن حکم سے کہا: اہل بہشت بہشت میں ہمیشہ ہمشیہ نہیں رہیں گے کیونکہ اس صورت میں ان کی بقا خدا کی بقا کی مثل لازم آتی ہے اور محال ہے کہ کوئی خدا کی بقا کی مثل بقا رکھتا ہو۔

ہشام نے کہا: اہل بہشت باقی رہیں گے علت مُبقیہ کی وجہ سے کیونکہ ان کو باقی رکھنے والا خدا ہے لیکن خدا کی بقا بغیر کسی علت اور سبب کے ہے لہٰذا ان کی بقا خدا کی بقا کی مثل نہیں ہے۔

نظام نے کہا: یہ محال ہے کہ کوئی ہمیشہ رہے۔

ہشام نے کہا: باقی نہ رہنے کی صورت میں تو آخر ان کا انجام کیا ہوگا؟

نظام نے کہا: ان کو کمزوری اور سستی لاحق ہوگی۔

ہشام نے کہا: کیا تجھ تک قرآن کی یہ آیت پہنچی ہے: وَلَكُمْ فِيهَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ یعنی جنت میں تمہارے لئے ہر چیز موجود ہے جس کی تم خواہش کروگے۔ (سورۂ فصلت: آیت ۳۱)

نظام نے کہا: ہاں۔

ہشام نے کہا: اگر بہشتی لوگ بقا اور ہمیشہ رہنے کی خواہش کریں اور خدا سے ہمیشہ رہنے کی درخواست کریں تو پھر کس طرح ہے۔

نظام نے کہا: اس طرح کا خیال خدا ان میں پیدا نہیں کرے گا اور اس طرح کا الہام ان کو نہیں ہوگا۔

ہشام نے کہا: اگر اہل بہشت میں سے ایک شخص نے ایک میوے کی طرف نگاہ کی اور اس میوے کی طرف ہاتھ دراز کیا کہ اسے توڑے اور درخت اپنے میووں کے ساتھ اس کے نزدیک ہوا اور جھک گیا۔ (کیونکہ روایات میں ہے کہ بہشتی میووں کو توڑنے کے لئے درخت کے اوپر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ جو شخص جس میوے کی خواہش کرے گا وہ درخت اس کے اتنا نزدیک آئے گا اور جھکے گا کہ آسانی سے اس کے ہاتھ اس میوے تک پہنچ سکیں اور انہیں توڑ سکے۔ قرآن کی آیات بھی اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں۔ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ) اس دوران اس نے پہلے سے رخ موڑ لیا اور اس نے ایک دوسرے میوے کی طرف نگاہ کی جو اس سے بہتر تھا، اس نے بائیں ہاتھ کو اس کو توڑنے کے لئے دراز کیا کہ اچانک وہی کمزوری اور سستی اسے لاحق ہوئی جبکہ اس کے دو ہاتھ دو درختوں کے ساتھ معلق ہوچکے تھے اور درخت بھی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے اور یہ بہشتی اب درخت کی

بلندی پر لٹکا ہوا ہے۔ کیا تو نے سنا ہے کہ بہشت میں کوئی شخص لٹکا ہوا ہوگا؟

نظام نے کہا: یہ محال ہے۔

ہشام نے کہا: جو تو کہتا ہے وہ اس سے بھی محال تر ہے کہ کچھ لوگ پیدا ہوں اور ایک عرصہ زندگی گزارنے کے بعد بہشت میں داخل ہوں اور پھر تُو مرد جاہل ان کو بہشت میں موت دیتا ہے۔ (۱۸۲/۱۰ بحوالہ رجال کشی ۱۷۷)

اور شاید اسی وجہ سے بہشت کو جس قسم کی بھی ہو جنۃ الخلد یعنی ہمیشگی اور باقی رہنے والی جنت کہا گیا ہے۔

قُلْ اَذٰلِکَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ کَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَ مَصِیْرًا. لَهُمْ مَّایَشَآءُ وْنَ خَالِدِیْنَ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ وَعْدًا مَّسْئُوْلاً. (سورۂ فرقان: آیات ۱۵۔۱۶)

نیک کافروں کا عذاب

عبیداللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مومن مرد ایک جابر حاکم اور ظالم مملکت کے زیر تسلط تھا کہ جس کے حقوق کی طرف تجاوز کیا جاتا تھا اور جس کی توہین کی جاتی تھی لہٰذا اس نے وہاں سے دارالشرک کی طرف فرار کیا اور ایک مشرک کے گھر میں داخل ہوا۔ اس مشرک نے اس کی حمایت کی اور محبت و مہربانی سے پیش آیا اور اس کی مہمان نوازی کی۔

جب اس مشرک کی موت کا وقت پہنچا تو خداوند عزوجل نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! اگر میری بہشت میں تیرے لئے جگہ ہوتی تو اس میں تجھے جگہ دیتا لیکن میری بہشت ہر اُس شخص پر حرام ہے جو حالت شرک میں مرجائے۔

لیکن خدا آتش جہنم کو خطاب فرمائے گا کہ اسے اذیت اور تکلیف نہ دے۔ صبح و شام اس کی روزی اور رزق اس تک پہنچے گا۔

راویٔ حدیث عبیداللہ وصافی نے کہا کہ:

میں نے سوال کیا کہ کیا اس کی روزی اور رزق بہشت سے لایا جائے گا۔

حضرت نے فرمایا: جہاں سے خدا چاہے گا۔

(۳۴۰/۱۰ بحوالہ بحارالانوار ۳۱۴/۸)

رسول اکرمؐ کا عورتوں کے عذاب سے غمگین ہونا

شیخ صدوق نے ورّاق سے، انہوں نے اسدی سے، انہوں نے سہیل سے، انہوں نے عبدالعظیم حسنی سے، انہوں نے محمد بن علی سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے، انہوں نے امام رضا سے، انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے امیرالمؤمنین صلوات اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ میں اور فاطمہؑ رسول اکرمؐ کے پاس گئے۔ ہم نے دیکھا کہ آنحضرتؐ شدت سے رو رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں کیوں رو رہے ہو؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ! جس رات مجھے معراج کرائی گئی تو میں نے اپنی امت کی عورتوں کو سخت قسم کے عذاب میں مبتلا دیکھا۔ ان کی حالت دیکھ کر میں سخت پریشان ہوا اور ان پر ہونے والے سخت عذاب کو دیکھ کر میں رو دیا۔

۱۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے سر کے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس کا مغز ابل رہا تھا اور جوش مار رہا تھا۔

۲۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی اور جہنم کا گرم پانی اس کے حلق میں ڈالا جا رہا تھا۔

۳۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی۔

۴۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بدن کے گوشت کو کھا رہی تھی اور اس کے نیچے سے آگ بھڑکائی جا رہی تھی۔

۵۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے بندھے ہوئے تھے۔ سانپ اور بچھو اس پر مسلط کئے گئے تھے۔

۶۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اندھی، گونگی اور بہری تھی۔ آگ کے بنے ہوئے صندوق میں پڑی تھی اور اس کا مغز دونوں نتھنوں سے خارج ہو رہا تھا۔ اس کا بدن برص و جزام کی بیماری کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔

۷۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے دونوں پاؤں سے آتش جہنم کے تنور میں لٹکی ہوئی تھی۔

۸۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بدن کی کھال کو آگے اور پیچھے سے آگ کی قینچی سے کاٹ رہی تھی۔

۹۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا چہرہ اور دونوں ہاتھ آگ میں جل رہے تھے اور وہ اپنی آنتوں کو کھا رہی تھی۔

۱۰۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر کے سر کی طرح اور بدن گدھے کے بدن کی طرح تھا اور وہ ہزار ہزار قسم کے عذاب میں مبتلا تھی۔

۱۱۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کی شکل کتے کی طرح تھی اور آگ اس کے دبر سے داخل ہو کر منہ سے نکل رہی تھی۔ ملائکہ عذاب اس کے سر اور بدن پر آگ کے گرزوں سے مار رہے تھے۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: اے میرے والد بزرگوار! اے میری آنکھوں کے نور کو تازگی اور روشنی عطا کرنے والے! اے اللہ کے رسولؐ! ان عورتوں کا کردار کیا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کیا؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی!

۱۔ وہ عورت جو اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ عورت ہے جو اپنے بالوں کو لوگوں سے نہیں چھپاتی تھی۔

۲۔ وہ عورت جو اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی وہ عورت ہے جو اپنی زبان سے اپنے شوہر کو اذیت دیتی تھی۔

۳۔ وہ عورت جو اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے بستر پر جانے سے پس و پیش کرتی تھی۔

۴۔ وہ عورت جو اپنے بدن کے گوشت کو کھا رہی تھی وہ عورت ہے جو لوگوں کے لئے بناؤ سنگھار کرتی تھی۔

۵۔ وہ عورت جس کے دونوں پاؤں ہاتھوں سے بندھے ہوئے تھے اور سانپ اور بچھو اس پر مسلط تھے وہ عورت ہے جس کے وضو کا پانی اور لباس کثیف ہوتا تھا اور جنابت و حیض کے بعد غسل نہیں کرتی تھی اور اپنے آپ کو پاک نہیں کرتی تھی اور نماز کو ہلکا سمجھتی تھی۔

۶۔ وہ عورت جو اندھی، گونگی اور بہری تھی وہ عورت ہے جس نے زنا سے بچہ جنا تھا اور اس کی جھوٹی نسبت اپنے شوہر کی طرف دیتی تھی۔

۷۔ وہ عورت جو دونوں پاؤں سے جہنم میں لٹکی ہوئی تھی وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر آتی جاتی تھی۔

۸۔ وہ عورت جو اپنے بدن کو آگ کی قینچی سے کاٹ رہی تھی وہ عورت ہے جو خود کو مردوں کے سامنے پیش کرتی تھی۔

۹۔ وہ عورت جس کے چہرے اور بدن کا گوشت جل رہا تھا اور اپنی آنتوں کو کھا رہی تھی وہ عورت ہے جو برے عمل کے لئے مردوں اور عورتوں میں چکر لگاتی تھی۔

۱۰۔ وہ عورت کہ جس کا سر خنزیر کے سر کی طرح اور بدن گدھے کی طرح تھا وہ عورت ہے جو چغل خور اور جھوٹ بولنے والی تھی۔

۱۱۔ وہ عورت جس کی شکل کتے کی طرح تھی اور آگ جس کے دبر سے داخل ہو کر منہ سے خارج ہو رہی تھی اور ملائکہ عذاب اس کے سر اور بدن پر آگ کے گرز مار رہے تھے وہ عورت ہے جو مجالس و محافل میں آواز خوانی کرتی تھی اور گاتی تھی۔ نیز لوگوں پر حسد اور رشک کرتی تھی۔

اس کے بعد رسول اکرمؐ نے فرمایا: وَيْلٌ لِامْرَاَةٍ اَغْضَبَتْ زَوْجَهَا. وَطُوبٰى لِامْرَاَةٍ رَضِىَ عَنْهَا زَوْجُهَا. یعنی ہلاکت ہے اس عورت کے لئے جس نے اپنے شوہر کو ناراض کیا اور خوش بخت ہے وہ عورت جس نے اپنے شوہر کو راضی کیا۔ (عیون الاخبار الرضا، طبع سنگی، ص۲۱۳)

ہمارے یہاں تلاوت، محافل، نوحے، سلام، اسلامی سیریل اور ہندوستان

وپاکستان کے مشہور ومعروف ذاکرین کی ویڈیو سی ڈی دستیاب ہیں

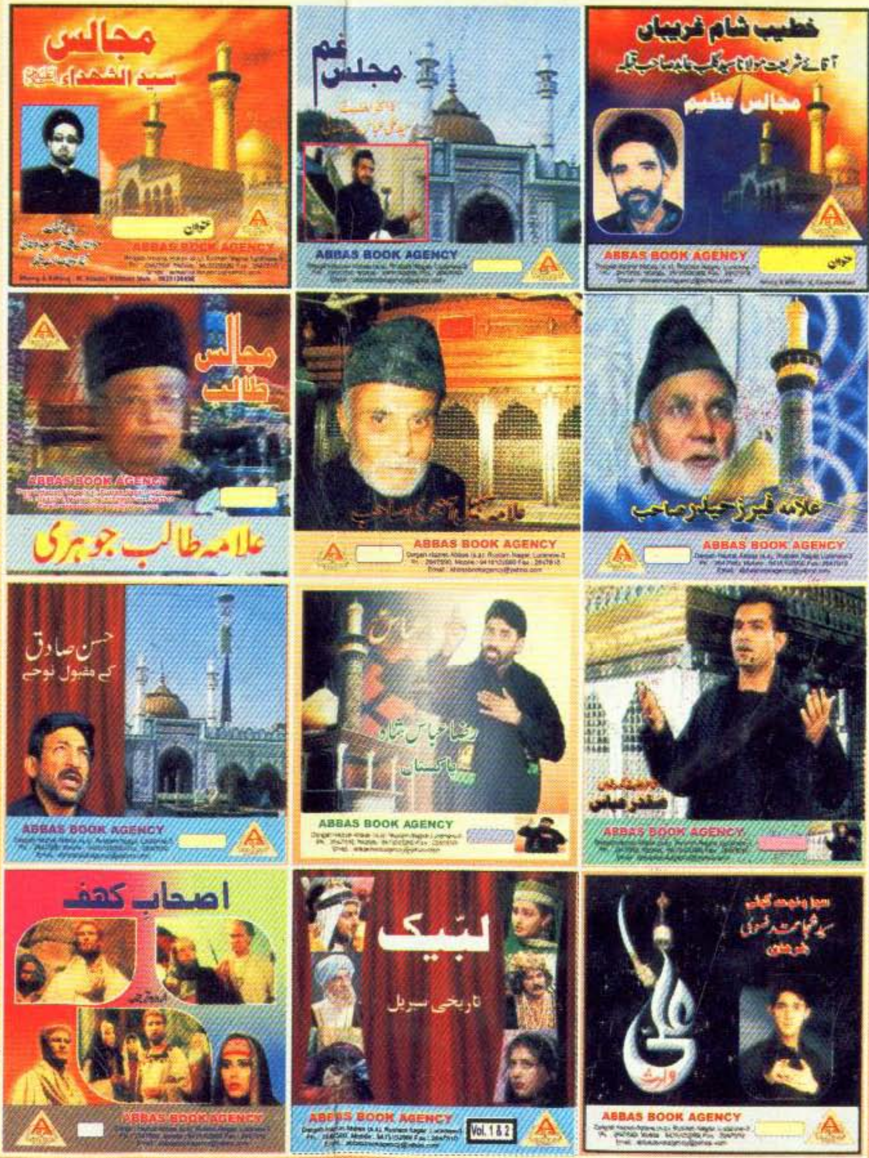

ABBAS BOOK AGENCY

Dargah Hazrat Abbas (a.s), Rustam Nagar, Lucknow-3
Ph. : 2647590, Mobile : 9415102990 Fax : 2647910
Email : abbasbookagency@yahoo.com

ABBAS BOOK AGENCY